سیّارہ ڈائجسٹ

حقوق العباد نمبر

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد

خلائق سے مَیں افضل تر رہا ہوں
تِرا نام گرامی جانتا ہوں !

میری ذات اِس قدر خُود آشنا ہے
مَیں خود سے دُور رہنا چاہتا ہوں

بچالو داستانوں کا تقدّس ! !
مَیں افسانوں سے اُکتایا ہوا ہوں

مَیں ہوں آماج گہ عزّو شرَف کی
مَیں ہر محدود میں پھیلا ہوا ہوں

مَیں اپنی آن کی دارالاماں ہوں !!
بظاہر خاک میں جیتا رہا ہوں

بڑا ہے تو، کچھ اس میں شک نہیں ہے
مَیں تیری عظمتوں کی اک ادا ہوں

مَیں ہوں اِک بندۂ ناچیز یاربّ
تِری عظمت سے پہچانا گیا ہوں

اطہر صدّیقی



نعت شریف

بھیجے دُرود جو شہِ دیںؐ کی جناب میں
ممکن نہیں رہے وہ غم و اضطراب میں

دونوں جہاں کی نعمتیں قدموں میں آئیں گی
آ جاؤ بارگاہِ رسالتمآب میں

سرکارؐ کے پسینے کی تھی بات ہی کچھ اور
خوشبو کہاں وہ عنبر و مُشک و گلاب میں

انوارِ مصطفےٰ کی ملی کچھ اسے زکات
ورنہ یہ روشنی تھی کہاں آفتاب میں

مدّت سے ہوں بس ایک تمنّا لیے ہوئے
اِک بار پھر حضورؐ کو دیکھوں مَیں خواب میں

اِک عشقِ مُصطفےٰ تھا جو جوش آگیا مجھے
ورنہ دھرا ہی کیا تھا جہانِ خراب میں!

بھیجی تھیں کچھ دُرود کی عابدؔ نے ڈالیاں
آئیں ہزار رحمتیں اُس کے جواب میں!

خواجہ عابدؔ نظامی

سیارہ ڈائجسٹ

حقوق العباد

دسمبر 2000ء

مُدیرِ اعلیٰ : امجد رؤف خان

خصوصی ادارت : نصرت علی اثیر

مُدیر : شاہ جہان

نائب مدیر: محمد ثاقب، کامران امجد

کتابت : علی احمد

کمپوزنگ : سید عادل بخاری۔ خرم احمد خان

نگران پرنٹنگ : خالد محمود۔ محمد توفیق۔ لاہور

سرکولیشن : محمد بشیر

ناظم اشتہارات: طارق محمود۔ خرم احمد خان لاہور :

قیمت=/100روپے

خط و کتابت و رابطہ کیلئے: 16۔بی سانده روڈ لاہور۔ فون: 7245412

امجد رؤف خان پبلشر نے اللہ والا پرنٹرز سے

چھپوا کر 16۔ بی سانده روڈ لاہور سے شائع کیا

دستک

عصر حاضر کو ایجادات واختراعات کے حوالہ سے بڑی عظمت حاصل ہے۔ سائنسی فکر کی جو تخم ریزی اسلام نے کی تھی' مغربی تہذیب کے فساد قلب نے اس سے انسانی محبت واخوت کا عنصر خارج کردیا ہے جس سے انسانی ضمیر کی روح میں وہ پاکیزگی نہیں رہی۔ آزادئ ضمیر اور خیالات کی بلندی سے مشینوں نے احساس مروت کو چھین لیا ہے۔ آج کا انسان ستاروں کی گزرگاہوں کا متلاشی تو نظر آتا ہے لیکن اپنے اندر کی دنیا کو دیکھ نہیں پارہا۔ حکمت کے پیچ وخم میں ایسا الجھا ہے کہ اپنے اصل نفع ونقصان کا اسے ادراک نہیں ہوپارہا۔ اس کی شب زندگی تاریک' انجانے اندیشوں اور خوفناک ہنگاموں کی وجہ سے اس کا روزگار عمل الجھاؤ اور تناؤ کا شکار ہیں۔ حالت یہ ہے

نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

قرآن نے اسے خسارہ سے تعبیر کیا ہے۔ سورۃ العصر میں خالق کائنات کا ارشاد ہے۔

"قسم ہے زمانہ کی، یقیناً انسان خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور (جنہوں نے) حق کی وصیت اور صبر کی تلقین کی۔"

خداوند قدوس کی عظمت وجبروت پر ایمان لانا ہی دراصل انسانیت کی معراج ہے اور وہ انسانی زندگی بے اصل ہے جو نغمۂ لاالہ الااللہ کی بہار سے آشنا نہیں ہوئی۔ عمل صالح' حق کی تبلیغ اور دنیا کے جبر پر صبر وتحمل کی روایت نغمۂ توحید کے ساز کی ہی تانیں ہیں جن کی لے میں انسانی

اخوت و برادری کی فصل جوان اور پر بہار ہوتی ہے۔

سیارہ ڈائجسٹ کا "حقوق العباد نمبر" حقوق انسانی کے نام پر مصروف عمل قوتوں کو ان کی اصل سے ملانے کی کوشش ہے۔ "حقوق العباد نمبر" حقوق انسانی کی روایت کی تاریخ آپ کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ کس طرح انسانیت کے بلند ایوانوں پر قبضہ کر کے انسانی خون سے ہولی کھیلی جاتی رہی۔ مذہب کی پاک دامنی کا رنگ چڑھا کر لمبی قباؤں میں شرافت و عظمت کے منبروں پر بیٹھے مذہبی راہنماؤں نے کس طرح انسانیت کا دامن تار تار کیا ہے؟ انسان کیا تھا؟ خالق کائنات نے اس کو احسن تقویم اور خلافت ارضی کے مناصب پر کیوں سرفراز کیا؟ اور دنیا میں اسے کن راہوں اور گزرگاہوں پر محو سفر ہونے کی تلقین کی گئی۔ اسے کن آداب گزرگاہی سے کس طرح اور کب روشناس کیا گیا؟ درد دل کے واسطے پیدا کئے گئے انسان نے کس طرح اپنے انسان بھائیوں کے لئے جنت ارضی کو جہنم زار بنا دیا؟ اسلام نے بھٹکتی ہوئی پریشان حال دنیائے انسانیت کو کب اور کیسے امن و آشتی کی حیات جاوداں سے بہرہ ور کیا؟ اسلام نے کن اقدار کی تعلیم دی اور انسانی معاشرت کو کن زندگانی کے حیات آفریں اصولوں سے حیات نو دی؟

حقوق العباد نمبر اپنے دامن میں ان سوالات کا جواب نہایت مختصر مگر جامع انداز میں لئے آپ کی خدمت میں پیش ہونے کی جسارت کر رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے اپنی توقعات کے کافی حد تک قریب پائیں گے۔ دعویٰ تو بہت بڑا ہے اور اپنی ناتوانی کے باوجود ہم نے کوشش بھی بہت کی ہے لیکن یہ لازم ہے کہ خطاکار انسان خطا کئے بغیر رہ نہیں سکتا تاہم ہمیں امید ہے کہ آپ اس کوشش کے نقش و رنگ کو اپنی قیمتی اور روشن خیال آراء سے ضرور نکھارنے میں ہماری مدد کریں گے۔ اور ہم بسر و چشم آپ کے روشن افکار کے انتظار میں دیدہ و دل فرش راہ کئے منتظر رہیں گے۔

نصرت علی اثیر

(سینئر لائبریرین پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

فہرست

تعارف

جدید علماء و مفکرین انیسویں صدی کو ذہنی انقلاب کی صدی قرار دیتے ہیں۔ یہ نتیجہ دراصل مغربی مفکرین کی اطاعت اور مغلوبیت کی خوشہ چینی کا نام ہے۔ نسل انسانی کے بارے میں ہمارے تصورات نہایت بے حقیقت' ادنیٰ اور جانبدارانہ رہے ہیں۔ انسانی تاریخ 4004 قبل مسیح سے تسلیم کی جاتی ہے۔ اس دور کے بارے میں طلسماتی اور روایاتی کہانیاں ہماری تاریخ کی شہادتوں کی بنیاد ہیں۔ یہ روایاتی داستانیں یونانی تہذیب و ثقافت سے پہلے کے دور کی پہچان ہیں جو زیادہ تر نسلی' خاندانی اور مذہبی تنظیم و تکریم سے متعلق ہیں۔ انیسویں صدی میں سائنس کے بیدار کن علم کائنات نے ان بے حقیقت نظریات کے گنبدوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ لیکن یورپی مفکرین اس امر کو ماننے لگ گئے ہیں کہ اس بیدار کن سائنسی علم کی بنیاد کا سہرا عالم اسلام کے سر ہے' جن کی سادہ اور پروقار تہذیب نے قرآن کے ابدی اصولوں کی بنیاد پر اٹھان پکڑی۔ بقول بریفالٹ یورپ کی حقیقی نشاۃ ثانیہ پندرہویں صدی میں نہیں بلکہ عربوں اور موروں کی احیائے ثقافت کے زیر اثر وجود میں آئی۔ یورپ کی نئی پیدائش کا گہوارہ اٹلی نہیں ہسپانیہ تھا۔ یہ براعظم بربریت کے گڑھوں میں گرتے گرتے جہالت و تنزل کی تاریک ترین گہرائیوں میں پہنچ چکا تھا حالانکہ اسی زمانہ میں عربی دنیا کے شہر بغداد' قاہرہ' قرطبہ' طلیطلہ تہذیب و تمدن اور ذہنی سرگرمیوں کے مرکز

بن چکے تھے' اور یہیں وہ زندگی نمودار ہوئی جس کو آئندہ چل کر انسانی ارتقاء کی ایک نئی منزل کی شکل اختیار کرنا تھی' جس وقت اس ثقافت کے اثرات معرض احساس میں آئے۔ اسی زمانے میں ایک نئی زندگی کی حرکت شروع ہوئی۔ جدید سائنس کی بنیاد تجربی اسلوب تھا' جس کی ترویج کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ مسلمان ماہرین سائنس کے مشاہدہ و تجزیہ پر مبنی کتب ہی نے نئے یورپ میں جدید تہذیب کو حیات نو سے آشنا کیا۔

پہلے مرحلے میں انسانی تاریخ قدیم قبائلی فکر کی قطعی بنیاد پر ایک طویل دور تک بربریت وبازنطینیت سے آشنا رہی مادی اکتشافات اور توہمانہ ثقافتوں کے تصادم کی وجہ سے اس میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ طویل مدت کے بعد پھر اس میں مذہبی فکر کا تسلط ہوا' جس کا مقابلہ مطلق العنانیت پر مبنی بادشاہوں سے ہوا۔ پھر یہ لوگ بھی اس اختیار و اقتدار پر مسلط ہوئے اور اپنے خیالات کو دیوتا و خدا کی خوشنودیوں کے پردے میں پورا کرنے لگے۔ تیسرے عرصہ میں یونان کے رواجی و قوتی فکر کا دور دورہ ہوا' جس میں قوت عمل اور حسن عمل کو عروج ملا۔ اس دور میں عقلی فکر کے تمام حقائق و معلومات زیر استفادہ آئے لیکن باوجود اس ذہنی آزادی کے اس موج بلاخیز نے بربریت و مشرقیت کے نئے اسلوب متعارف کرائے۔ ہزار قسم کے وحشی اور ظالم عناصر نے غلبہ و تسلط حاصل کر لیا۔ انسان اس وقت استحصال کے نئے شکنجوں میں جا پھنسا۔ اس زمانے کی تاریخی یادداشتوں میں بربری اور جنگی کارناموں کے روح فرسا قصے اور کہانیاں اس دور میں حقوق انسانی کے استحصال کی المناک تاریخ ہیں۔

پانچویں سے دسویں صدی تک یورپ گویا شب بربریت میں مدہوش تھا' جس کا اندھیرا دم بدم زیادہ گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہ بربریت زمانہ قدیم کے وحشی کی وحشت کے مقابلہ میں بے انتہا زیادہ تھی۔ خوفناک حد تک اس میں عظیم الشان تہذیب کی سڑی ہوئی نعش کا گویا تعفن موجود تھا۔ آج کا یورپی مورخ نہ جانے کیوں اس تہذیب کے خدوخال اور نقوش کو کاملاً محو کر کے اسلام کے روشن دور کو گہنانے کے لیے

بودے دلائل جمع کرکے لاتا ہے۔ اس دور میں زمین کاشت سے محروم تھی۔ اراضی مزروعہ درختوں اور جھاڑیوں کا جنگل بنتی جاتی تھیں۔ دریا اپنے ٹوٹے پھوٹے کناروں سے اچھل کر باہر بہہ رہے تھے۔ جنگلی اور تعفن پھیلانے والی دلدلیں ملک میں جا بجا پھیلی تھیں۔ انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ تجارت نام کو نہ تھی' تاریک کوٹھڑیاں اور تنگ گلیاں ڈرے سہمے اور بھوک و افلاس سے تڑپتے انسانوں کے مسکن تھے۔ یہ لوگ پرلے درجے کے نشہ باز' قاتل' غدار اور شہوت پرست وحشی تھے۔ ان کی وحشت بھی ایک خاص قسم کی کمینگی اور بہیمانیت پر مشتمل تھی۔ ان کی بے حیائی کا پورا حال بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بھلا ایسے معاشرے میں کوئی انسان کی حرمت و عصمت اور اس کے بنیادی حق کا تصور کر سکتا ہے۔

یونان اور روم کا زوال دراصل اسی استحصال کا منطقی رد عمل اور نتیجہ تھا۔ انسانی تہذیب بری طرح بے آسرا اور بے نشان تھی۔

مسیحی عقیدے کے پر تکلف اور پادریوں کے شاہانہ تسلط کے مقابلے میں اسلام کی خالص خدا پرستی' باقاعدہ الہیات پر مبنی تعلیم' توہمات و روایات کا فقدان اور توہمانہ و متلذز رسوم و رواج سے بالکل عاری ہو کر اس دور میں نمودار ہوا۔ عرب معاشرہ پہلے سے ہی خوش اطوار' مجلسی ربط و اختلاط اور مہذب تھا۔ لیکن طلوع اسلام کے وقت ان کی باہمی آویزشیں ان کو پوری طرح ایک دوسرے سے بیگانہ اور گریزاں کر چکی تھیں۔ نبی آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و عمل کے کھلے اور واضح پس منظر میں اپنے کام کا آغاز کیا۔ معاشرے کے پسے ہوئے طبقہ کو گلے لگایا۔ مساوات انسانی کا درس دیا۔ اور لوگوں کو ایک خدا کی اطاعت کی طرف بلایا' جس نے ایک حضرت آدم علیہ السلام کی کوکھ سے سب نسل انسانی کو پھیلایا۔ غلام و آقا کی تمیز کے خلاف عملی تحریک شروع کی اور عملی طور پر بنی نوع انسان کو پیغام دیا کہ کسی انسان کو دوسرے انسان کا استحصال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ اور معاشرت کا وہ زریں سبق پھیلایا کہ

کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے پوری طرح سے محفوظ نہ ہو۔

انسانی حقوق کی بیداری کی دراصل یہی وہ پہلی تحریک تھی جس نے قیصرو کسریٰ کے استحصالی واستبدادی جبروت کو ختم کرکے ایک پرامن' پرعظمت اور فکری طور پر مکمل آزاد معاشرے کو جنم دیا۔ جہاں ہر قوم' نسل' مذہب اور رنگ کے لوگوں کو یکساں اور برابری کے حقوق حاصل تھے۔ اور کسی جابرو قاہر حاکم کو معاشرے کے غریب سے غریب انسان سے اس کا حق چھیننے پر قدرت نہ تھی۔

لغوی واصطلاحی معانی:

حق دراصل صدق' سچائی' راست بازی اور سچ کا نام ہے۔ اور پھر جب حق ایک ذمہ داری اور فرض کے طور پر لازم و واجب ہو جائے تو اس کی نوعیت معاشرے میں ایک انسان کے استحقاق' اختیار اور دعویٰ کو جنم دیتی ہے۔ حق' عدل اور انصاف کی اصطلاح میں ایک قانونی وجود ہے۔ جس کو کسی دوسرے فرد کے معاوضہ' صلہ اور بدلہ کے لیے رجوع کا حق دینا ہوتا ہے۔ حق ملکیت سے جنم لیتا ہے۔ جو کسی انعام اور بخشش سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی منصب' عہدہ اور مقام پر کام کے نتیجہ میں بھی جنم لے سکتا ہے۔ حق خدا' اللہ ایشور' پرمیشر اور پرماتما کی توصیف کا بیان بھی ہے۔ حق کے وجود سے ہی حق پرستی اور حق آشنائی کی داغ بیل پڑتی ہے۔ اور کسی کی حق تلفی اسے حق گوئی پر مجبور کر کے عدل کے ایوانوں میں لے جاتی ہے۔ حق ناشناس انسان دائرہ انسانیت سے نکل جاتا ہے۔ کیونکہ حق ناشناسی ناشکر گزاری' احسان فراموشی اور ظلم وتعدی کا دوسرا نام ہے۔ حق دار کو اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور یہ قول فیصل ہے کہ جب کبھی حق کا استحصال پروان چڑھے گا' معاشرہ اپنا وجود جلد ہی کھو بیٹھے گا۔ حق خدا کا نام ہے۔ اور اس کا احترام بنی نوع انسان کی عظمت اور ابدی عزت کا امین ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس لیے اسلام سب سے زیادہ حق کی پاسداری اور احترام کا دعویٰ کرتا ہے۔ انسانی معاشرے میں باہمی حقوق کے احترام' خوش نیتی اور اچھائی کی اقدار اگر پروان چڑھیں تو انسانی معاشرے میں امن وسکون اور محبت ومئودت کو فروغ ملتا ہے' لیکن اگر اس کے مقابلہ میں ایک انسان دوسرے کے حق پر ناجائز قابض ہو جائے اور اپنی آئینی ذمہ داریوں کو دوسرے کے حقوق کی بحالی کے لیے کام میں نہ لے آئے تو اس کے نتیجہ میں نفرت' انتشار اور جنگ وجدل کے رجحانات بڑھتے ہیں۔

اسلام نے انسانیت کے ہر دائرے میں ہر ایک کا حق اور فرض مقرر کر رکھا ہے اور کسی کو اس حق کے استحصال کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہے۔ حق معاشرے کی جان ہے۔ حق کا ادا کرنا معاشرے کے ایک ایک عضو کو مضبوط اور مستحکم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اس فطری ضرورت کی اہمیت کو سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔

حقوق انسانی کا تصور بعض مورخین کے نزدیک بابلونین بادشاہ (2130 سے 2088 قبل مسیح) حمورابی کے اصول وضوابط میں ملتا تھا لیکن اس کا کوئی قوی ثبوت نہیں ملتا۔

وسطی دور کے علمائے فلاسفہ کے نزدیک سیاسی اخلاقیات میں حقوق کی بجائے کسی لارڈ' بادشاہ چرچ یا خدا کے حضور پیش کئے جانے والے فرائض تھے کیونکہ ان کے نزدیک عالمی نظام میں اس دور کے انسان کا یہی کردار تھا جبکہ جدید دور کے ماہرین نے اس کو مختلف اصطلاحی معانی دیئے ہیں۔ حق انسان کا ایک فطری استحقاق ہے جس کی وجہ سے اسے اپنی قانونی' سماجی اور معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اسی طور پر سپائنوزا کے نزدیک حق اس قوت کا نام ہے جو کسی انسان کو معاشرے میں ایک باوقار زندگی گزارنے کے لیے فطری طور پر حاصل ہوتی ہے۔ قانونی علماء مثلاً جیروم فرانک کے نزدیک انسان کے فطری حقوق قوت اس وقت بنتے ہیں جب عدالت یا معاشرہ اس کی منظوری دے دے۔ اس سے پہلے ان کی حیثیت توقعات یا امکانات سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پال ونو گرو ڈف کے نزدیک حق سے مراد استحقاق دعویٰ ہے' جس کی بنیاد پر وہ مطالبہ کرنے میں

حق بجانب ہو سکتا ہے اور یہ معانی بایں طور کچھ حق بجانب بھی ہیں کہ آج انسان عدالتی منظوری سے ہی اپنی دعووں کی حیثیت میں حق کی صورت میں تبدیلی لایا ہے

روڈلف وان جیرنگ کے نزدیک حق بمعنی مفاد کے ہے' چاہے اس کی کوئی انسان خواہش کرتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ حقوق مفادات کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ لیکن مفادات حق کو کوئی تحفظ نہیں دیتے۔ بینتھم اور آسٹن کے نزدیک حق بمعنی ذمہ داری و فرض کے ہیں جو کسی فرد یا جماعت پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن اس ذمہ داری کا تعین صرف قانون کرتا ہے۔ جہاں اس کی عدم ادائیگی پر قانون سزا کا تعین کرتا ہے۔ اخلاق حق یا فطری حق ایک رواجی اصطلاح ہے جو کہ بینتھم اور آسٹن کے نزدیک ذمہ داری کے معنوں میں آتی ہے' جس کی سزا کا تعین رائے عامہ یا قانون سے ہوتا ہے۔

ہارٹ میلڈن کا خیال ہے کہ اخلاقی و فطری حق کا وہ خصوصی امتیاز جو کی فرد کو کسی دوسرے فرد کی مداخلت سے باز رکھنے میں بچ ثابت کرے' اصل حق ہے۔ ہارٹ کے نزدیک حقوق انسانی کی نوعیت اب کچھ اسی طور پر متعین ہو چکی ہے۔ جو عام لوگوں کی ضروریات زندگی مثلاً عزت نفس' آزادی' تعلیم' طرز زندگی' صحت' روزگار' مفادات اور تحریر و تقریر کی آزادی وغیرہ کے یکساں اور مساوی طور پر بنتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے چارٹر برائے حقوق انسانی 1948ء کے مطابق معاشرے کے ہر فرد کو سماجی تحفظ حاصل کرنے کا حق ہے۔ اور اسے اپنی صحت' تعلیم' طرز زندگی' طرز معاش اور خوراک وغیرہ کے حوالہ سے بہتر اور معیاری انتخاب کا حق حاصل ہے۔ حکومتیں اس بات کی پابند ہیں کہ وہ ایسے اقدامات کریں جن سے عام فرد کو کسی بھی حوالہ سے کسی کی' دل شکنی اور احساس کم مائیگی کا موقع نہ ملے۔ غربت' ناانصافی' ظلم اور جانبدارانہ رویوں پر اسے احتجاج کرنے' انصاف طلب کرنے اور منظم جدوجہد کرنے کا مکمل حق ہو گا۔

انسانی معاشرہ ہزاروں سالوں سے وجود میں آیا ہوا ہے۔ اس میں کروڑوں انسانوں نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی۔ اخلاقی معلمین' مصلحین' انبیائے کرام اور

دانشوروں نے امن، انصاف اور خوشحال زندگی کی بقا کے لیے کام کیا لیکن افسوس اس دور میں شاہی جبروت اور تسلط نے جھوٹی انا اور اپنے مکروہ مفادات کو پورا کرنے کے لیے انسانی عصمت و حرمت کا قتل کیا۔

انسان اللہ تعالیٰ کا تخلیقی شاہکار ہے اور دنیا اس کی فطری صلاحیتوں کی آزمائش کا میدان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کا سامان فطری طور پر دنیا میں ہر جگہ، ہر منظر، ہر حرکت اور ہر تبدیلی میں تخلیق کردیا ہے جو اسے اپنی اساس کی طرف سیدھا رہنے پر مائل کرتا رہتا ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔"

قرآن مجید کی سورۃ شمس (آیت نمبر7 تا10) میں ہے۔

"قسم ہے ہر نفس کی اور اس کو ٹھیک ٹھیک بنانے والے کی، پھر ہم نے اس کو الہام کردیا اس کی نیکی اور بدی، کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک وصاف رکھا اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو مٹی میں ملادیا۔"

خالق کائنات نے تخلیق کائنات کے ساتھ ہر ایک کے حقوق و فرائض کا تعین کردیا اور اسی وضاحت پر اسے نیکی و بدی کا احساس دے کر اخروی کامیابی کی طرف متوجہ کیا۔

قرآن مجید کی سورۃ الروم آیت نمبر39 میں فرمایا۔

"پس تم اپنے چہرے دین حنیف کی طرف پھیرلو جس کو اللہ تعالیٰ نے اس فطرت پر بنایا ہے جس فطرت پر انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق (کردہ راہ میں) میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ یہی دین قیم ہے۔ لیکن انسانوں میں سے اکثر (اس کی ضرورت و اہمیت کو) نہیں جانتے۔"

خلاف حق بات کہنا ظلم ہے۔

تفہیم القرآن (جلد دوم ص336)

تعصب اور ضد کی بنا پر حق نہ ماننا اپنے اوپر خود ظلم کرنا ہے۔

تفہیم القرآن (ج دوم ص288)

حق کی معرفت حاصل کرنے کے لیے آثار کائنات کے مشاہدے کی ہدایت کی گئی ہے۔

تفہیم القرآن (جلد پنجم ص20)

باہمی حقوق کا ادا کرنا اور ایک دوسرے کو اس کی ادائیگی کی تلقین کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔

تفہیم القرآن (جلد ششم ص341)

تمام انبیائے کرام نے اپنے اپنے دور میں حق کی تبلیغ کی اور ایک دوسرے کے حق کا لحاظ کرنے، حقوق کی ادائیگی اور اپنے حقوق کے لیے کوشش کرنے کی تعلیم دی۔ اس طرح ہر دور میں حق کے مندرجہ ذیل معانی مسلم رہے ہیں۔

1۔ حق بمعنی صداقت

قَد جَاءَ رُسُل رَبِنا بالحق (بے شک میرے رب کے رسول صداقت کے ساتھ آئے) (الاعراف:41)

2۔ حق بمعنی حصہ، ملکیت

وفی اموالهم حق لنسائل والمحروم (اور ان کے مالوں میں سائل کا اور محروم کا حق ہے)(الزاریات:1)

3۔ حق بمعنی ذمہ داری

وات ذالقربی حقه والمسلین وابن السبیل (اور قرابت والے کو، مسکین کو اور مسافر کو اس کا مفاد دو۔

تہذیب اللغات میں حق کے معنی مندرجہ ذیل طور پر دیئے گئے ہیں۔

1۔ حق بمعنی راستی، صدق، سچائی، قول فیصل

جو بات حق ہے اس سے کریں گے نہ انحراف (عروج)

2۔ حق بمعنی خدا تعالیٰ

ع حق نے جبیں کو عرش کا تارہ عطا کیا (عشق)

3۔ حق بمعنی درست' بجا' ٹھیک

ع مشغول حق ہوں بندگی بوتراب میں (غالب)

4۔ حق بمعنی شان' نسبت' بابت' لیے' واسطے

ہے گرفتاری ہمارے حق میں اس کا اختلاط (امیر)

5۔ حق بمعنی ذمہ داری' فرض

ع کیوں نہ منصور دار پر کھنچتا

رازداری کا حق ادا نہ ہوا (امیر)

6۔ حق بمعنی استحقاق' دعویٰ

ہمیں یہ حق ہے تیرا منہ بھی چومتے جائیں (ریاض خیر آبادی)

7۔ حق بمعنی معاوضہ' بدلہ' صلہ مثلاً حق خدمت' حق نمک وغیرہ

8۔ حق بمعنی حصہ

زاہدو! ساقی کوثر تمہیں دیں گے شراب

دختر زر تو فقط بادکشوں کا حق ہے (امیر)

9۔ حق بمعنی اجرت' مزدوری مثلاً اپنا حق نہ چھوڑو

10۔ حق بمعنی انعام' نیگ یعنی بہن کا حق جو شادی میں دیا جائے

11۔ حق الناس یعنی بندوں کا حق اور اسے حق العباد بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی جلد ششم کے ص 186 پر حقوق کی وسعت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

جب انسان کا تعلق کائنات ارضی کی ایک ایک چیز سے ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی اس کی ہر ہر چیز سے متعلق ہے' جمادات سے بھی کہ ان کو بے موقع صرف نہ کیا جائے' نباتات سے بھی کہ ان کی نشوونما اور تربیت کا موقع دیا جائے'

حیوانات سے بھی کہ ان کو بے سبب تکلف نہ دی جائے اور ان کے آرام و آسائش کا خیال کیا جائے اور انسانوں سے بھی کہ ان کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے اور ان کے فریضہ محبت کو ادا کیا جائے۔ اور خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کے لیے پیدا کیا گیا ہے' اس سے مناسب طور سے وہ کام لیا۔

اسلام نے ان حقوق کو تمام کائنات میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ ان کا دائرہ محیط اعظم بن کر پھر آہستہ آہستہ سمٹتا ہوا بتدریج کم ہوتا ہوا مرکز پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ انسانیت کے باہمی حقوق تو بہت کچھ ظاہر ہیں لیکن انسان کے علاوہ اس کائنات ارضی کی دوسری بے جان اور جاندار چیزوں کے حقوق بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ اور یہ حق بایں طور میں کہ جس غرض کے لیے کوئی چیز پیدا کی گئی ہے' اس سے وہی کام لیا جائے اور اس کی قدرتی نشوونما' پرورش اور ترقی میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کی جائے بلکہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے مناسب اقدامات کئے جائیں۔"

تورات و انجیل میں انسانی حقوق کو باہم محبت سے مشکل کیا گیا ہے' اور انسان کو اس محبت کو ثابت کرنے کے لیے اپنے اصل حق سے بھی ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جس سے عزت نفس کی فطری طبائع تک مجروح ہو گئیں۔ جرمن فلاسفر نٹشے لکھتا ہے۔

"مسیحیت نے ہمیشہ کمزور' پست اور بوسیدہ اشیاء کا ساتھ دیا ہے' مسیحیت نے طبائع انسانی کی تمام خودارانہ قوتوں کا استحصال کر دینا اپنا مسلک قرار دیا۔ اور اس طرح زبردست دماغوں کا ستیاناس کر دیا۔"

بودھوں کی اخلاقی تعلیمات میں انسان اور حیوان' پھر انسانوں میں اہل ملک' قوم قبیلہ اور خاندان کی کوئی تمیز نہیں بلکہ سرے سے رشتہ اور قرابت ہی کی اس میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ ہندو قانون میں ایک جانور اور ایک انسان کا قاتل برابر درجہ رکھتا ہے اور ایک جانور بھی اپنی کسی منفعت رسانی کے باعث انسان کی ماں کا درجہ پا سکتا ہے۔ یہ سب تعلیمات غلو اور افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ اور معاشرے میں کبھی انصاف اور توازن کو رواج نہیں دے سکتیں۔ اسلام نے حقوق و فرائض کے تعین کے لیے جو میزان ترتیب

دی ہے اس میں کوئی افراط و تفریط نہیں ہے' بلکہ ہر چیز کو اس کا حق دیا گیا ہے اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ظلم تو یہی ہوتا ہے کہ کسی کام کا اس کی اصل جگہ اور معیار سے ہٹ کر کرنا۔

انسان کو دنیا کی ہر اس چیز سے 'جس سے اس کے نفع کا تعلق ہے' اس کی ترقی و حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ وہ جہاں ان سے نفع اٹھانے کا حق رکھتا ہے' وہاں ان کی افزائش اور نشوونما کے حق کی ادائیگی کا پابند بنایا گیا ہے۔ اور اس اعتبار سے انسان اپنے اردگرد کے معاشرہ کے ہر عضو' ہر شے اور ہر ماحول کے تقاضوں سے حق کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کا ذمہ دار ہے اور جائز حد تک جائز انداز میں فائدہ اٹھانے کا حق دار ہے۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد انہی حقوق و فرائض کی میزان کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے اور رشتہ دار کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کی بات' ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ تمہیں یہ نصیحت کی جاتی تاکہ تم ہدایت پکڑ سکو۔

(سورہ النحل :90)

انسانی معاشرہ اور حقوق انسانی:

ارض دنیا پر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی مخلوقات پھیلائیں اور بنی آدم کو ان پر فضیلت دی۔ زمین کو انسان کے لیے گہوارہ بنایا اور اس میں اس کی ضرورت کے لیے تمام دیگر مخلوقات کو اس کے لیے مسخر کردیا۔ پہلا انسان حضرت آدم اور ان کی بیوی حضرت حوا اس معاشرہ کے پہلے باسی تھے۔ ان کی اولاد ہوئی تو دنیا پر ایک انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان کے خون کا پہلا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یہ ہابیل کے ہاتھوں قابیل کا قتل تھا۔ اس وقت ضرورت پیش آئی کہ انسان کو انسانی جان کی حرمت کا احساس دلایا جائے اور اسے بتایا جائے کہ ہر انسان کا حق ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ امن کی زندگی بسر کرے' چنانچہ سلسلہ دعوت

کے لیے انبیاء و مرسلین کے مبعوث کرنے کا انتظام کیا گیا۔

مشرق وسطیٰ جدید علمائے تہذیب و تمدن کی رو سے قدیم تہذیب کے مراکز میں مصر' عراق' فلسطین' شام' ایشیائے کوچک' ایران و ہندوستان کے علاقے بہت بڑے مرکز تھے۔ مصر میں قدیم بادشاہی خاندان دس ہوئے ہیں' جن کی حکومت کے آغاز کی تاریخ 2900 ق م میں ہوا۔ اور اس سلسلہ کا آخری خاندان 24 ق م میں حکمران ہوا۔ یہ لوگ دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ اور ان کے فرعون اپنے آپ کو خدا کہتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی علاقے میں خدا کے پیغام کے لیے دعوت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے۔ بادشاہی نظام نے یہاں کے محکوم عوام پر ان کے حقوق کا دروازہ بند کیا ہوا تھا۔ رعایا کا کام بادشاہ کی خواہشات پر قربانی دینا تھا۔ جنگ و جدل عام تھا اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ امراء کو جملہ آسائشات حاصل تھیں لیکن غریب اور نادار لوگ حیوانوں سے بھی بد تر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کی جانے والی بدسلوکیوں کی وجہ سے ہی ان کو بچانے کا اہتمام کیا تھا۔

عراق کا علاقہ قدیم تہذیب و تمدن کی تاریخ کا بہت بڑا مرکز رہا ہے۔ سمری اور اکادی تہذیبیں یہیں پروان چڑھیں۔ یہیں کا مشہور حکمران حمورانی تھا جس نے اخلاقیات کو اپنے شاہی اصول و ضوابط میں کسی حد تک جگہ دی اور عوام کو امراء منتخب کرنے میں شریک کیا۔ یہاں بھی مسلسل کشمکش رہی جس کی وجہ سے یہ لوگ جنگ و جدل میں بڑے مشاق ہو گئے۔ یہاں پر بھی دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی اور عبادت کے لیے سہ پایہ دھرم مندر تعمیر کئے گئے تھے۔

اس معاشرے میں علم و فن کا دور دورہ تھا' اور عالیشان کتب خانے قائم تھے۔ 1900 ق۔ م میں ان کا پہلا عموری حکمران ہوا۔ بعض محققین کے خیال کے مطابق یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر بادشاہ تھا۔ اس نے پورے عراق کو مسخر کیا۔ اس نے رفاہ عامہ کے رومی سلطنت تک ان کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ یہ بھی شاہی دور محض حکمرانی کا دور

تھا اور ایک عام انسان بھی یہاں بادشاہ کی خوشنودی کا پابند تھا۔ اس کی ذاتی حیثیت کچھ نہ تھی۔ غلامی عام تھی اور غلام انسانوں سے حیوانوں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ 538ق م میں یہ علاقہ عظیم سائرس شہنشاہ ایران کے قبضہ میں آیا اور اس کے بعد سکندر یونان کا قبضہ ہوا۔ 171 ق م سے 226 عیسوی تک پارتھی حکمران رہے' جس کے بعد ایران کے ساسانی حکمرانوں کا قبضہ ہوا۔ عراق کی اشوری سلطنت کو بھی تہذیب و تمدن کے حوالہ سے بڑی شہرت حاصل ہے۔ جس کے بانی بادشاہ اشوربنی پال کے ذاتی کتب خانہ میں عہد قدیم کی تمام تحریرات کی انتہائی کوششیں کی گئیں۔

فلسطین کو بھی قدیم معاشروں میں بڑی شہرت حاصل ہے۔ یہ علاقہ انبیائے کرام کا قدیم مسکن رہا ہے۔ 3000 قبل مسیح میں یہاں پر سامی النسل لوگ آباد ہوئے۔ 2000ق م میں یہاں پر عموری قبیلے کی حکمرانی ہوئی۔ چودھویں صدی (1400ق م) قبل مسیح میں عبری اور 1200ق م میں اسرائیلی یہاں قابض ہوئے' جس کے بعد عرب یہاں پر متمکن ہوئے۔ یہ علاقہ بھی قدیم شہنشاہتوں کی تاریخ کا بڑا امین ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام' حضرت اسحاق علیہ اسلام' حضرت طالوت علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام انہی علاقوں میں خدا کی دعوت دیتے رہے۔

یہی وہ سرزمین ہے جہاں پر 1150ق م میں بائبل کی کتاب عہد نامہ قدیم کی کتابت اور ترتیب کا کام ہوا۔ 130ق م تک تمام صحیفے اس میں شامل کر لیے گئے۔ اس کے بعد تاریخی اسفار (کتاب یوشع' کتاب قضاۃ' کتاب سموئیل نبی اور سلاطین) کو بھی مذہبی تالیفات قرار دیا گیا۔ بعض دوسرے صحیفوں کو دو سو قبل مسیح میں شامل کیا گیا۔ عہد نامہ قدیم کے باقی حصوں کا تعلق ایرانی اور یونانی اقتدار کے زمانے سے ہے۔ بعض کتابوں کو یسوی اسفار محرفہ کہتے ہیں۔ ان کتابوں کا تعلق 180ق م سے ہے۔ آخر میں مکاشفات آتے ہیں' جن کی ابتدا مسیحیت سے ہوتی ہے' جبکہ یہودی انہیں نہیں مانتے۔ یہودیوں کی قانونی کتاب

مشنا ہے جو 200 عیسوی کے قریب جمع ہوئی اور عہد قدیم کی تفسیر تالمود کہلاتی ہے جس کی ترتیب 500 عیسوی کے آس پاس عمل میں آئی۔

خیر و شر کا رن یہاں بھی رہا۔ باوجود اس کثرت سے انبیائے کرام کا مسکن ہونے کے یہاں کے بادشاہوں نے عوام پر کثرت سے ظلم ڈھائے۔ لوگ ڈھور ڈنگر کی طرح ہانک لیے جاتے' اور پر کاہ کی طرح ان کا نشان مٹا دیا جاتا۔ 725 ق م سے 722 ق م تک سامریہ 'جو کہ سلطنت اسرائیل کا مرکز تھا' سرغون کے زیر تسلط آیا اور اس نے ستائیس ہزار دو سو نوے یہودیوں کو جلاوطن کر کے سلطنت اسرائیل کا قلع قمع کر دیا۔

یہودیوں نے اپنے مذہب کی بقاء کے لیے مسلح جدوجہد کی۔ جانوں کے نذرانے دیئے۔ لیکن فلسطین حاصل نہ کر سکے' اور مختلف ادوار میں دوسروں کے زیر نگین رہے' 37 ق-م میں یہاں ہیرودیس کی حکومت قائم ہوئی۔ اس نے کئی اچھے کام کئے' مگر فریسی' صدوقی اور مذہبی جنونی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہودیوں اور رومیوں کے درمیان آزادی کے لیے جنگ جاری رہی' یروشلم تباہ ہو گیا۔ 117 عیسوی میں یہودیوں نے بغاوت کی' جس پر ان کا قتل عام کیا گیا اور ان کے علاقے تباہ کر کے رکھ دیئے گئے' اور پورے علاقے میں یہودیوں کے لیے آنا اور آباد ہونا منع کر دیا گیا۔ صرف طبریہ اور بابل ہی یہودی تعلیمات کے مرکز رہے' جہاں پر پانچویں صدی عیسوی میں تالمود کے نسخے زیر ترتیب آئے۔

فونیقیہ اور شام کے ساحلی علاقے بھی تہذیب کے بڑے مرکز رہے ہیں۔ 2900 ق م سے 2000 ق م تک یہاں پر سمری اور اکادی حملہ آور ہوتے رہے۔ 1500 ق م تک یہ علاقہ بلوس مصر کے ماتحت رہا۔ 1200 ق م میں یہاں پر دوسرے علاقوں سے لوگ آکر آباد ہوئے اور یہاں پر خوشحالی نے رواج پکڑا۔ دسویں صدی ق م میں میرام یہاں کا بادشاہ تھا' جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بحیرۂ روم کی تجارت کے لیے بیڑا تیار کرنے کے لیے کاریگر مہیا کئے یہ علاقہ زراعت و تجارت کا بڑا

مرکز تھا، جس کی وجہ سے یہاں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے بڑے بڑے لشکر حملہ آور ہوتے رہے۔

یہاں پر اسی طرح شخص اور قبائلی امراء و بادشاہوں کا تسلط رہا۔ 1000 ق م میں یہ علاقہ آرامی سلطنت کے زیر نگیں آگیا ان کا قبضہ 732 ق م تک رہا۔ پھر اشوری اور بابلی یکے بعد دیگرے قابض ہوئے اشوریوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں اس علاقے کو تباہ و برباد کیا۔

ایشیائے کوچک

کا علاقہ یورپ اور ایشیا کے درمیان ایک پل کی طرح کام کرتا ہے۔ یہاں کے اصل باشندے مخلوط نسل کے تھے، جن میں آرامیوں اور مٹیوں کے خصائص زیادہ تھے۔ یہاں پر جاگیرداری نظام قائم تھا۔ حکومت موروثی بادشاہت پر مبنی تھی۔ یہ لوگ بھی دیویوں اور دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ ان کی سلطنت کا آغاز 1430 ق م سے ہوا۔ 1350 ق م میں یہاں کے بادشاہ نے رعمیس ثانی فرعون مصر کو شکست دی۔ فرجیا اور لیڈیا کے علاقوں میں بھی 1000 ق م سے بادشاہتوں کے آثار ملتے ہیں۔ ان علاقوں میں اس دور میں بھی اسپ سواری کے آثار ملتے ہیں۔ سائرس نے 457 ق م میں لیڈیا پر حملہ کر کے فتح کرلیا اور سکندر کی آمد تک حکمران رہا۔ 301 ق م میں یہ علاقے سلوکیوں اور بطموسیوں میں تقسیم ہوگئے، اور آخر میں رومیوں کا غلبہ ہوا۔ یہ تمام دور جنگ و جدل اور تاخت و تاراج کا تھا۔ عوام الناس شاہی خاندانوں کی شاہانہ عیاشیوں اور تاخت و تاراج کی مہموں میں ایندھن کا کام دیتے تھے۔ غلامی کی بدترین شکل یہاں مروج تھی۔ کھیتی باڑی میں یہی غلام محنت کشی کا کام کرتے، جبکہ پیداوار پر بھاری لگان نافذ ہوتا جو حکمرانوں کے لیے بزور قوت وصول کیا جاتا۔

خطہ ایران

بھی تہذیب قدیم کا بہت نامور علاقہ ہے۔ یہاں کی قدامت کے آثار کوئی پانچ ہزار ق م کے ملتے ہیں، جب یہاں کے لوگوں میں تانبے کے استعمال اور مٹی کے برتنوں پر تصویریں بنانے کے رجحانات عام تھے۔ 3000 ق م میں یہاں عیلامیوں کو عروج ملا۔ 1600 ق۔م میں کسی عروج پاگئے اور چار سو سال تک

حکمران رہے' پھر آریاؤں کا غلبہ ہو گیا۔ جن کی اولاد یورپ اور ہندوستان میں جا کر غالب آئی۔ یہاں کے لوگوں کا مذہب سورج دیوتا کی پوجا تھی۔ ایران کے پہلے بادشاہ کشتاسپ نے پہلے زرتشت مذہب قبول کیا۔ اس کے قدیم بھجن "اوستا" کے نام سے مرتب ہوئے۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا ایک ہے اور دنیا میں خیر و شر کی دو قوتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ جو شخص خیر کے دیوتا کے احکام مانے گا وہی نجات پائے گا۔ خیر کے دیوتا کو ھرمزد یعنی خدائے عقل کہا جاتا ہے' جبکہ باطل کے دیوتا کو اہرمن یعنی شیطان کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ خطہ بھی سمیریوں' رکادیوں' عیلامیوں اور بابلیوں کی فوجی تخت و تاراج کا نشانہ رہا اور اس میں بنی نوع انسان سے بھری بستیوں کی بستیاں قتل و غارت اور آتش زنی کی نذر ہو گئیں۔ 550ق-م میں یہاں پر سائرس اعظم حکمران ہوا اور ایک وسیع علاقے میں حکمرانی کو پھیلانے میں کامیاب رہا۔ ایشیا میں اس کی یہ پہلی بڑی شہنشاہی تھی۔ 530 ق م میں سائرس ترکستانی قبیلوں سے لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا گیا۔ سائرس کے بعد سب سے بڑا بادشاہ دارا کشتاسپ تھا جو 521ق م سے 485ق م تک حکمران رہا۔ اس نے رفاہ عامہ کے لیے کافی کام کیا۔ اہل یونان سے اس کا مقابلہ ہوا اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری مقابلہ یہاں کے داراسوم سے سکندر اعظم کا ہوا' جس میں یہ علاقہ یونانی مقبوضات میں چلا گیا۔ سکندر یونان کا ایک نوجوان بہادر سپوت تھا' اس کی فوج کے سامنے جو شہر آیا' اس نے اس کے رہنے والوں کو کبھی زندہ نہ چھوڑا اور مقابلے میں آنے والے علاقوں پر وہ قہر برسایا کہ ان کی تباہی و بربادی تاریخ میں عبرت ناک نشان بن گئی۔ سکندر نے ایرانی محلوں کو آگ لگا دی۔ ایرانی بادشاہ کو فوجیوں نے خود پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ ایران کو فتح کرتا ہوا سکندر برصغیر میں آنکلا۔

برصغیر ہند

میں قدیم تہذیب کی راجدھانیوں کے آثار تین ہزار قبل مسیح تک کے ملتے ہیں۔۔ وادی سندھ کی تہذیب میں ہڑپہ' موہنجوداڑو اس

کے بڑے مرکز ہیں۔ یہ علاقہ بھی آریوں کی یورش سے آریہ ورت بنا اور یہاں کے سیاہ فام دراوڑی جنوب کی طرف جان بچا کر نکل گئے۔ دو ہزار قبل مسیح سے 1200 ق م کے تاخت و تاراج اور جنگ و جدل کی یہ یورشیں اس علاقے کے لوگوں کے لیے قیامت خیز بنی رہیں۔ 1200 ق م سے 550 ق م تک یہاں آریہ قابض رہے۔ یہ لوگ مظاہر پرست تھے۔ ان کا سب سے بڑا دیوتا اندر تھا۔ جسے وہ ہوا اور طوفانوں کا دیوتا کہتے تھے۔ اگنی دیوی قربانیوں کی دیوی تھی۔ قربانیوں پر پڑھے جانے والے منتر رگ وید کی صورت میں 1200 ق م سے 1000 ق م کے عرصہ کے درمیان مرتب ہوئے۔ اس کے بعد شام وید ' یجروید اور اتھروید مرتب ہوئے۔ قبائلی نظام پر مشتمل ان کی آبادیاں کاشتکاری اور کھیتی باڑی کا بہت بڑا مرکز تھیں۔ بالغوں کی شادیوں کا رواج تھا۔ یہ قبائل آپس میں اور دیگر قبائل سے ہر وقت لڑائی جھگڑوں میں برسرپیکار رہتے اور اس طرح ان کے معاشرے انسانی جانوں کے بے جا قتل ' تشدد اور تضحیک کے مسکن تھے۔ باہمی احترام انسانیت کی بنیاد پر نہ تھا۔ ہر زبردست اپنے زیریں کے لیے آقا و مالک تھا۔ ذات پات کا نظام مذہبی طور پر پروان چڑھا۔

اول برہمن جو مذہبی پروہت و پیشوا ہوتے ' دوم چھتری یعنی سپاہی جو زور آوری اور جنگ بازی میں زبردست ہوتے ' چوتھا گروہ شودروں کا تھا جن میں مقہور و مجبور غلام شامل تھے ' یہ زیادہ تر پہلے مقامی باشندے تھے۔ ان کے رنگ کالے تھے اور انہیں عام آبادیوں سے دور رکھا جاتا۔ مذہبی پیشواؤں اور سپہ گروں کے اتحاد نے اس معاشرے کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا اور وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔ کوئی مذہبی رسم مذہبی پیشواؤں کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی تھی۔ برہمنوں کے اس ظالمانہ اقتدار کے خلاف نفرتوں نے ابھرنا شروع کر دیا۔ چھٹی صدی ق م میں شودروں کے اندر جینی تحریک نے زور پکڑا اس کا بانی چار حلف لیتا۔

(1) کسی جان کو نقصان نہیں پہنچانا۔ (2) چوری نہیں کرنا۔ (3) ہمیشہ سچ بولنا۔ (4) اور کسی شے کو اپنی ملکیت نہیں بنانا بعد میں شادی نہ کرنا اور نجی سے درویشی اختیار کرنا بھی اس

تحریک کا خاصہ بن گیا۔ یہ سابق نظام کی قباحتوں سے عملی نفرت کا اظہار تھا کہ لوگ دوسری انتہا کو قبول کرنے پر تیار ہو گئے تاکہ انسان مادی دنیا کے جلال سے نجات پا کر غیر فانی ہو سکے۔ اس دور میں دوسری تحریک ساکیا قبیلے کے راجہ کے بیٹے گوتم راج پاٹ نے شروع کی۔ تاج و تخت چھوڑ کر درویش بن گیا اور نجات کی راہ میں چلتے چلتے مہاتما بدھ بن گیا۔

اس کا کہنا تھا کہ برہمنوں کا پیدا کردہ نظام اور سنیاس دونوں بے اثر ہیں۔ نجات ہر انسان کی اپنی کوشش پر موقوف ہے' اس لیے ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر غور فکر کرے اور معرفت حاصل کرے۔ اس کے اخلاق بلند ہونے ضروری ہیں۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے اس معاشرتی بحران میں دارا گشتاسپ شاہ ایران اس علاقہ پر چڑھ دوڑا اور گندھارا پر قابض ہو گیا۔

327 ق م میں سکندر یونان پر حملہ آور ہوا۔ دریائے سندھ کو عبور کر کے ٹکسلا اور پھر دریائے جہلم کے کنارے راجہ پورس سے نبرد آزما ہوا اور پھر آگے بڑھتا اور بستیوں کی بستیاں تاراج کرتا ہندوستان کے آخری مشرقی گوشے تک جانے لگا کہ فوج واپس جانے پر مصر ہو گئی چنانچہ واپس ہو گیا۔ 321 ق م میں موریہ سلطنت پروان چڑھی۔ اس سلطنت کے بانی چندر گپت موریہ نے شمالی ہندوستان کو متحد کیا۔ 274 ق م میں یہاں مہاراجہ اشوک ہوا' اس نے کلنگا (موجودہ اڑیسہ) فتح کیا اور اس لڑائی میں اتنے انسان قتل ہوئے کہ اشوک نے خونریزی ترک کر کے بدھ مت کو قبول کر لیا۔ باقی عمر رعایا کی خدمت اور بدھ دھرم کے پرچار میں گزار دی۔

آریاؤں کے زمانے میں دو اہم تصانیف سامنے آئیں' جنہیں مذہبی کتب کی حیثیت مل گئی (1) مہابھارت (2) رامائن۔ رامائن میں رامچندر کے واقعات زندگی درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بیٹے' بھائی' بیوی اور فرمانروا کے لیے مثالی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ جبکہ مہابھارت کا سب سے اہم حصہ بھگوت گیتا ہے۔ کرشن جی کا ایک اپدیش (وعظ) ہے اور اس کے علاوہ کورو اور پانڈوں کی تھانیسر کے مقام پر ہونے والی لڑائی کا حال بیان کیا گیا ہے۔

184 ق م میں موریا سلطنت ختم کر کے باختر کے یونانی بادشاہ قابض ہو گئے۔ برصغیر ہند کی ساری سرگزشت اس بات کی شاہد ہے کہ انسان کا دھرم انسان کی حرمت سے خالی رہا۔ ہر دور میں انسان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا' عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں' بستیاں اجاڑی گئیں' طبقاتی تقسیم کی گئی لیکن کبھی انسان دوستی اور بھائی چارے کی فطری آواز کو حکمرانوں نے نہیں سنا۔ اپنے اقتدار کی بھوک انہوں نے اپنے انسان بھائیوں کے استحصال اور قتل و خون سے داغدار کر کے بجھائی۔

چین

قدیم حجری دور کی تہذیبوں میں بحرالکاہل کی تہذیب کے نشان چین کی سرزمین پر ملتے ہیں۔ 841 ق م سے قبل کی بستیوں اور ملکوں کے احوال کا اگر پتہ لگایا جائے تو بہت کم مواد ہاتھ آتا ہے۔

لیکن اس دور کے حکمرانوں کے احوال ان کی شخصی بادشاہتوں سے کسی طرح مختلف نہ تھے۔ ان کی باہمی لڑائیاں اور آویزشیں بھی انسانی خون سے تر بتر ہیں۔ 1000 ق م کے آس پاس جو خاندان حکمران تھے' ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربانیوں کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔ 485 ق م سے 307 ق م تک علاقائی حکمرانوں کی باہمی لڑائیوں نے اس خطہ کو جہنم زار بنائے رکھا اور اپنے اپنے اقتدار کے علم لہرائے' تاہم اس دور میں چار اخلاقی دبستان تصنیف ہوئے

1۔ لاؤزو: اس کے مطابق انسان کائنات کا ایک جزو ہے اور آسمانی قانون کے تابع ہے اور اس کی اپنی فطرت اس کے لیے بہترین اخلاق ہے

2۔ موئی: یہ محبت' امن اور کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے اور کہتا تھا کہ داناؤں کو عمل کے خاص معیار پیش کرنے چاہئیں

3۔ کوانگ چو یا کنفیوشس: اس کی تعلیم تھی کہ انسان کو سوچ سمجھ اور ضبط نفس سے کام لینا چاہیے' اس طرح ہی اس کے سارے اعمال درست ہو سکیں گے۔ علم حاصل

کرے، اخلاق بلند رکھے، شفقت و انصاف کی بنیاد پر عام لوگوں کو راہ راست پر چلائے اس کے دانشمندانہ اقوال ایک صدی بعد مرتب ہوئے اور اسے چین کے سب سے بڑی فلسفی اور معلم اخلاق ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔

4۔ __شن کوانگ یا شزو:__ اس کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے اور اپنی عادتیں درست رکھنی چاہئیں۔ اس کا کہنا تھا کہ انسانوں کو جبر سے بھی قواعد و ضوابط کا پابند رکھنا جائز ہے۔ اس تہذیب کو تصویری خط کے ایجاد کرکے لکھنے، کاغذ کی ایجاد اور کپڑے بننے وغیرہ میں اولین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہاں کے عام انسان محنتی، جفاکش اور باہمی محبت سے رہنے والے تھے۔ لیکن ان پر بڑے ظالم حکمران آئے، جنہوں نے اپنے اقتدار کی خاطر انسانوں کا قتل عام کیا۔ تمام بادشاہ اپنی دولت اور مملکت بڑھانے کے لیے لوگوں پر سختیاں کرتے اور عبرت ناک اذیتیں دیتے اور کوئی بھی ان سے ان مظالم کا حساب کتاب لینے والا نہ ہوتا تھا۔

یونان

کا علاقہ بھی تہذیب قدیم کا بہت بڑا مرکز ہے۔ ملک زیادہ تر کوہستانی تھا اور اس میں کھیتی باڑی کے امکانات زیادہ نہ تھے۔ زیادہ تر سمندر میں گھرے ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگ ملاحی اور بحرپیائی کے ماہر تھے۔ اس لیے ان کا زیادہ تر روزگار تجارت تھا اور ان کی بستیاں خود مختار شہری بستیاں تھیں۔ یونان کے مشرقی ساحل پر مشہور بندرگاہیں تھیں۔ اہل یونان سے پیشتر جزیرہ کریٹ تہذیب کا مرکز تھا۔ اس کا دور تقریباً 4000 ق م تک قدیم ہے۔ مٹی کے برتنوں کی صنعت کو یہاں بڑا فروغ حاصل تھا۔ 3000 ق م سے 2000 ق م تک کے دور میں کوہستانی قبیلوں نے جنوبی سمت میں نکلنا شروع کردیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ آمدورفت بڑھنے لگی، طاقتور کمزور قبیلے کو دھکیل کر رخصت کردیتا اور خود قابض ہو جاتا۔ اور اس طرح شروع میں قائم ہونے والی بادشاہیاں تھیں۔ جن میں طاقت و جبروت کا مرکز ان کے امیر یا بادشاہ ہوتے۔ ان کے پاس اعلیٰ قسم کے فولادی ہتھیار تھے جن کی وجہ سے غریب دہقانوں کو ذرا دھمکا کر سب کچھ

ان سے ہتھیالیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محنت کشی کا کام ٹھنڈا پڑ گیا اور پیداوار کم ہونے لگی لوگ نقل مکانی کرنے لگ گئے اور اس طرح 800 ق م سے 600 ق م تک ایشیائے کوچک، سسلی، اٹلی اور شمالی افریقہ وغیرہ میں بہت سی یونانی نوآبادیاں قائم ہو گئیں جہاں تجارتی روابط استوار ہوئے۔ 650 ق م کے قریب یونان پر ظلم و جبر کا شدید دور آیا امراء نے بے زمین تاجروں اور صنعت کاروں کو برابر کا سیاسی درجہ دینے سے انکار کر دیا کسانوں پر دولت مندوں نے سخت ظلم و ستم شروع کر دیا، قرضے بڑھ گئے اور مقروضوں کو جان بچا کر غلامی قبول کرنا پڑی یا وہ ملک چھوڑ کر کہیں دور نکل گئے۔ سرمایہ داروں نے اس بے چینی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشیاء کی قیمتیں اور بڑھا دیں، تاکہ قائم شدہ امراء کی حکومتوں کے خلاف نفرت بڑھے اور ارباب استبداد برسراقتدار آ جائیں۔ نتیجہ وہی ہوا، امراء سے اختیارات چھین لیے گئے اور مقتدر قوتوں نے عوام کو خوش رکھنے کے لیے میلوں ٹھیلوں اور تفریحی پروگراموں کا سرعام اہتمام شروع کر دیا

506 ق م ہی میں دارا گستاسپ اور یونان کے بادشاہ کے درمیان تعلقات سرد مہری سے نکل کر جنگ پر منتج ہوئے۔ میراتھان کے مقام پر لڑائی ہوئی اور ایرانیوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، جس سے یونان کے بادشاہ کا حوصلہ اور بلند ہوا اور اس نے جلاوطنی کا قانون نافذ کر دیا۔ جس کے تحت کسی بھی شخص کو ملک دشمنی کے الزام میں ملک بدری کا پروانہ دے کر نکال باہر کیا جاتا۔ اس سے یہاں کے عوام میں شدید الجھنیں پروان چڑھنے لگیں۔ 337 ق م میں دوبارہ فیلقوس نے ایران سے الجھاؤ پیدا کر لیا، جس کے نتیجہ میں وہ خود مارا گیا اور اس کے بعد 336 ق م میں اس کا بیٹا سکندر تخت نشین ہوا۔

334 ق م میں بتیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ یہ جوان تسخیر ایشیا کے لیے نکلا۔ اس کے ساتھ چھوٹے بڑے ایک سو ساٹھ جہاز تھے۔ ایران فتح کیا، ترکستان فتح کیا اور پھر ہندوستان جا کر وہاں پر فتح کے پھریرے لہرائے۔ مزید بڑھنا چاہتا تھا کہ فوج دم ہار گئی، چنانچہ فوراً واپسی کا سفر باندھا۔ وہ 13 جون 323 ق م کو 32 سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ مشرقی دنیا میں اس نے اپنے نام سے پچیس نئے شہر آباد کیے۔ اس کے جانشین نااہل

تھے' اقتدار کی سرکشی میں باہم دست و گریبان ہو گئے اور اس کشاکش نے ان کے اقتدار کی چولیں ہلا دیں اور ایک عظیم سلطنت چھوٹی چھوٹی سی ریاستوں میں بدل گئی 64 ق م میں روم کے جرنیل پومپی نے اس اقتدار کا خاتمہ کر دیا یونان میں اقتدار کی باگ دوڑ اگرچہ اہل علم کے ہاتھ رہی' تاہم عوام کی بے اختیاری' افراد کی جفاکشی اور ستم شعاری نے اس اقتدار کو اندرونی طور پر بڑی حد تک کھوکھلا کر دیا تھا' لیکن اقتدار کے ایوانوں میں جب تک قوت اور حکمت کا غلبہ رہا' اندرونی کمزوریاں دبی رہیں' لیکن جونہی ایوان اقتدار میں رسہ کشی اور باہمی آویزش کو رواج ہوا' ان کے اقتدار کی دوڑ سکڑنے لگی اور جلد ہی یہ عظیم سلطنت منہ کے بل آگری۔

سکندر کی فتوحات نے یونانی ثقافت کی ہمہ گیر اشاعت کا اہتمام کیا۔ مقدونوی فوج دراصل مقدونوی عوام کی فوج تھی اور وہ لوگ بادشاہ کے سامنے جھکنے پر اس طرح آمادہ نہ ہوئے جس طرح دوسرے لوگ جھکتے ہیں۔ سلوکیوں نے مقدونوی آبادکاروں کو خاص عادتیں دیں۔ اسکندریہ کی آبادی میں خاصی تعداد یہودیوں کی تھی انہوں نے تیسری صدی میں عبرانی بائبل کا ترجمہ یونانی زبان میں کرایا۔ علم سیاحت میں اقلیدس' ہیئت اور جغرافیہ میں ابرانوستھینز' طبیعات میں ارشمیدس نے خاص طور پر بڑے علمی کمالات انجام دیئے۔ وقت کی روحانی ضرورتوں نے دو دبستانوں کو جنم دیا۔ ایک دبستان زینو کا تھا' جس کی تعلیم رواقی معروف تھی۔ اس کا نقطہ نظر یہ تھا کہ نیکی اور نیک عملی ہی انسان کے لیے راحت و آسودگی کا حقیقی ذریعہ ہیں۔ دوسرا دبستان اپیکیورس کا تھا اس کا فلسفہ یہ تھا کہ تنہا جسمانی لذت روح کے سکون کا ذریعہ نہیں بن سکتی' اس کے لیے نیکی پر کاربند ہونا لازمی ہے۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا پر "عقل کل" حکمران ہے جس میں سب شریک ہیں لیکن بعد میں رواقیت کے پیروکار مبالغہ میں پڑ کر ختم ہو گئے اور اپیکیورس کے پیرو لذتی بن گئے اور ان کا نصب العین کھاؤ پیو اور عیش کرو بن گیا

یونان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں پر جمہوریت زیادہ رائج رہی شاہوں کے

خدائی حق اور عوام کی مجبور و مقہور وفاداری کبھی رواج نہ پاسکی۔ یہ جمہوریت ان کے مزاج میں چھائی ہوئی تھی۔ کئی دفعہ حقوق و مراعات یافتہ طبقہ نے ظلم و جبر کے پنجے گاڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے قدم تو نہ جما سکے لیکن ایک بڑی سلطنت کو راجدھانی میں منقسم کرکے اس کا شیرازہ بکھیر گئے۔

یہ صحیح ہے کہ انتہائی جمہوریت کی عمارت غلامی کے سہارے کھڑی تھی۔ جب یہاں کی ملوکیت اپنے کمال پر تھی تو ایک لاکھ شہریوں کے گرد تین لاکھ پینسٹھ ہزار غلام دست بستہ کھڑے تھے۔ ان غلاموں کی حالت زار بڑی حد تک ناقابل برداشت تھی۔ زرعی غلام، کاشتکار، صنعتی غلام اپنے مالک کا مددگار تھا۔ یہاں کے غلاموں کو بڑی آزادی حاصل تھی لیکن بالاخر یونان جس قوت سے نفرت کرتا تھا، اسی سے مغلوب ہوگیا۔ اس کے اکابرین نے کوشش کی تھی کہ تمام رواجات و مفروضات الگ پھینک دیں اور ذہن انسانی کو صرف عقلی فکر کی بنیاد پر تعمیر کریں۔ یہ کوشش ایک ایسے زمانے میں کی گئی جب وحشیانہ جہالت و لاعلمی سے ابھی بمشکل نجات ملی تھی۔ ان لوگوں کے پاس کوئی بنیاد کوئی حقائق اور کوئی باضابطہ تجربہ موجود نہ تھا۔ افلاطون کی چمک دمک شاندار تھی۔ یونان نے مشرق کے وحشیانہ جھوٹے گوٹے کو طلائے خالص بنایا لیکن مشرق نے یونان کے زیوروں پر قبضہ کرکے انہیں پھر صوفیانہ اور باطنی جالوں میں بن کر اپنی لادرتیوں اور ندہیاتی علم میں گم کرکے راہ گم کردیا۔

روم

ہزاروں سال قبل دریائے ٹائبر کے کنارے پر بازار بن کر ابھرا، جہاں آس پاس کے زمین دار اپنا سامان بیچتے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتے پھر ان کے اردگرد کچھ مکان ابھرنا شروع ہوئے اور پھر یہی ابھرتے مکان ایک نئے شہر "روم" کے نام سے معروف ہوئے۔ اس شہر سے دور کئی دیگر شہر بھی آباد تھے۔ جنوب کی طرف بندرگاہیں تھیں، جن میں یونانی رہتے تھے۔ شمال کی طرف جو شہر تھے ان میں "ایرسکن" بستے تھے۔ اور "ایرسکن" کے بادشاہ ہی مدت دراز تک روم پر حکومت کرتے

رہے۔ یہ لوگ دوسرے ملکوں سے تجارت کرتے تھے، یونان کے ساتھ بھی ان کی تجارت تھی۔ لیکن اڑوس پڑوس کے ملکوں سے لڑائیوں نے ان کو کنگال اور کمزور کر دیا تو رومی زمین داروں نے موقع غنیمت سمجھ کر ان کے شہروں پر قبضہ کرلیا، اور حرص اقتدار بڑھنے لگی۔ آہستہ آہستہ قریب کے علاقوں پر بھی چڑھائی کرکے اپنے مقبوضات میں شامل کرنے لگے۔ اس طرح سو سال کے عرصہ میں آجکل کے اٹلی کے سارے علاقے پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ رومی جہاں چڑھائی کرتے، اگر وہ مزاحمت نہ کرتے تو انہیں دوست بنا کر اپنے ساتھ فوج میں شامل کرلیتے، ورنہ ان کی عورتوں، بچوں اور ضعیفوں تک کو قتل کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ فصلیں اور گھربار آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتے۔ اس کا نظام حکومت امرا کے لیے آزادی اور غریب کسانوں کے لیے شدید تکلیف دہ تھا۔ امرا اپنے اثر و رسوخ سے ٹیکس سے بچ جاتے لیکن غریب کسانوں کو ٹیکس سے چھٹکارا نہ تھا۔ جنگوں میں لڑائی کرنا ان کے لیے لازمی تھا جس کی وجہ سے کئی کئی ماہ انہیں گھر سے باہر رہنا پڑتا۔ اور اس طویل غیر حاضری میں ان کی زمینوں میں کاشت تک نہ کی جاتی۔ زمینیں بنجر ہو جاتیں۔ لیکن ان کا ٹیکس ہر حال میں انہیں ادا کرنا ہوتا۔ ٹیکس ادا نہ کرسکتے تو ان کی زمینیں امرا چھین لیتے کاری گروں کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ ان کے لیے تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جبکہ امرا کے کھلے اور کشادہ محل تھے اور ان کے بچوں کے لیے تعلیم کا بے شمار مواقع تھے۔

264 ق م میں روم کی قرطاجنہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی تیس سال جاری رہی۔ روم اور قرطاجنہ کا کوئی شہری ایسا نہ تھا جو ان لڑائیوں سے متاثر نہ ہوا ہو۔ رومی سمندر کو پسند نہ کرتے تھے، اب انہیں سمندری جہازوں پر کھڑے ہو کر لڑنا پڑا۔ اٹلی میں رہنے والوں پر ان لڑائیوں کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ قرطاجنہ کی فوج کا سپہ سالار "ہنی بال" تھا رومیوں نے کئی بار اس کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج بھیجی لیکن ہر بار مار پڑی۔ ہنی بال پندرہ سال تک رومیوں کو ناکوں چنے چبواتا رہا۔ اس کی تباہ کن فوج کے ہاتھوں سے کوئی قصبہ اور کھیت تباہ ہونے سے نہ بچا۔ قرطاجنہ کی فوج لڑتی لڑتی اپنے مرکز سے بہت دور آ گئی آخری لڑائی افریقہ میں لڑی جہاں عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بڑی شرمناک

شرطوں پر رومیوں سے صلح کرنا پڑی ۔ سسلی کو چھوڑ دینے اور دس سال میں تین ہزار دو سو ٹیلنٹ کی رقم بطور تاوان ادا کرنے کا معاہدہ کیا ۔ قرطاجنہ کے بہت سارے لوگ غلام بنے اور رومیوں نے جی بھر کر ان پر مظالم کئے ۔ ان کی دولت اور سامان کو لوٹ لیا اور شہروں کو آگ لگادی ۔ جلے ہوئے شہروں اور کھیتوں پر نمک بکھیر دیا تاکہ وہاں پر کوئی فصل نہ اگ سکے ۔

روم نے لڑائی تو جیت لی لیکن مسلسل جنگ نے اس کی اپنی حالت بھی خراب کر دی ۔ لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے ۔ لوگ غریب ہو گئے ۔ فاقوں کی نوبت آگئی ۔ ہر گھر میں خوف و شکست کے سائے لہرانے لگے ۔ لیکن فتح نے ایک بار پھر بھوکے پیٹوں عوام کو نہال کر دیا ۔ امرا نے لوٹی ہوئی دولت سے داد عیش دی جبکہ غریب عوام کو کھیلوں اور تماشوں میں ڈال کر ان کو بھوک سے بے نیاز کئے رکھا ۔ آہستہ آہستہ مزید ممالک بھی بغیر کسی لڑائی کے روم کی حکومت کے زیر نگیں آنے لگے ۔ اور طاقت میں ایک دفعہ بڑا اضافہ ہو گیا ۔ جو کوئی بادشاہ مقابلہ کرتا' اسے شدید قتل و غارت اور ہولناک تباہی سے واسطہ پڑتا اور جو بادشاہ صلح کرلیتا' اسے ذلت آمیز انداز میں پابہ زنجیر بازاروں میں گھمایا جاتا ۔ ان کے تمام خزانے اور دولت کے ذخیرے قبضہ میں لے لیے جاتے ۔ اور کچھ عرصہ قید میں رکھنے کے بعد انہیں قتل کر دیا جاتا ۔ مصر' بحیرۂ روم اور ہندوستان کے درمیان کے مشرقی ملک کریٹ اور یونان سب کے سب رومی قبضہ میں تھے ۔

218 ق م میں اہل قرطاجنہ سے دوسری لڑائی ہوئی ۔ ہنی بال نے اٹلی پر حملہ کر دیا ۔ تاکہ رومیوں کو ان کے گھر میں خوفناک شکست سے دوچار کیا جائے ۔ چنانچہ اس نے فوج لے کر ہسپانیہ سے کوچ کیا اور جنوبی فرانس سے گزرتا ہوا کوہستان ایلپس کو عبور کرتا ہوا شمالی اٹلی میں داخل ہو گیا ۔ تاریخ قدیم میں یہ فوجی اقدام انتہائی حیرت انگیز مانا جاتا ہے رومیوں نے دو فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے بھیجی تھیں' ہنی بال نے انہیں تباہ کر ڈالا پھر وہ اٹلی کے مشرق ساحل کی طرف بڑھا ۔ اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ اٹلی کے باشندوں کو روم کے

خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جاتا۔ لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ 216 ق م میں رومیوں نے چھیاسی ہزار فوج ہنی بال کے مقابلے کے لیے بھیجی۔ لیکن رومیوں کو اس وقت مختلف اطراف میں مقدونیہ، سسلی اور ہسپانیہ میں بیک وقت مقابلے کا سامنا تھا۔ اس لیے انہیں اپنے مقبوضات میں اطمینان کی شکل پیدا کرنے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔

قرطاجنہ سے ہنی بال دور آکر کمک سے محروم ہو گیا۔ اس کا بھائی جو ہسپانیہ سے کمک لے کر اس تک پہنچنا چاہتا تھا' اسے رومیوں نے لڑائی میں الجھا دیا۔ 211 ق م میں رومیوں کے جرنیل پی ادا نے پورے ہسپانیہ کو اہل قرطاجنہ سے پاک کر کے رکھ دیا۔ اور نیولیڈیا کے بادشاہ سے معاہدہ کر لیا کہ وہ مشرق کی طرف سے قرطاجنہ پر حملہ کر دے۔ 204 ق م میں وہ فوج کو لے کر افریقہ پہنچ گیا۔ اور قرطاجنیوں کے گھر میں لڑائی شروع کر دی۔ حکومت قرطاجنہ کو فوراً ہنی بال کو واپس بلوانا پڑا۔ اور اس طرح وہ 202 ق م میں زاما کے مقام پر عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔ اہل قرطاجنہ کی پوری فوج تباہ ہو گئی۔ ہنی بال جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور ایشیائے کوچک جا پہنچا۔ 201 ق م میں قرطاجنہ نے رومیوں کی تمام شرطیں مان کر صلح کر لی۔ شرطیں یہ تھیں۔

1۔ قرطاجنہ ہسپانیہ اور بحیرہ روم کے تمام جزیروں سے دستبردار ہو جائے۔

2۔ صفاکس مشرقی نیولیڈیا کے حوالہ کیا جائے۔

3۔ پچاس سال تک خراج ادا کیا جائے جس کی مقدار دو سو ٹیلنٹ سالانہ ہو گی۔

4۔ دس جنگی جہازوں کے علاوہ تمام جہاز تباہ کر دیئے جائیں

5۔ روم کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ شروع نہ کی جائے۔

قرطاجنہ والے صلح کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے' اس لیے شرمناک شرائط بھی مان لیں لیکن اہل روم کو ان کی زندگی بھلی نہ لگی چنانچہ 149 ق م میں معمولی بہانہ بنا کر دوبارہ قرطاجنہ پر حملہ آور ہو گئے' شدید اور لمبے محاصرے کے بعد قرطاجنہ پر قبضہ کر لیا تمام شہر کو آگ لگا دی گئی۔ مردوں کو قتل کر دیا گیا اور زیادہ تر خود آگ میں جل مرے۔

عورتیں بچے اور ضعیف بھی زیادہ تر آگ کی نذر ہوئے۔ صرف وہ چند جنہیں رومی غلام بنا کر لے گئے اپنی جانوں کو بچا سکے۔

اہل روم نے اس کے علاوہ کئی علاقوں پر یورشیں کیں' کئی علاقوں پر قبضے کیے۔ جن میں سب کا ذکر کرنا نہایت ہی طوالت کا باعث ہو گا۔ لیکن ان لڑائیوں نے مقبوضات کے مکینوں پر جو مظالم ڈھائے' وہ بربریت و ہولناکی کا انتہائی کریہہ منظر تھے۔ مثلاً کارتھیج سے تین مرتبہ لڑائیاں ہوئیں اور چار سال تک جاری رہیں۔ ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن میں ایک ہزار رومی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ جنگی یورشیں اس طرح اہل روم کی بھی بہت سی ہلاکتوں کا سبب بنیں۔ امراء نے بڑی بڑی جاگیریں بنائیں جبکہ غریب نان جویں کو ترسنے لگے۔ چنانچہ دو بھائیوں ٹائی بیریس گریک اور کیس گریک نے غریبوں کی حمایت میں آواز اُٹھائی اور زمینوں کی ملکیت کو محدود کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ غریبوں کو بھی کچھ نہ کچھ زمین مل سکے۔ چنانچہ ان کی مساعی سے قانون پاس ہوا اور تین سو بارہ ایکڑ سے زیادہ اراضی واپس لے کر غریبوں میں بانٹ دی گئی۔ اگر زمین دار کے بیٹے ہوں تو اسے مزید اڑھائی سو ایکڑ اراضی رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اسی دوران ایک چھوٹی سی بادشاہت کا تاجدار فوت ہوا تو اس کی ساری اراضی بھی روم کے ہاتھ لگ گئی' چنانچہ وہ ساری اراضی بھی غریبوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس امر سے امرائے روم ان دونوں کے مخالف بن گئے اور بڑے بھائی کو قتل کر دیا گیا۔ تاہم چھوٹے بھائی نے تحریک جاری رکھی اور ایسے قوانین بنوائے جن سے غریبوں کو فائدہ پہنچ سکے۔ آخر یہ قانون پیش کر دیا کہ ایشیا کے تمام صوبوں میں نقد ٹیکس منسوخ کر کے پیداوار کا دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کیا جائے۔ تین نئی تجارتی آبادیوں کی بنیاد رکھی' جن میں صرف سابق فوجی اور غلاموں کو قیام کی اجازت دی اور ایک قانون یہ منظور کیا کہ حکومت مناسب نرخ پر غلہ کی فراہمی کا انتظام کرے تاکہ عام لوگ غلہ کی قلت کا شکار نہ ہوں' چنانچہ امرائے حکومت نے اس کے خلاف بھی کمر کس لی اور اسے بھی قتل کر دیا گیا

روم کے شمال میں ایک "گال" نامی قوم آباد تھی' یہ قبائل میں بٹی قوم تھی یہ لوگ نڈر اور بہادر تھے اور چھوٹے چھوٹے قصبوں میں ہی رہتے تھے رومیوں نے ان پر حملہ کر دیا تو انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنگلوں' دریاؤں اور میدانوں میں ہر جگہ انہوں نے روم کی فوج کو ناکوں چنے چبوائے لیکن ایک منظم فوج کے مقابلے میں زیادہ عرصہ تک نہ ٹک سکے۔ ایک ایک قبیلہ آہستہ آہستہ لڑائی میں ختم ہو گیا جو لوگ ہاتھ آئے انہیں رومیوں نے پابہ زنجیر بازاروں میں گھمایا اور بڑی اذیت ناک سزائیں دے کر انہیں قتل کر دیا۔

رومی وسیع و عریض سلطنت کے مالک تو بن گئے' لیکن تمام علاقوں کا نظم و ضبط بحال نہ رکھ سکے۔ دور دراز کے لوگوں میں یہ احساس جڑ پکڑ گیا کہ اہل روم کو صرف ملک فتح کرنے کا شوق ہے اور انہیں بعد میں عوام سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی ۔ چنانچہ آہستہ آہستہ لوگوں نے رومی قانون سے بغاوت کرنی شروع کر دی۔ سمندروں کا سفر اور راستوں پر قافلوں کا نکلنا لیٹروں نے دوبھر کر دیا۔ شہروں کے گلی کوچوں میں دن دیہاڑے دنگا فساد اور قتل و غارت عام ہونے لگا۔ روم کی ساری قوت جرنیلوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی جبکہ رومی اقتدار طوائف الملوکی اور باہمی انتشار کا شکار ہو گیا تھا فوجی جرنیل جو چاہتے' حکم دیتے اور اپنا حکم منوا کر رہتے۔ چنانچہ اسی ماحول میں جولیس سیزر فوجی جرنیل جب فتوحات سے لوٹ کر واپس آیا تو اس نے اٹلی میں اپنی فوج چھوڑنے کی بجائے روم پر چڑھائی کر دی اور حکومت قبضہ میں لے لی اور ڈکٹیٹر بن گیا اس سے پہلے جمہوری قوانین جو نافذ تھے ختم کر دیئے۔ لیکن شومئی قسمت 15 مارچ 44 ق م کو جب جولیس سیزر کو شاہی خلعت پہنائی جانے والی تھی' جمہوریت کے حامی لوگوں نے سازش کر کے اسے قتل کر ڈالا سازشیوں میں سیزر کا دوست بروٹس بھی شامل تھا اس طرح روم اندرونی انتشار کی ہولناک سازشوں کا شکار ہو گیا اب اقتدار دنوں اور مہینوں میں ایک سرے سے دوسرے سر تک گھومنے لگا۔ 31 ق م میں اوکٹیوین روم میں مستقل حکومت بنانے کا میاب ہو گیا اس

وقت اس کی عمر بمشکل بتیس سال تھی اس نے خاص حالات کے تحت خصوصی اختیارات اپنے قبضے میں لے لیے تھے۔ سینٹ نے اس امر کی تصدیق کردی اوکٹیوین نے جمہوریت بحال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن یہ وعدہ بوجوہ ملتوی ہوتا رہا اور سارے اختیارات اسی کے ہاتھ میں رہے۔ سینٹ کی طرف سے رسمی تجدید ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اسے آگسٹس کا لقب دے دیا گیا۔ اس کا کوئی نسلی طور پر جانشین نہ تھا۔ جو جانشین بنا وہ اس کی دوسری بیوی کا بیٹا تھا۔ اس نے حکومت کا نظم وضبط بحال کردیا' جرمنوں کو شکست دی اور پوری سلطنت میں امن بحال کردیا۔ اسی عہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ ہیرودیس اعظم یہودیہ کا بادشاہ بنا' اس نے رومیوں کو یقین دلاکر اپنی گورنری کو بادشاہت میں بدل لیا تھا۔ عیسوی سن کا آغاز یکم ق م کے اختتام پر ہوا اور اس طرح یہ عیسوی سن حقیقی ولادت سے کم از کم چار سال بعد شروع ہوا۔ آگسٹس کے جانشینوں کے عہد میں کئی بغاوتیں ہوئیں' جنہیں ختم کردیا گیا۔ نیروکلاڈیس رسوا ترین بادشاہ تھا۔ اس میں شرافت و انسانیت کا ذرہ تک نہ تھا۔ اس نے اپنی ماں بیوی کو قتل کرایا۔ سینکڑوں دوسرے آدمیوں کو قتل کروایا۔ جن یہودیوں نے اس کے عہد میں بغاوت کی انہیں آگ کی نذر کرکے جلا دیا۔ یہ آگ نیرو نے خود لگائی' پورے کا پورا شہر آگ سے جل رہا تھا اور یہ اپنی بنسری بجا رہا تھا۔ اس کے خلاف زبردست بلوہ ہوا جس کے بعد وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس طرح وہ نسل مکمل طور پر ختم ہوگئی' جس کا آگسٹس سے کسی نہ کسی طور سے تعلق تھا 132ء میں یہودیوں کی بغاوت ہوئی تو انہیں زبردست طاقت کے ساتھ ختم کیا گیا اور یہودیوں کو ہیڈرین نے یروشلم سے نکال باہر کیا۔ ایک سال بھر یہودی یروشلم کے اندر نہ جاسکے اور اس کے بعد ان کی مستقل جلاوطنی کے احکامات دے دیئے گئے تیسری صدی عیسوی میں روم میں متعدد بادشاہ ہوئے جن میں سے کئی مارے گئے اسی صدی میں ایران کے اندر ساسانی شہنشاہی قائم ہوئی۔ اور رومیوں کو اشکانیوں اور بعد میں ساسانیوں سے لڑائیاں کرنا پڑیں۔

305ء میں ڈایو کلیشن نے تاج و تخت سے دستبرداری کا اعلان کیا تو کونس ٹینٹس بادشاہ بنا، جسے قسطنطین اعظم کہا گیا۔ اس کی والدہ ہیلینا نے مسیحیت قبول کرلی تھی جس کی وجہ سے قسطنطین نے بھی مسیحیت قبول کرلی، اس طرح مسیحیت رومی سلطنت کا سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا۔ قسطنطین نے اپنے ماتحت پادریوں کی کونسلیں قائم کریں تاکہ مسیحی عقائد و اعمال کی تبلیغ و اشاعت کا مستقل انتظام ہوسکے۔ 330 عیسوی میں قسطنطین نے بیزنطیم کے مقام پر نئے شہر کی بنیاد رکھی، جس کا نام قسطنطنیہ اسی کے نام پر معروف ہوا اور آج کل وہ استنبول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قسطنطین کے بعد مسیحی پادریوں کے عمل دخل اور حکمرانوں کے باہمی انتشار نے سلطنت روما کو اور کمزور کردیا۔ اٹلی پر وحشی قبائل کے حملے شروع ہوگئے۔ افریقہ میں ونڈالوں نے حکومت قائم کرلی اور ادھر فوجی جرنیل ہی بادشاہ بننے لگے۔ روم پر پانچ سو سال بادشاہت رہی، جن میں اکثریت بادشاہوں کی ظالم تھی۔ وہ انتہائی زبردست قسم کے عوام اور انسان دشمن تھے۔ ہمیشہ من مانی کرتے تھے۔ ان کے سامنے کوئی شخص چوں تک نہ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی ان کا کہا ٹال سکتا تھا۔ عوام الناس بادشاہوں کو دیوتاؤں کی طرح پوجنے پر مجبور کیے جاتے تھے۔ روم کے لوگ ابتدا میں مذہب کے زیادہ قائل نہ تھے۔ لیکن بادشاہوں کو دیوتا مانتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بادشاہ ہر بات اپنی مرضی سے کرتے تھے۔ اپنی تفریح کے لیے انسانوں کو سمندروں میں، بھوکے شیروں کے پنجروں میں اور درندوں کے ساتھ مقابلوں میں ہلاک ہوتا دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

یورپ

کے ابتدائی لوگ خانہ بدوش قبائلیوں کی سی زندگی گزارتے تھے۔ آب وہوا کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے جانوروں کو ہانک کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے۔ بڑے قبیلوں کی صورت میں مل جل کر رہتے۔ خاندان کا بڑا آدمی ہر قبیلے کا سردار ہوتا۔ کبھی ایک جگہ ٹک کر نہ بیٹھتے۔ ایک سال میں تقریباً ایک سو میل سفر کرتے۔ خیموں میں رہتے اور کبھی گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنالیتے اور کبھی ارد گرد مٹی

کے انبار لگا کر حفاظتی دیوار بنا لیتے۔ شام کو آگ کے گرد جمع ہو جاتے اور ایک دوسرے کو کہانیاں سناتے

جزائر برطانیہ کے باشندے مختلف نسلوں سے تھے جو مختلف اطراف سے یہاں پہنچے تھے۔ زیادہ تعداد میں برٹن تھے، جن کی وجہ سے علاقے کا نام برطانیہ پڑ گیا۔ 57 ق م میں جولیس سیزر نے برطانیہ پر حملہ کیا اور اس وقت سے 450 ق م تک انگلستان کا بڑا حصہ رومیوں کے قبضہ میں رہا۔ اس قبضہ سے نجات کے لیے اہل برطانیہ نے متعدد بار کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ اس سلسلے میں ملکہ بوڈیشیا کی خدمات کی وجہ سے اسے قومی ہیروئین مانا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں باہر سے نئے وحشی قبیلوں کے حملے شروع ہو گئے اور رومی سلطنت پر زوال آگیا۔ اسی دور میں برطانیہ کے اندر مسیحیت کی تبلیغ شروع ہوئی اور مختلف علاقوں میں آہستہ آہستہ اس نئے مذہب کے حلقہ بگوش ہونے والے لوگوں میں اضافہ ہونے لگا۔ بہرحال یورپ کا ابتدائی دور کوئی منظم حکومت کا نہیں تھا۔ قبائلی نظام تھا اور یہ قبائل اکثر چراگاہوں پر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے رہتے تھے۔ اس دور میں انسانی حرمت کا کوئی زیادہ احساس نہ تھا۔ عورتیں مردوں کے گھروں کی حفاظت تک محدود تھیں۔ قبائل کی لڑائیوں کے دوران قتل و غارت، عصمت دری، لوٹ مار اور ہولناک تباہی ہر فریق کا جائز حق تھا۔ اس لیے کوئی بھی فریق اس حوالہ سے کسی قسم کی رعایت نہ کرتا تھا۔

ایران۔ ساسانی دور

226ء میں اردشیر اوّل نے ایران میں ساسانی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اردشیر کا باپ اشکانی حکومت کی طرف سے صوبہ فارس کا گورنر تھا۔ اردشیر نے اشکانیوں کی میراث سنبھالی اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ شام ہی نہیں بلکہ ایشیا کو بھی رومیوں سے خالی کراؤں گا۔ آرمینیا پر اردشیر کی خاص نظر تھی چنانچہ موقع پاتے ہی اس نے آرمینیا پر حملہ کر کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس پر قبضہ کر لیا یہ مطلق العنان بادشاہ تھا۔ مذہبی پیشوا اس کے حامی تھے۔ اس نے موبدوں کے تمام حقوق بحال کر دیئے اور زند اوستا کو کتابی شکل میں مرتب کر کے عام کر دیا۔ اس کے بعد شاہ پور

اول ہوا۔ شاہ پور اول کے دور میں روم سے لڑائیاں شروع ہوگئیں اور اس نے عراق و شام پر حملہ کرکے انطاکیہ وغیرہ قبضہ میں لے لیے۔ لیکن راس العین میں شکست کھائی۔ چودہ سال صلح رکھنے کے بعد دوبارہ لڑائی شروع ہوئی جس میں رومی شہنشاہ ولیرین کو قید کرکے لایا گیا اور وہ قید ہی میں فوت ہوگیا۔ اسی عہد میں مانی مذہب شروع ہوا' اس کے بعد ھرمز' بہرام اول' ثانی' ثالث نرسی اور ہرمز ثانی حکمران ہوئے لیکن کوئی قابل ذکر کام نہ کرسکے۔ اسی دور میں آرمینیا میں مقابلہ ہوا۔ روم سے لڑائی میں ایرانی فوج تباہ ہوکر رہ گئی اور دجلہ پار کے تمام صوبے روم کے حوالے کرنا پڑے۔ سترہ سال کی عمر کا جوان شاہ پور ثانی حکمران ہوا۔ روم سے اس کی تین لڑائیاں ہوئیں' جن میں اس نے وہ تمام صوبے واپس لے لیے جو نرسی کے دور میں روم کے حوالے ہوگئے تھے۔ آرمینیا بھی روم سے آزاد کرالیا اس کے بعد 531ء میں خسرو اول نوشیرواں حکمران ہوا۔ نوشیرواں نے انتظامی طور پر ایران کو چار بڑے حصوں میں تقسیم کردیا۔ زمین کے لیے مستقل لگان مقرر کردیا۔ اجنبی سیاحوں اور تاجروں کو حفاظت دی۔ قوانین پر نظر ثانی کی اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا۔

ایران میں بھی جاگیرداری امارتیں اور شاہی تسلط کا دور دورہ تھا۔ انسانوں کو کسی قسم کی فکری' سماجی' تعلیمی اور معاشی آزادی نہ تھی۔ لوگوں کو جنگ کی بھٹی میں ایندھن بنانے کے لیے ہانک کرلے جایا جاتا۔ آگ کی پوجا کی جاتی' غلامانہ ماحول میں انسان جانوروں و مویشیوں کی طرح ہانکے جاتے رہے تاآنکہ نوشیرواں کے دور میں علم کی روشنی ابھری۔

غرضیکہ قدیم معاشرے پر ایسے لوگوں کو تسلط ملا جو اپنی نفسانی خواہشات اور خودغرضی کے حصار میں بند تھے۔ تشدد اور جبر سے اپنی برتری اور شاہی کجکلاہی کو دوام دینا چاہتے تھے اور یہ سب کچھ عوام الناس پر ان کی بنیادی ضروریات تنگ کرکے ہی کیا جاسکتا تھا۔ ان کی عزت نفس کو مجروح کرکے ہی ان سے اپنی حقیر اور رذیل خواہشات کو پورا کرانے کا کام لیا جاسکتا تھا۔ امن کو تہہ و بالا کرکے ہی غارتگری اور تشدد و ہلاکت خیزی کی فصل کاشت کی جاسکتی تھی کیونکہ انسانوں پر حکمرانی کا خواب خوف' دہشت' تشدد اور جبر کی ہوا کا طوفان لاکر

ہی پورا کیا جاسکتا تھا۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں غارتگروں نے انسانوں کا قتل کرکے ہی اپنے مذموم مقاصد پورے کئے۔

بعثت نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ سے پہلے انسانیت ظلمت و ضلالت کے اتھاہ سمندر غرق تھی۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا۔ کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ ہر طرف خوف' دہشت اور خطرات کے مہیب سائے پھیلے تھے۔ حرص وہوس نے انسانوں کو بھیڑیے بنا دیا تھا۔ عقل و خرد رخصت ہو چکی تھی۔ مذہب کی قبا میں عریاں اور وحشی بھیڑیے انسانوں کی لاشوں پر رقصاں نظر آتے تھے۔ خون ریزی' سفاکی اور نہ ختم ہونے والی قبائلی اور ملکی جنگوں نے انسانی عظمت و عصمت کو سرمیدان تار تار کرنا ایک معمول بنا رکھا تھا۔ یونان اور چین میں تہذیب کے آنگن میں حرص اقتدار کے مارے انسانوں کی سازشوں اور آویزشوں نے انسانی خون کے سیلاب بہاکر حشر برپا کر رکھا تھا۔ طائف الملوکی نے انسانیت کی قبا تار تار کردی تھی۔

رومی و ایرانی تمدن ظاہری عظمت سے آنکھوں کو خیرہ کررہے تھے لیکن ان کے شیش محلوں سے باہران کے بدترین مظالم سے انسان حیوانوں سے بدتر تھے۔ کسانوں پر ظالمانہ ٹیکس نافذ تھے۔ غلام جانوروں کی طرح دن رات محنت کرتے تھے اور امرائے حکومت اپنے شب خانوں میں ہر رات غریب کی بیٹیوں کے ساتھ داد عروسی دے رہے ہوتے تھے۔ خراج اور نذرانے وصول کرنا حکام کا حق بن چکا تھا۔ انہیں قدرتی آفات میں مبتلا عوام سے کسی قسم کی کوئی رعایت کرنے میں دلچسپی نہ تھی۔ انہیں اپنی نفس پرستیوں اور عیاشیوں کے لیے مال و جاہ اکٹھا کرنا تھا۔

غارتگریوں نے مخلوق خدا کا جینا حرام کردیا تھا۔ لہلہاتی فصلیں اجاڑ دی جاتیں۔ بستے شہر آگ کی نذر ہو جاتے۔ انسانوں کو پرکاہ کی طرح کاٹ کر رکھ دیا جاتا اور یہ سب کچھ اقتدار اور غلبہ کی خواہش کا نتیجہ تھا۔ جو ہر سو عام تھا۔ پوری سوسائٹی میں طبقاتی' قبائلی اور مذہبی جنونیت پسندی کے طوفان مچل رہے تھے۔ تلواریں نیام میں کرنا بزدلی سمجھا جاتا تھا۔

بت ٹکراؤ ہوتے' بار بار کشت و خون کے لیے میدان سجتے۔ تشدد اور خوف کی اس فضا میں کسی غریب انسان کی ہوک سنائی دے سکتی تھی۔ کیا ایسے ماحول میں کسی انسان کے حق کی آواز پر کوئی ساتھ دینے والا ہو سکتا تھا۔ مسیحیت کی تعلیمات پادریوں کی حرص و ہوس کی وجہ سے تاویلوں کا کاروبار بن چکی تھیں۔ ویدانت اور بدھ مت کے تصورات سربگریباں تھے۔ کنفیوشس کے اخلاقی درس اپنا منہ چھپاتے پھرتے۔ جسٹنین کا ضابطہ اور سولن کا قانون بے بس تھا۔ جب کسی طرف کوئی روشنی نہ تھی اس وقت غار حرا کی وادیوں سے قرآن کا نعرہ اُٹھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مظلوموں کے چیختے چلاتے دلوں کی ڈھارس کے لیے ابر رحمت بن کر ہر سو پھیل گیا۔ قرآن نے مساوات انسانی کا پیغام دیا۔ غلاموں کو معاشرے میں اتنا ہی باوقار شہری ہونے کا حق دیا جتنا کسی بادشاہ یا کسی امیر حکومت کا ہوتا ہے۔ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"انسان پر انسان کا خون حرام ہے' سود حرام ہے' ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے اور سب انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں جو مٹی سے بنے ہیں۔"

یہ دعوت اس دور کی تڑپتی اور جان بلب انسانیت کے لیے پیغام شفا تھا۔ ان کی سسکتی آہوں کا جواب تھا۔ قتل و خون پر نازاں دہشت گردوں کے لیے ان کی گمراہی اور ضلالت کا اعلان تھا۔ انسانیت جب اٹھتی ہے تو پھر وحشت اور بربریت کا زور رہو تا ہے اور جب انسان دوستی' انسان برادری اور انسانی عظمت کا علم سربلند ہوتا ہے تو معاشرہ امن اور سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

مذاہب عالم اور حقوق انسانی

خالق کائنات نے تخلیق کائنات کے بعد جب خیر و شر کی قوتیں کو بنی آدم کے لیے وجہ آزمائش بنایا تو ساتھ ہی بنی آدم کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اپنے دین کے ساتھ انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ اس سلسلہ کے انبیائے کرام میں سے صرف چند کا تذکرہ قرآن مجید

میں ملتا ہے' حالانکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے۔ اسلام ان سب انبیاء کا دین تھا اور ان کی تعلیمات ہر علاقے میں وہاں کی ضروریات کے مطابق انہی کی زبانوں میں تھی۔ صاحب شریعت نبی جن کا قرآن مجید میں ذکر ملتا ہے وہ صرف چند ہیں۔ دنیائے عالم کے کئی دیگر علاقوں میں مبعوث ہونے والے انبیائے کرام اور ان کی شریعت کی تعلیمات صحیح حالت میں دستیاب نہ ہیں اور لوگوں نے اپنی طرف سے انہیں مختلف نام دے لیے ہیں۔ اس دوران کچھ دیگر حکماء علما اور اللہ کے بندے ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے انسانیت کو اپنے اپنے الفاظ میں خیر کی تعلیم دی اور ان کے پیروکاروں کی بڑی بڑی جماعتیں بن گئیں۔ اس طرح آج یہ واضح کرنا مشکل ہو رہا ہے کہ عیسائیت' یہودیت اور اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کہاں تک الہامی مذہب ہیں۔ جن میں زرتشت' ہندومت' جین مت' سکھ مت اور بدھ مت وغیرہ بڑے وسیع علاقے میں ماننے اور جانے والے مذہب ہیں۔ طلوع اسلام کے وقت یہودی اور عیسائی مذہب کے لوگ عرب میں موجود تھے۔ قرآن نے ان کی تصدیق کر دی کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروکار جماعت ہیں لیکن انہوں نے اپنی اپنی جگہ پر اپنے انبیائے کرام کی کتب اور تعلیمات میں تاویلات و تبدیلیاں کر کے اس کی اصل کو مسخ کر دیا ہے۔ لیکن جو کچھ ان کا دعویٰ ہے اس کے مطابق آئندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ وہ حرمت انسان اور حق انسان کے حوالہ سے ان کی کیا کیا تعلیمات ہیں۔

یہودیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے جید پیغمبر تھے جو مصر کے فراعنہ کے ظلم و جور سے بنی اسرائیل کو بچانے کے لیے آئے اور انہیں بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ باوجود اس کے ان کی قوم انتہائی ہٹ دھرم اور لاڈلی تھی۔ حالات و واقعات کے تناظر میں یہ اس دور کے حقوق انسانی کے استحصال کے خلاف احتجاج کی بہت بڑی تحریک تھی اور آج ادبیات عالم

میں فرعون کو ظلم وجور کا نشان اور بنی اسرائیل کو مظلوم' مجبور اور جلا وطن قوم کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ظلم وجور کے خلاف آزادی انسانیت کی تحریک لے کر اُٹھے ۔ خدا کی وحدانیت کا علم بلند کیا۔ فرعون کی جھوٹی خدائی کو چیلنج کیا۔ ایک خدا کی حقانیت کے بھولے سبق کو دوبارہ یاد دلایا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں بنی اسرائیل کی گمراہ بھیڑوں کو اپنی اپنی راہ پر لگانے آیا ہوں۔ آپ کی تعلیمات کے صحائف اصل حالت میں کسی سے نہیں ملتے۔ آپ کی زندگی کے حالات وواقعات اور خطبات وغیرہ کو عہد نامہ قدیم میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ پر نازل کی جانے والی کتاب توریت کی صداقت قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے لیکن وہ اصل حالت میں نہیں ملتی۔ بائبل عہد نامہ قدیم میں دی گئی توریت بہت کچھ مختلف ہے۔

قرآن مجید میں جو آیات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے متعلق ہیں' ان سے آپ کی تعلیم اور جدوجہد کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

1۔ (اے حضرت موسیٰ): اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی نشانیاں دینے والے ہیں اب تو فرعون کے پاس جا' وہ سرکش ہوگیا ہے۔ (آیت نمبر24-23)

2۔ اے موسیٰ۔ میں نے تجھ کو اپنے کام کا بنالیا ہے۔ جاتو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور دیکھو تم میری یاد میں تقصیر نہ کرنا۔ جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا' شائد کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔ (آیت نمبر44-42)

3۔ فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا' معلوم ہوگیا کہ یہ تمہارا گرو ہے' جس نے تمہیں جادوگری سکھائی تھی۔ اچھا اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی دیتا ہوں پھر تمہیں پتہ چل جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ (آیت:71)

4۔ اے بنی اسرائیل۔ ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور طور کے دائیں جانب تمہاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیا اور تم پر من و سلویٰ اتارا' کھاؤ ہمارا دیا ہوا پاک رزق' اسے کھا کر سرکشی نہ کرو' ورنہ تم پر میرا غضب ٹوٹ پڑے گا۔ اور جس پر میرا غضب ٹوٹا وہ پھر گر کر ہی رہا۔ البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے' پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

(آیت نمبر82-81)

اور بے شک ہم (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اور ہارون علیہ السلام کو فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کر چکے ہیں' ان متقی لوگوں کے لیے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈریں اور جن کو اس گھڑی کا کھٹکا لگا ہوا ہو۔ اور اب یہ بابرکت "ذکر" ہم نے تمہارے لیے نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو۔

الانبیاء: (آیت نمبر50-48)

یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتے داروں کے ساتھ' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' لوگوں سے بھلی بات کہنا' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہیں۔

(البقرہ: آیت نمبر24-23)

یاد کرو ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا' تم خود اس پر گواہ ہو مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو' اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو' ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھہ بندیاں کرتے ہو۔ اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو' حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو' پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں' ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی

طرف پھیر دیئے جائیں - اللہ ان کی حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی ہے لہٰذا نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی - (البقرہ:86 84)

اور تمہارے پاس موسیٰؑ کیسی کیسی روشن نشانیاں لے کر آیا - پھر بھی تم ایسے ظالم تھے کہ اس کے پیٹھ موڑتے ہی بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے - پھر ذرا اس میثاق کو یاد کرو' جو طور کو تمہارے اوپر اٹھا کر ہم نے تم سے لیا تھا - ہم نے تاکید کی تھی کہ جو ہدایات ہم دے رہے ہیں' ان کی سختی کے ساتھ پابندی کرو اور کان لگا کر سنو - تمہارے اسلاف نے کہا کہ ہم نے سُن لیا مگر مانیں گے نہیں' اور ان کی باطل پرستی کا حال یہ تھا کہ دلوں میں ان کے بچھڑا ہی بسا ہوا تھا - کہو اگر تم مومن ہو' تو یہ عجیب ایمان ہے جو ایسی بری حرکات کا تمہیں حکم دیتا ہے - (البقرہ:93-92)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا' اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا - اور جس نے کسی کو زندگی بخشی' اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی - مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی ہدایات لے کر آئے لیکن پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں - (المائدہ:32)

توریت میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ - پھر کوئی قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں - (المائدہ:45)

پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تھی جو بھلائی کی روش اختیار کرنے والے انسانوں پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر ہدایت و رحمت تھی شائد لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں - (الانعام:154)

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم

کے سرداروں کے پاس بھیجا مگر انہوں نے بھی ہمارے نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا۔ پس دیکھو کہ ان فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (الاعراف:103)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو' زمین اللہ کی ہے' اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری کامیابی انہی کے لیے ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اس کی قوم نے کہا تیرے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین پر خلیفہ بنائے پھر دیکھئے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

(الاعراف:129 - 128)

تب ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیوں کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلا دیا تھا اور ان سے بے پروا ہو گئے تھے۔ اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے' اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا' جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا۔ کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔ (الاعراف:137)

قرآن مجید نے اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور اس وقت کے فرعون کے مظالم اور اس کا انجام کھول کھول کر بیان کیا ہے' جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا مذہب انسان کی آزادی اور حرمت کی بحالی کا مذہب تھا۔ وہ سراسر بھلائی اور صلہ رحمی کی دعوت تھی۔ تکبر' غرور' ظلم اور جور کے پیمانوں کے خلاف انہوں نے آواز اٹھائی۔ صبر و تحمل سے مقابلہ کیا اور آخر انجام کار فتح یاب ہوئے۔

عیسائیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت سراسر معجزہ تھا۔ جو اس دور میں پھیلی ہوئی جہالت' گمراہی' ظلم اور فسق و فجور کے خلاف

انسانیت کی ہدایت کیلئے مبعوث کئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خداوند تعالیٰ نے انجیل کی صورت میں کتاب روشن عطا کی۔ آپ نے پیدا ہوتے ہوئے ہی اعلان فرمایا:

"بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں' نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا۔ اور مجھ کو جبر کرنے والا اور شقی دل نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جب کہ میں مروں اور جب کہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔" (سورہ مریم:33-30)

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ توریت میں سے جو کچھ اس کے سامنے تھا' وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی' جس میں راہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی توریت میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی۔ اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔ ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں۔ جو اللہ نے ان میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔ (المائدہ:47-46)

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا' اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" (المائدہ:72)

اور وہ (ابن مریم) دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے' پس تم اس میں شک نہ کرو اور میری بات مان لو' یہی سیدھا راستہ ہے۔ ایسا نہ ہو' شیطان تم کو اس سے روک دے' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ مریم نشانیاں لیے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو' حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب

بھی۔ اسی کی تم عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس صاف تعلیم کے باوجود گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا۔ ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ (الزخرف 65-63)

اس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی' ان کو ہم نے عمدہ سامان زیست سے نوازا۔ دنیا بھر کے لوگوں پر انہیں فضیلت عطا کی اور دین کے معاملہ میں انہیں واضح ہدایات دے دیں۔ پھر جو اختلاف ان کے درمیان رونما ہوا وہ علم آجانے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ قیامت کے روز ان معاملات کا فیصلہ فرما دے گا۔

(الجاثیہ: 17-16)

"میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں۔ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اس کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔ اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور میں اس کی تعلیم و ہدایات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ دیکھو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے۔ لہٰذا تم اس کی بندگی اختیار کرو یہی سیدھا راستہ ہے' جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو انہوں نے کہا: کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے۔ حواریوں نے جواب دیا "ہم اللہ کے مددگار ہیں۔" ہم اللہ پر ایمان لائے۔ آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔ مالک جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی' ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ۔ (آل عمران: 53-49)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن

مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی۔ کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ برا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔ آج تم ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو کفار کی حمایت و رفاقت رکھتے ہیں۔ یقیناً بہت برا انجام ہے جس کی تیاری ان کے نفسوں نے ان کے لیے کی ہے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے' اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر اور اس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے۔ مگر ان میں سے تو بیشتر لوگ خدا کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔ (المائدہ:81-78)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجسم رحمت کا پیام بن کر آئے۔ آپ کی معصومانہ باتیں' سچائی' راست بازی کی نصیحتیں اور لفظی صنائع و بدائع اور دلکش تمثیلوں سے بھری ہوئی تقریریں ایک عالم نے سنیں۔ ان کی تعلیم محبت' بھائی چارے' صلہ رحمی اور حلم و کرم کی تھی۔ عفو و درگزر کمال حد تک تھا۔ آپ نے فرمایا:

تم نے یہ سنا ہو گا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ برائی کا برائی کے ساتھ مقابلہ نہ کرو بلکہ جو شخص تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے' اس کے سامنے دوسرا گال بھی حاضر کر دو۔ جو شخص لڑنے جھگڑنے میں تمہارے کپڑے پکڑے اس کو چادر بھی دے دو' جو شخص تم کو ایک میل تک بیگاری پکڑ لے جائے اس کے ساتھ دو میل تک چلے جاؤ۔ جو تم سے مانگے اس کو دو۔ جو تم سے قرض لینا چاہے اس کو واپس نہ کرو۔ تم نے یہ کہتے ہوئے سنا ہو گا کہ اپنے عزیزوں سے محبت اور اپنے دشمنوں سے بغض رکھو لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو۔ (متی باب 5)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں جو کچھ کہا یا سنا گیا تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قانون تھا۔ جو بالکل عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ لیکن اب جو کچھ دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن رہی تھی وہ سراسر اخلاق' رحمت اور احسان تھا۔ لیکن اس سرتاپا روحانی اخلاقیت پر مبنی تعلیمات کو کبھی بھی عیسائی عمل میں نہ لا سکے۔

انجیل نے اخلاقی تعلیمات کا نہ صرف یہ کہ احاطہ نہیں کیا بلکہ ان کی تفصیل بھی نہیں کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد در حقیقت بنی اسرائیل کی رسم پرستی اور شریعت کی ظاہری پابندی کے خلاف معنی اور روح کی طرف دعوت تھی۔ یہ حقیقت جس طرح احکام میں نظر آتی ہے۔ اخلاق میں بھی جھلکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تجدید و اصلاح یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی توریت، حضرت داؤدؑ کی زبور، حضرت سلیمان کے امثال اور دوسرے اسرائیلی صحیفوں میں جو خالص بلند اخلاقی تعلیمات منتشر تھیں اور جن کو بنی اسرائیل اپنے قانونی احکام کے سامنے بھلا بیٹھے تھے، سب کو یکجا کر کے اپنے مشہور وعظ میں ان کے سامنے پیش کیا۔ اس مشہور اخلاقی وعظ میں بہ ترتیب حسب ذیل باتیں بیان کی گئی تھیں۔

"دل کی غریبی، غمگینی، حلم و بردباری، راست بازی، رحم دلی، پاک دلی، صلح جوئی، صبر و درگزر، پاک دامنی، قسم کھانے کی ممانعت، ظالم کا مقابلہ نہ کرنا، قرض معاف کرنا، دشمنوں کو پیار کرنا، ریا کی مخالفت، توکل، عیب نہ لگانا، جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں، ایسا تم بھی ان کے ساتھ کرو۔"

یہ اخلاقی تعلیمات بیشتر انہی لفظوں کے ساتھ جو انجیل میں ہیں۔ بنی اسرائیل کے بیشتر مختلف صحائف میں مذکور ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص طور سے ان اخلاقیات کو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کرنے سے مقصود ان میں اخلاقی توازن قائم کرنا اور رسمی اخلاق اور لفظی شریعت کی اصل روح و معانی کو جلوہ گر کرنا تھا۔

حضرت عیسیٰ کی یہ تعلیمات دراصل انسانی حرمت کی معراج تھیں لیکن ان میں عدل نہ تھا۔ بلکہ عفو کا پہلو زیادہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انسانی فطرت اس کو قائم نہ کر سکی۔ اور بنی اسرائیل نے کبھی اس کو نہ اپنایا۔ آج کی عیسائیت بھی ظاہری طور پر ان تعلیمات کا پرچار کرتی ہے لیکن باطنی طور پر ان کے جذبات حد درجہ منتقمانہ اور ظالمانہ ہوتے ہیں۔ جن کا ظہور سلطنت روما اور اس کے بعد صلیبی جنگوں کے دوران دیکھنے میں آیا۔

ہندومت:

برصغیر پاک و ہند میں سب سے پرانا ویدک مذہب ہندومت ہے' اس کی تعلیمات میں بھی انسان کی حرمت کا بڑا احساس پایا جاتا ہے' لیکن انسان کو اتنا گرا دیا جاتا ہے کہ افضل المخلوقات کو ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کی پوجاپاٹ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

ہندومت کی کچھ تعلیمات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں' جن سے ہندومت میں حقوق انسانی کی تعلیمات کو دیکھنے اور سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

1۔ جن کا آتما پوتر ہے وہی سادھی اوستھا میں اسے دیکھتے ہیں۔ (منڈوک 3-1)

2۔ ایک اور مضبوط جسم جو پانچ عناصر کے ذروں سے بنتا ہے اور دکھ سہتا ہے۔ بدکار آدمیوں کی (حالت میں) موت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ (منو 12-16)

3۔ ایک شخص اپنے برے یا بھلے مانسک کرموں کا پھل اپنے من میں پاتا ہے اور واچک کرموں کا پھل بانی میں اور کایک کرموں کا اپنے جسم میں پاتا ہے۔

اس دنیا میں کیا ہوا برا کرم بغیر سزا پائی کے نہیں رہتا۔ نہ ہی یہ فوراً پھل وصول کرلیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جاہل لوگ پاپ سے ڈرتے نہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بدافعالی کی مشق آہستہ آہستہ کرتے ہوئے تمہاری خوشی کی جڑ کو کاٹ دیتی ہے۔ (منو 4-92)

4۔ ایک طالب علم کو شہوانی خواہشات کو اپنی دل میں جگہ دینے اور کام آتر سے عورت کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔ سوامی دیانند زناکاری کی قسمیں بتلاتا ہے۔ جن میں سے تین یہ ہیں۔

1۔ شہوانی نظر سے عورتوں کی طرف دیکھنا۔

2۔ شہوت انگیز باتیں کرنا یا کتب پڑھنا۔

3۔ شہوانی خیالات دل میں پیدا کرنا۔

5۔ کسی عقلمند شخص کو معمولی معمولی باتوں پر قسمیں نہ کھانی چاہئیں کیونکہ جو شخص قسمیں کھاتا ہے وہ دین و دنیا سے جاتا رہتا ہے۔ (منو 8-112)

6- بدلہ' بدعانہ ردنہ ہی ایک کینہ چالبازی کینہ دھوکہ دے طامعانہ لالچ اور ظالمانہ شہوت کا بدلہ اس طرح کے کام سے دو بلکہ ہمیشہ ضربوں اور بدعاؤں ادنے' کینہ شریرانہ برے افعال کے بدلہ آشیرباددو-(رگ وید-91-8)

7- نیکی مختلف ہے اور بلاشبہ راحت بھی مختلف ہے- دونوں انسان کو ایک دوسرے سے مختلف مقاصد کی طرف لے جاتے ہیں- ان میں سے جو شخص نیکی کو قبول کرتا ہے اسے آزادی حاصل ہوتی ہے لیکن جو راحت کو پسند کرتا ہے وہ منزل مقصود کھو بیٹھتا ہے-

عقلمند آدمی راحت پر نیکی کو ترجیح دیتا ہے' عام آدمی راحت بخش چیزوں کو اور ان کے حصول کو اور ان کے قائم رکھنے کو پسند کرتا ہے-(کٹھ اُپنشد)

8- جاگو' اٹھو اور میاں گورو کے پاس پہنچ کر پڑھو- رشی کہتے ہیں کہ راستہ بڑا مشکل ہے- اور اس کو عبور کرنا ایسا مشکل ہے جیسا کہ تیز استرے کی دھار پر چلنا-

(کٹھ اپنشد 111-9)

9- جو آتم گیان والے کی پوجا کرتا ہے' وہ برہم کے اس اعلیٰ ترین دھام کو جانتا ہے جس میں وہ برہم رہتا ہے- جو تو میرے لیے کلیان کاری سمجھتا ہے' وہ کر-(یجروید 111-3)

مندرجہ بالا ویدک استعارے اخلاقی جالوں کا ایک گورکھ دھندا ہے- اس مذہب میں انکساری بلا کی ہے- دھوکہ' چاپلوسی اور سازش ہندو کے کردار کی نمایاں نشانیاں ہیں- جس سے کسی انسانی سوسائٹی میں اعلیٰ اور سچے معاشرے کا ابھرنا محال ہے-

حقوق انسانی دھوکہ دہی اور چاپلوسی کی چالوں سے ہی تو قتل ہوتے ہیں' جس طرح کہ آجکل ہندو بنیا کشمیر کے مسلمانوں' آسام کے مظلوموں اور ہندوستان کے عیسائیوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہے- اقتدار ان غریب اقلیتوں کے ساتھ کئے گئے مظالم کا انکار کرتا ہے اور ادھر ہندو دہشت گرد تنظیموں کو ان کے مشن مکمل کرنے کی کھلی انتظامی سہولیات میسر ہوتی ہیں-

بدھ مت اور حقوق انسانی

بدھ ازم کا اخلاقی پہلو سب سے زیادہ پُرکشش ہے' بدھ مت میں ایسی ہدایات ملتی ہیں

جو زندگی کے ہر پہلو کے لیے کافی ہیں اور یہ ہدایات سب بنی نوع انسان کی خیر اندیشی ہی نہیں بلکہ حیوانات تک کی بھلائی کے حکم دیتی نظر آتی ہیں' دھم پارس جسے بشکل مجموعہ اشعار مقدس سمجھا جاتا ہے' وہ درج ذیل اخلاقی نکتہ اور اساسی اصول بدھ مت ہے۔

"سب برے کاموں کا چھوڑنا' حتی الوسع نیکی کرنا' صفائی قلب کا حاصل کرنا' یہی بدھ کا دھرم ہے"

ایسے لوگ جو ہشتانہ مسلک پوری طرح نہیں اپنا سکتے' ان کے لیے پانچ آگیا ہیں۔ بطریق پرتگیا یا پرن کے ہیں' ان کو احکام تو نہیں کہا جاسکتا کیونکہ بدھا نے انہیں خدا کی طرف سے نہیں کہا:

1۔ یہ اقرار کرنا کہ کسی ذی جان کو نہ ماروں گا۔
2۔ یہ اقرار کرنا کہ کوئی ایسی شے نہ لوں گا جو بخوشی نہ دی گئی ہو۔
3۔ یہ اقرار کرنا کہ جھوٹ نہ بولوں گا۔
4۔ یہ اقرار کرنا کہ منشیات یا مسکرات سے احتراز کروں گا۔
5۔ یہ اقرار کرنا کہ ناجائز مباشرت نہ کروں گا۔

مندرجہ بالا پانچ اقرار دراصل طمع' نفرت' حرمت جان اور بے قابو خواہشات کے ان بے لگام گھوڑوں کو لگام دے دیتے ہیں جن کی وجہ سے حقوق انسانی روندے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جگہ بہ جگہ بدھا کی تعلیمات میں محبت انسانی' حرمت انسانی اور انصاف و توازن کا درس ملتا ہے۔ مثلاً۔

1۔ اصلی انند تب ملتا ہے جب دل میں نیک خیالات پیدا ہوں۔
2۔ نفرت سے نفرت پر فتح نہیں ملتی بلکہ محبت سے نفرت پر فتح ملتی ہے۔
3۔ ناراض کو محبت سے مغلوب کرو' برے کو نیکی سے' کمینہ کو فراخ دلی سے اور جھوٹے کو صداقت سے۔
4۔ جو شے بے انصافی سے ملی ہے' وہ زہریلی غذا کی طرح ہے' اس سے نفرت ہی دھرم

ہے۔

5۔ جو شخص اپنی ہی خوشی کا طالب ہے اور ابنائے جنس کو ایذا پہنچاتا ہے' وہ کبھی امن نہیں پاتا۔

6۔ ماتحتوں کے ساتھ التفات' واجب التعظیم کا احترام' انضباط نفس جس میں نیکی اور رحمدلی شامل ہو یا اسی قسم کے کام اور رواج ہیں جن کی پیروی کرنی چاہیے۔

7۔ وہ دکھ سے آزاد ہوتا ہے جو من قسمت کے صدموں سے نہیں کانپتا۔

8۔ جو غم و غصہ سے آزاد ہو وہ ہمیشہ امن میں دن گزراتا ہے۔

9۔ ہر ذی جان کی طرف رحمدل اور دردمند رہو۔

10۔ دوسروں کی عیب جوئی آسان ہے اپنے نقص' دریافت کرو اور ان سے بچو۔

11۔ ترحم اور کفایت شعاری سے اصل خزانہ جمع ہوتا ہے جو لازوال ہے جسے نہ چور اور نہ کوئی طاقت چرا سکتی ہے۔

12۔ جانو تم کہ جو اپنے نفس پر فتح پاتا ہے' سب سے بڑا فاتح ہے' نہ کہ وہ جو کئی لڑائیاں فتح کرتا ہے۔

13۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی قدر و منزلت کرے' عزت کا سلوک کرے' اس سے الفت رکھے' وفادار رہے اور ایسا سلوک کرے کہ اور لوگ بھی عزت کریں۔ اپنی بیوی کی ضروریات مہیا کرے۔

14۔ بیوی کو چاہیے کہ خاوند سے پریم رکھے' گھر کو آراستہ رکھے' مہمان نواز ہو' باعصمت رہے' وفادار رہے اور اپنے فرائض لیاقت اور شوق سے ادا کرے۔

15۔ آقا کو چاہیے کہ وہ اپنے ملازموں کا خیراندیش رہے' کام کا بہت بوجھ ان پر نہ ڈالے' مناسب حق الخدمت دے۔ جب بیمار ہوں تو ان کی تیمارداری کرے اور ضرورت کے وقت انہیں رخصت دے۔

16۔ ملازموں کو چاہیے کہ اپنے آقا کی قدر و منزلت کریں' مناسب سے زیادہ حق الخدمت

نہ مانگیں' خوشی اور شوق سے کام کریں اور بلاوجہ اپنے آقا کی بدگوئی نہ کریں
گوتم بدھ نے اعلیٰ وارفع ہشت پہلو راستہ کو دو انتہاؤں تن پروری اور تعذیب نفس کی درمیانی راہ قرار دیا ہے' جن پر انسان اس کے بقول چل کر نور ازل تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ درمیانی راستہ چار خاص اصولوں سے نکالا گیا ہے۔
(1) تکلیف۔ (2) اسباب تکلیف۔ (3) انسداد تکلیف۔ (4) طریقہ انسداد تکلیف۔
گوتم بدھ کی تعلیمات کا بنیادی مرکز نروان کا حصول ہے۔ ان کے نزدیک برائی کی جڑ خواہش نفسانی ہے۔ جب انسان نفسانی خواہش کے سرکش اونٹ کو اطاعت خداوندی کی چھری سے ذبح کرتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی صفات میں رنگ لیتا ہے' اس وقت اس کی روح اللہ کی روح سے اتصال کرتی ہے۔ گوتم بدھ اس حالت کو نروان کا نام دیتے ہیں۔
گوتم بدھ نے شاہی خاندان میں جنم لیا لیکن دنیا داری کو تج کر کے درویشی اختیار کرلی۔ لوگوں کے دکھوں میں خود شریک ہوا ان کی ہمت بندھائی۔ جس وقت ہندوستانی معاشرہ ذات پات کی تقسیم میں بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ برہمن تمام تر بداعمالیوں کے باوجود ایک مقدس بت تھا اور شودر باوجود اپنی نیکی' خدمت اور خدا ترسی کے دھتکارا ہوا تھا۔ عورت کی پیدائش بدشگونی کا باعث ہوتی تھی۔ گوتم بدھ نے ان جہالتوں کے خلاف جہاد کا بیڑا اٹھایا اور ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی جس میں ہر ذات' نسل اور جنس کے حقوق برابر تھے اور بتایا کہ صرف اپنے اعمال سے ہی کوئی برہمن بن سکتا ہے' کوئی پیدائشی برہمن نہیں ہوتا۔ گوتم بدھ نے ظاہری رسومات قبیحہ یعنی گنگا میں اشنان وغیرہ کا خاتمہ کیا اور اس مذہب کی کامیابی میں اس بات کا بہت بڑا کردار ہے کہ اس کو اس دور کے امراء اور راجوں نے صرف قبول ہی نہ کیا بلکہ اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے اقدامات کیے۔
لیکن بایں ہمہ سچی اور کھری تعلیمات کے اس مذہب کے ماننے والے یا تو ترک دنیا پر مجبور ہو گئے اور یا ان کی زندگیاں دورخی کا شکار ہو گئیں۔ عملی زندگی میں ان تمام تعلیمات کا پورا کرنا ان کی دنیاداری کے لیے سد راہ بن جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ ظاہری طور پر

بدھ مت کے ماننے والے ہوتے لیکن عملی زندگی میں پرلے درجے کے لوٹ مار کرنے والے اور قاتل و جنگجو تھے۔ ہندو راجوں نے اپنی سلطنتوں کو صرف اور صرف جنگی یورشوں سے ہی پھیلایا اور ان کی عملی زندگی میں ان اخلاقی تعلیمات کا بہت کم اصل رنگ نظر آتا۔ وہ دنیاداری میں ڈوبے ہوتے' بدھوں کی مذمت کرتے نذرانے دیتے لیکن اپنی دنیاداری کے معاملات میں لوٹ مار' زناکاری' بددیانتی' قتل و خون اور جنگ و جدل کے لیے کسی پل بھی فارغ نہ بیٹھتے۔ نہ معلوم کتنی ہی معصوم جانوں کو قتل کیا' کتنی ہی نسلوں کو تہس نہس کیا۔ کتنی ہی آبادیوں کے مکینوں کو تہہ تیغ اور گھروں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ بلاشبہ بدھ مت کی تعلیمات میں کافی حد تک انسانی حرمت کے لیے بڑی بڑی ہدایات موجود ہیں لیکن ان کی حیثیت صرف اور صرف زبانی اور مذہبی لوگوں تک موجود ہے۔ عام انسان کی عملی زندگی میں ان تعلیمات کو دنیاداری کا نقیض سمجھا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بدھ مت میں دنیاداری اور دین داری کے دو گروہ تشکیل پا گئے ہیں۔ بدھ مت عیاش اور ہر لحظہ آرام و سکون کی زندگی گزارنے کے بعد اس زندگی سے فرار حاصل کرنے والوں کے لیے ایک جنت تھی۔ یقیناً اگر وہ انسان معتدل ہوتے تو وہ کبھی اپنے محلات سے نکل کر جنگلوں کی راہ نہ لیتے اور اس طرح بدھ مت ان تعیش پسند اور امراء زادوں کی پناہ گاہ بنا' جن پر تعیش اور آرام و آسائش کی حقیقت کھل گئی۔ بدھ مت کی تحریک کی مقبولیت کی دوسری وجہ ان برہمنوں سے نفرت کا ردعمل تھا' جنہوں نے مذہب کو محض قربانیوں کی شکل دے دی تھی۔ وہ خود بلا کے دنیادار تھے اور ان کے پاس تعیش و نشاط کی ہر شے موجود تھی۔ لیکن لوگوں کو قربانیوں کی فضیلت کے درس دیتے تھے۔

گوتم بدھ کی تمام تعلیمات زبانی وعظوں پر مشتمل تھی لیکن بہت عرصہ بعد ان کے پیروکاروں نے انہیں مختلف مذاہب کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا حامل بنا دیا اور پھر راجوں مہاراجوں نے اپنے سیاسی مفادات کی خاطر اس مذہب کو اپنا کر پورے ہندوستان کا مذہب بنا دیا۔ نامور چینی سیاح فاہیان (400ء) اور ہوان تسانگ (629ء) کے بیانات سے معلوم

ہوتا ہے کہ بدھ مت صرف انہی مقامات پر مقبولیت کی بلندیوں پر تھا' جہاں کے راجہ اس کی حمایت کرتے تھے۔ اشوک اور کنشک کے دور میں بدھ راہب حکومت کے لیے جاسوسی کا کام کرتے تھے۔

بدھ اور جین روایات صرف مہاراج اشوک کی ذات اور صفات تک محدود ملتی ہیں۔ اس سے آگے ان کے دامن میں کچھ نہیں ملتا۔ بہرحال یہ واضح ہے کہ راجہ اشوک جب تک بدھ نہیں بنا تھا' ایک لاکھ انسان قتل کرچکا تھا اور اس سے کئی گنا زیادہ انسان جنگوں کے بد اثرات کا شکار ہو کر تباہ ہو گئے۔ مورخین کے مطابق اشوک نے اس قدر گناہوں کی زیادتی پر ندامت محسوس کرتے ہوئے بدھ مت قبول کیا اور گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بڑا پرہیزگار اور مذہب کا مبلغ بنا گیا۔ وہ چالیس سال تک برسراقتدار رہا اور آخری دور میں حد درجہ عوام کی فلاح و بہبود کو فروغ دیا۔ قیدیوں کو رہائی بخشی' حتیٰ کہ موت کی سزا پانے والوں کو بھی روحانی تربیت سے گزار کر مذہب کا مبلغ بنادیا اور مکمل سزا سے خلاصی دے دی۔

کوسمی کی روایت کے مطابق جان پد قبائلی سردار کو معاشرے میں بڑا مقام حاصل تھا۔ لوگ اپنی زرعی پیداوار کا چھٹا حصہ اسے بطور ٹیکس دیتے تھے۔ جان پد شہری بالائی طبقہ کے لوگ تھے۔ آزاد شہروں میں رہتے اور اپنے معاملات میں خود مختار تھے جبکہ ان کے مقابلے مین آزاد محنت کش لوگ تھے۔ جو زمینیں کاشت کرتے تھے۔ انہیں زمینوں پر مالکانہ حقوق تک حاصل نہ تھے۔ زمین کی ملکیت بادشاہ کی ہوتی تھی۔ جان پد غیر آباد زمینیں انہی لوگوں سے آباد کرواتے تھے۔ ان لوگوں کی خواتین نیچ خدمات پر مامور ہوتی تھیں۔ جسم کی مشقت پر ان لوگوں کو جینا مرنا تھا۔

اشوک کے اقتدار کے ابتدائی سات سال جنگ و جدل میں گزرے۔ اس کی سلطنت کی حدود میں بلوچستان کا جنوب مغربی علاقہ' صوبہ سرحدیں شمالی علاقہ جات کے علاوہ سارا علاقہ اور مشرق میں گنگا اور جنوب میں صوبہ کرناٹک تک پھیلی تھیں۔ ارض پاکستان کا سارا

علاقہ ایک صوبہ کے طور پر تھا جس کو اُتراپھر کا نام حاصل تھا۔ اور ٹیکسلا یہاں کا دارالحکومت تھا۔ چین ترکستان کا علاقہ ختن بھی اشوک کی سلطنت میں شامل تھا۔ بودھی داستانوں میں لکھا ہے کہ اشوک نے ایک اذیت خانہ بنا رکھا تھا' جہاں وہ لوگوں کو اذیت دے کر خود تماشا دیکھا کرتا تھا اور مزے لیتا تھا۔ ایک بدھ بھکشو کے وعظ سے بدھ مت کو قبول کرلیا اور اس طرح ظالم اشوک نیک اشوک بن گیا۔ اشوک کی طرف سے بلائی گئی تیسری عالمی بودھی کانفرنس میں اشوک کے ایک فرمان سے بودھوں میں پھوٹ پڑ گئی (یہ کانفرنس مہاتما بدھ کی وفات 483 ق م کے 236 سال بعد ہوئی) یہ اشوک کے عہد تخت نشینی کا اٹھارواں سال تھا اور ان اختلافات کی بناء پر کئی بغاوتیں ہوئیں جن کو طاقت کے ذریعہ ختم کردیا گیا۔ 37 سال حکومت کرنے کے بعد اشوک 232 ق م میں فوت ہوگیا۔

موریہ سلطنت کی ناکامی کے اسباب میں اشوک کے عدم تشدد کے پرچار' فوج میں کمی اور برہمنوں کی ناراضی کو بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی بنیادی سبب نہ تھے۔ بلکہ افسر شاہی کی ظالمانہ سختیاں تھیں جن کی وجہ سے سلطنت کی مجموعی پیداوار کم ہوگئی۔ پیداشدہ دولت کا ساٹھ فیصد حصہ ریاستی مشینری پر خرچ ہوتا تھا۔ جبکہ عام افراد جن پر زمینوں کی آبادکاری کا بوجھ تھا وہ انتہائی درجہ کی بددلی کا شکار تھے۔ جس کی وجہ سے ویرانے بڑھتے گئے اور فصلات کی کاشت اور زمینوں کی آبادکاری کم پڑ گئی۔ پوری سلطنت میں مخبروں کا جال پھیلا تھا۔ جن میں زیادہ تر مذہبی بودھ راہب ہوتے تھے جو عام لوگوں کے روپ میں ہر جگہ موجود رہتے تھے۔ انہیں حکم تھا۔

"مخبر مجھے حالات کے بارے ہر قسم کی معلومات فوراً بھیجیں' کسی بھی وقت' کسی بھی جگہ چاہے (کھانا کھا رہا ہوں) حرم میں ہوں' اندرونی کمروں میں ہوں' ڈولی میں ہوں یا باغ میں مجھے ہر خبر فوراً پہنچنی چاہیے تاکہ میں بروقت اس پر مناسب حکم دے سکوں۔"

تمام زراعت وصنعت اور تجارت سرکاری کنٹرول میں تھی۔ ہر طبقہ حکومت جبر میں

مبتلا تھا۔ کاروباری لوگ عمل میں آزاد نہ تھے۔ غیر آباد زمینوں کی آباد کاری پر شودر مامور کیے گئے تھے۔ جنہیں اس کے بدلے میں آزادی کا لالچ دیا گیا لیکن ان کی آزادی سے کاشتکاری کا آئندہ کا عمل ماند پڑ گیا۔ لوگ جب زمین آباد کر لیتے تو باغی ہو جاتے کیونکہ حکومت ان سے زرعی پیداوار کے بیشتر حصے کا مطالبہ کرتی۔ جس پر حکومت انتہائی سختی سے پیش آتی اور کسانوں کا قتل عام کر دیتی۔

شراب نوشی عام تھی اور شراب کی جملہ فیکٹریاں بادشاہ کی ملکیت ہوتیں۔ نجی ملکیت میں کسی دوسرے کو شراب بنانے یا بیچنے کی اجازت نہ تھی۔ سرکاری ملکیت میں اعلیٰ قسم کے شراب خانے تھے' جن میں صرف امراء اور اعلیٰ قسم کے شہریوں کو داخلے کی اجازت ہوتی۔ بادشاہ کو اپنی جان جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا۔ اس کی حفاظت پر خاصی عورتوں کو مامور کیا جاتا جو اپنے والدین سے خرید لی گئی ہوتیں۔ بادشاہ خطرے کی وجہ سے دن کو بالکل سو نہ سکتا اور رات کے وقت بھی اپنی خواب گاہ ہر وقت ادلتا بدلتا رہتا۔

جسم فروشی کی عام اجازت تھی اور طوائفوں کا سماج انتہائی بلند مرتبے کا حامل تھا۔ عصمت فروشی کے کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے خاص قسم کی انتظامی مشینری مامور ہوتی۔

موریہ سلطنت کے زوال کے بعد یونانیوں نے بھی بدھ مذہب کی سرپرستی کی نامور یونانی بادشاہ میاندر نے اپنے پانچ درباریوں سمیت ناگ سین کی زیارت کے موقع پر بدھ مت کو قبول کر لیا۔ سکالہ اس کا دارالحکومت تھا۔

بدھ راہب ان حکمرانوں کو مذہبی سرپرستی دیتے اور عوام الناس میں ان کی اطاعت و شکر گزاری کے ماحول کو پروان چڑھاتے کیونکہ بدھ کی تعلیمات میں دنیاداروں کا یہ فرض بتایا گیا۔

1۔ وہ دین داروں کے ساتھ محبت کا سلوک کریں اور وہ اس کے بدلے میں ان کی اطاعت و عزت کریں۔

2۔ دنیاداروں کا فرض ہے کہ وہ دیندا روں کی ضرورتوں کو پورا کریں جبکہ رتبہ داروں کا

فرض ہے کہ۔

3۔ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کریں۔

4۔ اور برے کاموں سے روکیں۔

5۔ مذہب کی تعلیم دیں۔

6۔ ان کے شکوک کو خواہشات نفسانی سے پاک کرکے رفع کریں۔

7۔ اور آخرت کے لیے حقیقی نجات کا راستہ دکھائیں۔

8۔ اور عام لوگوں پر پیار اور محبت کی نظر رکھیں۔

گوتم بدھ نے ہر ملازم کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے آقا کی دل و جان سے تعظیم کرے جب آقا آئے تو ادباً کھڑا ہو جائے اور جو کچھ اسے آقا دے دے اسی پر قناعت کرے اور خندہ پیشانی سے ٹھیک ٹھیک کام کرے اور اپنے آقا کو ہمیشہ اچھے کلمات سے یاد کرے۔

گوتم بدھ کی یہ تعلیمات حکومت کے مفاد میں تھیں' اسی لیے مہاراجوں نے اسے اپنایا۔ بھوک کے مارے ہوئے لوگ تنگ آکر راہبانیت اختیار کرلیتے اور چل پھر کر اپنی ریاضت کے ذریعے اپنی خواہشات نفس کے تدارک کا سامان کرتے جبکہ حکمران غریب عوام کی محنت' مشقت سے تیار کی گئی فصلات کی پیداوار کے بیشتر حصہ کو بطور ٹیکس وصول کر لیتے اور خود عیش و نشاط کے ساتھ رہتے اور غریبوں کو صبر و شکر کی تلقین کرکے مذہب کی صحیح اطاعت کا حق ادا کرتے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات میں دنیا سے بے زاری اور ترک لذات کے لیے راہبانیت اختیار کرلینے کی تعلیم ملتی ہے' جس کا ہمیشہ حکمرانوں کو فائدہ ملتا ہے۔ بدھ مت اخلاقی نصائح کا مذہب ہے۔ اس میں عام انسانی معاشرے کو اس کی ضروریات و مصالح کے حوالہ سے کسی متوازن قانون کے راستے پر نہیں ڈالا گیا۔ اخلاقی نصائح سے بادشاہ خوش ہوتے' انعام و اکرام دیتے لیکن ان کی اپنی زندگیاں عیش و نشاط میں ڈوبی رہتیں اور معاشرے کے مفلوک الحال عوام کو قسمت کا کھیل قرار دے کر مذہبی افیون کی گولی سے خاموش کرنے کا

کام لیتے۔

یہ عدم انصافی کسی الٰہی دین کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ بدھ مت دراصل بے زاری و سہل پسندی کا مشترک ملغوبہ ہے جو عرفان اور پروان کے سہانے خوابوں میں گم کرکے انسان کو اس کے معاشی و معاشرتی مسائل سے بھاگ جانے کا موقع دیتا ہے۔

زرتشت اور حقوق انسانی

مافوق الفطرت موجودات اور قوتوں کی پرستش پر منحصر جن اعتقادات کو مذہب کے نام سے یاد کیا گیا' زرتشت بھی انہی میں سے ایک ہے۔ تاریخ انسانی کے قدیم دور میں زرتشت کو ایک بڑے خطہ فارس میں بنیادی بلکہ حکومتی مذہب کی حیثیت حاصل تھی۔

مورخین کے مطابق آرین پیغمبر زرتشت یا زوراشٹر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیر اور بعض کی رائے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انداز سے بھولی بھٹکی انسانی روحوں کو راہ دکھانے آیا تھا۔

فاضل میکس مولر نے بادشاہ داروس کے کتبات سے استفادہ کرتے ہوئے اندازہ لگایا ہے کہ زرتشت قدیم دور کا ایک دانا بینا پیغمبر تھا۔ یونانی فلسفی افلاطون اور ارسطو کو بھی زرتشت اور اس کے خداوند آھرمزد کا علم تھا۔ خصوصیت سے افلاطون تو اسے "اورامزیز" کا بیٹا بیان کرتا ہے۔ فاضل میکس مولر کے نزدیک "اورامزیز" سے ایرانیوں کا قدیم دیوتا آھرمزد مراد ہے جو داروس اور ایکسرکس کے کتبات میں اورامزدا کے طور پر تحریر ہے اور جو افلاطون کے اورامزیز کے قریب تر ہے۔

بادشاہ داروس نے اپنے ایک کتبے میں لکھا ہے۔

"اورامزدا کے فضل و کرم اور عنایت سے میں بادشاہ ہوں۔ اورامزدا نے مجھے بادشاہت عطا کی ہے۔"

فاضل میکس مولر کا کہنا ہے کہ زند آوستہ میں جگہ بہ جگہ آھرمزدا کو خالق کائنات اور

مالک ارض و سما کہا گیا ہے' جو سچائی اور حق کو پسند کرتا اور جھوٹ و برائی کا مخالف ہے۔ گو زند آوستہ میں برائی کا نام نہیں لیا گیا لیکن یہ اعلان ضرور موجود ہے کہ زرتشت یا زوراسٹر اس برائی کو مٹانے کے لیے آہرمزد کی طرف سے مبعوث ہوا تھا۔

عظیم محققین برنوف' بروک ھادس' ہیگل اور وسٹر گارڈ نے بھی اس کی شہادت دی ہے کہ زند آوستہ کی قدامت کے نشانات زرتشت کے دور سے ملتے ہیں' جبکہ فاضل میکس مولر کے بقول گاتھاز کے سوا باقی زند آوستہ زرتشت کی زبان نہیں ہے۔ گاتھاز لازماً زرتشت کا کلام ہے۔ گو اس کی بحریں اور قوانی باہم مختلف ہیں۔

زرتشت کے عہد میں ہی انڈو آرین میں اختلاف و تضاد ابھرا اور اس کی خاطر لوگ ایک دوسرے سے کٹ جانے پر مجبور ہوئے تھے۔ میکس مولر کے نزدیک زرتشت دانا و بینا پیغمبر تھے جو کہ بہت قدیم دور میں ہو گزرے ہیں۔ مختلف مقامات سے ملنے والے کتبات جن کا زمانہ سولہ سترہ سو سال قبل مسیح متعین کیا جاتا ہے' وہ اس سے بھی پہلے کے پیغمبر ہیں۔ جنہوں نے 2234 قبل مسیح میں بیبلون کی لیڈن حکومت جو اٹھارہ سو سال قبل مسیح میں ہوئی' چھ سو سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور اس طرح زرتشت چوبیس سو سال قبل مسیح کے ہیں۔

فاضل میکس مولر کے نزدیک زرتشت کے سب انڈو آرین یا انڈو یورپین جو اختلاف پیدا ہوا' عظیم جرمن مستشرق روڈ اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے۔

"کہ پہلے گرم موسم میں جو تبدیلی اچانک رونما ہوئی اور درجہ حرارت میں یک بیک جو کمی پیدا ہوئی یہ اس امر کی محرک بنی تھی کہ آرین اپنے قدیم وطن سے نکل کر سندھ' تجزیہ' پرشیا وغیرہ کے گرم علاقوں میں چلے جائیں۔"

کچھ اور مورخین کا خیال ہے کہ آرین آباد کار حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد یہاں پہنچے تھے۔

قدیم ایرانیوں کا مذہب ہندوستانیوں کے ویدک دھرم سے ملتا جلتا تھا وہ متھرا کی

پوجا کرتے تھے' جو سورج دیوی کا نام تھا۔ ابتدائے آفرینش کے حوالہ سے اور عقائد کے حوالہ سے عجیب کہانیاں مشہور ہیں۔ زرتشت نے پرانے آریائی مذہب کی اصلاح کی۔ اس مذہب کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے 660 سال قبل ظہور پذیر ہوا۔ باختر کے علاقے میں اسے فروغ ملا' جو افغانستان کے شمال میں کوہ ہندوکش اور دریائے جیحوں کے درمیان واقع تھا۔ ایران کے بادشاہ گستاسپ نے سب سے پہلے یہ مذہب قبول کیا اور اس کے پرانے بھجن اوستا کی صورت میں مرتب کروائے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

- خدا ایک ہے۔
- دنیا میں خیر و شر کی الگ الگ قوتیں موجود ہیں' جو ایک دوسرے کے مقابلے پر کھڑی ہیں' جو شخص خیر کے دیوتا کے احکام مانے گا وہ نجات پائے گا۔
- خیر کے دیوتا کا نام اھورمزدہ' یعنی خدائے عقل ہے۔
- باطل و شر کے دیوتا کا نام اہرمن یعنی شیطان ہے۔
- موت کے بعد انسان کو اپنے اعمال کا بدلہ لینے کے لیے ایک پل سے گزرنا ہوگا۔ نیک لوگ اس سے بخیر و خوبی گزر جائیں گے جبکہ بدکار لوگ گزرتے وقت نیچے گر جائیں گے۔
- زرتشت میں ثنویت کے عقیدہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے' جس کے مطابق کائنات کے خالق دو ہیں۔ ایک وہ جس نے دنیا کی تمام مفید اور کارآمد چیزیں پیدا کیں' جسے وہ اہورامازدا کا نام دیتے ہیں۔ دوسرا خالق وہ ہے' جس نے تمام مضر اور تکلیف دہ اشیاء بنائیں' اس کا نام اینگرومینو ہے۔
- اہور کی چھ صفات بہت اہمیت رکھتی ہیں:

(1) وہ عقل کل ہے۔ (2) غیرفانی ہے۔ (3) صحت مند اور قوی ہے۔ (4) وہ حقیقت اعلیٰ ہے۔ (5) دیندار اور متقی ہے۔ (6) تمام ارضی نعمتوں کا مالک ہے۔

- اینگرومینو خدائے شر ہے' جس کے عملے کی دو ہستیاں بہت نامور ہیں۔ ایک

ایشیما جو غصہ کا دیو ہے اور بہت طاقتور ہے' دوسری پیریکا ہے' یہ وہ حسین و جمیل عورتیں ہیں جو متقی اور راست باز لوگوں کو اپنے حسن سے لبھاتی ہیں اور گمراہ کرتی ہیں۔

- ان کا عقیدہ ہے کہ انسان چاروں طرف سے تاریکی میں گھرا ہوا ہے' اس سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماژدا کی عبادت کرے اور اس کے لیے آگ کے سامنے مقدس منتر گائے جاتے ہیں۔ جس سے ارواح خبیثہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے نزدیک آگ قوت یزدانی مظہر ہے۔
- ان کا عقیدہ ہے کہ آگ سے انسان اپنے انجام کا نظارہ کر سکتا ہے' جس طرح آگ راکھ ہو جاتی ہے' اسی طرح ایک نہ ایک دن انسان کو بھی مٹ جانا ہے' جس طرح آگ خوشبو پھیلاتی ہے' اسی طرح انسان کو نیکی پھیلانی چاہیے۔
- زرتشت کے نزدیک انسان مجبور نہیں بلکہ اسے اختیار حاصل ہے چاہے نیکی کی راہ پر گامزن ہو یا برائی کا ارتکاب کرے۔
- زرتشت دنیا سے بے زاری کی بات کرنے کی بجائے دنیاداری کو بہتر قرار دیتا ہے۔ پشت میں ہے۔

"اے اپشما زرتشت وہ شخص جس کی بیوی ہو اس شخص سے بدرجہا بہتر ہے جس کی بیوی نہ ہو اور ایسا شخص جو خاندان رکھتا ہو' اس سے بہتر ہے جس کا کوئی اپنا خاندان نہ ہو' ایسا شخص جو مالدار ہو مفلس اور قلاش سے بدرجہا افضل ہے۔"

- زرتشت خود آخری عمر تک کھیتی باڑی کرتا رہا' اس لیے اس کے نزدیک زمین پر کاشت کرنے والا پیداوار بڑھانے' آبپاشی کرنے' دلدل کو خشک کرنے' جانوروں کی نسل کشی کرنے کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ محنت اور جفاکشی کا اس مذہب کے فضائل اخلاق میں شمار ہوتا ہے۔
- زرتشت کے نزدیک صفائی اور پاکیزگی پر بڑا زور دیا گیا ہے' جس کے مطابق خیالات'

لباس' رہائش اور بود و باش وغیرہ میں صفائی کے علاوہ اعمال کی پاکیزگی بھی اس میں داخل ہے۔ چھوٹے بچوں کو بچپن سے سچ بولنے اور جھوٹ نہ بولنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جھوٹ بولنا بد ترین گناہ ہے' جسے مقروض ہونے سے بھی زیادہ مذموم خیال کیا جاتا ہے۔

- پندرہ سال کی عمر کے جوانوں کو اپنے عقائد اور اعمال کے پاکیزہ کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ انہیں ایک منصف بادشاہ کی طرح عاقل ہونے' لین دین میں صداقت کرنے' برائی کو ختم کرنے' پالتو جانوروں کے آرام کا انتظام کرنے' کھیتوں کے بونے اور جوتنے میں سرگرمی دکھلانے کا حکم دیا گیا ہے۔
- انسانوں میں اخوت' محبت اور اتحاد کو فروغ دینے کی تلقین کی گئی ہے۔
- زرتشت نے مالی امداد دینے پر بڑا زور دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جو مالدار ہو وہ اپنے فاضل مال سے دوسروں کی مدد کرے اور اعلیٰ تعلقات کے تمام عمدہ کام انجام دے۔
- زرتشت نے دس ہزار جانوروں کے مارنے کا حکم دیا ہے' جنہیں ان کے بقول اہرمن نے تخلیق کیا ہے۔ ان میں سانپ چیونٹی' مینڈک اور مکھی وغیرہ شامل ہیں۔
- رفاہ عامہ کے کام اس دنیا میں سزاؤں سے بچنے کے لیے ضروری ہیں اور ان ہی کے ذریعہ اگلی دنیا کے عذاب سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔
- پارسیوں کے نزدیک مردے ناپاک ہوتے ہیں۔ اوستا میں بتلایا گیا ہے کہ نعشوں پر درخس نیکس کا قبضہ ہوتا ہے جو ایک قسم کی مہلک غلاظت کی مکھی ہے' جس سے بیماریاں پھیلنے اور زندوں کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہوتا ہے۔
- زرتشت کے نزدیک مردوں کو مٹی مین دفن کرنے سے مٹی نجس اور آگ میں جلانے سے آگ کی بے حرمتی ہوتی ہے' اسی طرح پانی میں بہانے سے پانی کا تقدس جاتا رہتا ہے' اسی لیے وہ اونچے میناروں یا چٹانوں پر مردوں کو رکھتے تھے۔
- مجوسی اہرمزد سے بھی زیادہ ایک اور ہستی کو اہمیت دیتے ہیں' جسے مترا کے نام یاد کیا

جاتا ہے۔ ان کے نزدیک مترا اہرمن اور یزدان کے درمیان واسطہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے نزدیک مترا دنیا میں ان کی ہدایت کے لیے آیا' دنیا والوں نے اسے سخت اذیتیں دیں اور بالآخر اس نے اپنی جان دے کر گناہوں کو کافر قرار دے دیا۔

دیگر مذہب کی طرح وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ماننے والوں نے بھی اس میں بہت ساری تبدیلیاں کر دیں۔ اہورکی چھ صفات کی تجسیم کی جانے لگی۔ تمام عقائد سے بڑھ کر دیوتاؤں کو آگے راہ دے دی گئی۔ یہ پہلے پہل دیوتاؤں کے تصور سے بھی خالی تھا۔ لیکن بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ کئی دیوتاؤں نے تبدیلیاں کیں جن کو یہاں پہلے موجود پارسیوں نے انہیں فوراً اپنا لیا۔

جب ایران کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تو پارسی ترک وطن کر کے ہندوستان چلے آئے۔ جس سے ہندوؤں کے عقائد اور رسوم سے متاثر ہو کر بہت حد تک بدل دیا گیا۔

اس مذہب کی تعلیم میں صداقت کے جواہر پارے کہیں کہیں شامل ہیں لیکن اکثر عقائد بے تکے خیالات و توہمات سے بنا لیے گئے ہیں۔ افکار کی پاکیزگی' سچ صفائی اور مالی امداد پر بڑا زور ملتا ہے لیکن ان اعمال کی بڑے پیمانے پر تکمیل کا کوئی مظاہرہ ایران کے اندر نہیں کیا گیا۔ ایرانی حکومت و سیادت بظاہر اس مذہب کو سرکاری مذہب کا درجہ دیتی تھی لیکن اس کے عوام پر ظلم' بے انصافی' استحصال' غریب کشی اور تکذیب و تذہیب کے جو مظاہر تاریخ کا حصہ ہیں' وہ اس مذہب اور اس مذہب کے ماننے والوں کی دورخی اور منافقت کے آئینہ دار ہیں۔ بدعملی کبھی بھی کسی مذہب میں مستحسن نہیں سمجھی گئی' لیکن اگر حکومت نے اپنے آئین میں انصاف کے ترازو کے سائے میں رکھ کر سزا و جزا کے عمل سے آئینی طور پر گزارنے کا کوئی کام کیا ہوتا تو آج تاریخ اس پر فخر کرتی۔

جین مت اور حقوق انسانی

آریہ دھرم کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے مہانی نامی ایک کھشتری راجہ کے

لڑکے وردھمان نے کام شروع کیا۔ وہ 599 ق م میں پیدا ہوا۔ 30 سال کی عمر میں اس نے ترک دنیا کرکے سادھوؤں میں شمولیت اختیار کرلی۔ لیکن دو سال بعد ہی ان کی رفاقت ترک کرکے بہار کے شمال و جنوبی حصوں میں نکل گیا۔ وہ اپنے آپ کو نرگرنتھ (جو کسی کا پابند نہ ہو) کہتا اور ننگے پاؤں پھرتا۔ لوگ اسے جن (پاک آدمی) کہنے لگے اور اس طرح اس کے پیروکاروں کو جینی یا جین کہا جانے لگا۔ 527 قبل مسیح میں 72 سال کی عمر میں فوت ہوا۔

مہاتما مہابیر کی تعلیمات کا زور تین اصولوں پر تھا۔

(1) ٹھیک ٹھیک دیکھنا

(2) ٹھیک ٹھیک جاننا

(3) ٹھیک ٹھیک کام کرنا۔

جبکہ اس کے علاوہ چند اور تعلیمات کا بھی پرچار کرتا جن کا زور انسانی معاشرہ میں امن وسکون اور پیار و محبت کے فروغ سے تھا۔

(1) جان سے کسی کو نہ مارنا۔

(2) جھوٹ نہ بولنا۔

(3) چوری نہ کرنا۔

(4) شراب نہ پینا۔

(5) زبان و اعمال و خیالات کو پاکیزہ رکھنا۔

سب سے زیادہ زور اس کا اہنسا پر رہا' جس کی وجہ سے اس کے پیروکار زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے جھاڑو دے لیتے' منہ پر کپڑا باندھ کر چلتے تاکہ منہ کے ذریعہ کوئی کیڑا جسم میں داخل نہ ہو جائے۔

310 ق م میں مگدھ دیش میں' جو کہ جین مت کا مرکز تھا' شدید قحط پڑا' جس سے اکثر جینی دکن کو نقل مکانی کر گئے۔ 10 سال بعد پٹنہ میں جینی سادھوؤں کی کونسل کا اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا۔

(1) کہ آئندہ کوئی سادھو ننگا نہ پھرے۔

(2) سفید کپڑے پہنے۔

(3) عورتوں کو بھی پرچارک بنایا جائے۔

چنانچہ اس نئی صورتحال سے سادھوؤں میں اختلاف بڑھ گیا اور وہ دو فرقوں میں بٹ گئے۔ جین مت بدھ مت کی طرح اصلاحی و اخلاقی تعلیمات کا مذہب تھا۔ دونوں ہی اعمال (کرم) تناسخ (آواگون) اور نروان (موکش) پر اعتقاد رکھتے تھے۔ جینیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ سارے جہاں کی ایک ہی روح ہے یعنی زمین' آگ اور ہوا میں ایک ہی روح کار فرما ہے' جبکہ بودھوں کے خیال میں روح صرف جانوروں میں ہے۔ جینی برت رکھتے اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالتے۔ جینوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ یہ دنیا تین زمانوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک زمانہ میں 24 جینی مہان ہستیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ مہاتما مہابیر چوبیسواں مہان ہستی تھا جس نے ان کا سدھار کیا۔

جین مت کے مطابق نجات کا راستہ صرف الوہی کفارے اور مکمل آہنسا (کسی جاندار کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہ دینا) کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جین مت کا ہر معتقد پانچ وعدے کرتا ہے۔

(1) وہ کسی جاندار کو ہلاک نہیں کرے گا۔

(2) جھوٹ نہیں بولے گا۔

(3) اپنی پاک دامنی کو برقرار رکھے گا۔

(4) جو نہ ملے وہ طلب نہیں کرے گا۔

(5) تمام خارجی عناصر کی تسکین کو ٹھکرا دے گا۔

ان کے مطابق حیاتی تسکین ایک جرم ہے۔ مثالی فرد تو وہ ہے جو دکھ' تکلیف' خوشی اور غم سے ماورا ہو۔ خارجی مفروضات پر انحصار نہ کرے۔ جین مت میں زراعت پر پابندی ہے۔ کیونکہ یہ دھرتی کا سینہ چیر کر حشرات الارض کو مار ڈالتی ہے۔ ایک پارسا اور

متقی جینی شہد اس لیے نہیں کھاتا کیونکہ یہ شہد کی مکھیوں کی زندگی ہے۔ پانی اس لیے کم پیتا ہے کیونکہ بہت سے جانداروں کی زندگی کا انحصار اس پر ہے۔ اپنے منہ پر خوف سے نقاب اس لیے چڑھائے رکھتا ہے کہ کہیں ہوا میں موجود جاندار جرثومہ اندر جا کر تلف نہ ہو جائے۔ اپنے چراغ کے گرد تمہ بندی اس لیے کرتا ہے کہ اس کی پر کشش روشنی و حرارت کے سراب میں کوئی کیڑا مکوڑا نہ جل جائے۔ ہر قدم رکھنے سے پہلے زمین کو اس لیے جھاڑتا ہے کہ کہیں کوئی جاندار اس کے پاؤں تلے آکر ہلاک نہ ہو جائے۔ کسی جین کو کسی بھی حالت میں کسی جانور کو ذبح کرنے یا اس کی قربانی دینے کی قطعاً اجازت نہ تھی بلکہ وہ اس کی بجائے جانوروں کے لیے شفاخانے تعمیر کرتے لیکن اس کے برعکس تضاد یہ ہے کہ جین مت اپنے آپ کو ہلاک کرنے یا خودکشی کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ خصوصاً رفتہ رفتہ فاقہ کشی کے ذریعے مرنے کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ یہ زندہ رہنے کے جنون کے مقابلے میں روح کی عظیم فتح ہے۔

جین مت اپنے اعتقادات میں شدت اور شدید ریاضت کی مانگ کی وجہ سے مقبولیت حاصل نہ کرسکا۔ یوان چونگ کی کوششوں سے ساتویں صدی عیسوی میں اس کے پیروکاروں میں بڑا اضافہ ہوا۔ لیکن آج بھی پورے ہندوستان میں اس کے پیروکاروں کی تعداد تیرہ لاکھ سے بڑھ نہیں پائی ہے۔

یہ مذہب بھی زندگی سے فرار اور بیزاری کا مذہب ہے۔ ظاہری طور پر اس کی تعلیمات میں اہنسا جیسے عدم تشدد کے اصول کی موجودگی بڑی ہی انسان دوستی کی مظہر ہے لیکن یہ انتہائی غلو ہے۔ زندگی ہر دو عوامل کی مظہر ہے۔ پیار اور نفرت دونوں ہی انسانی جذبات کے رُخ ہیں۔ پیار نیکی کے کاموں سے جہاں کیا جاسکتا ہے وہاں یہی جذبہ برائی کے کاموں سے بھی ہو سکتا ہے جہاں اسے مذموم کہا جائے گا اور اسی طرح دشمنی یا نفرت کا استعمال ہی اسے بُرا یا اچھا کہلا سکتا ہے' اگر دشمنی برے کام کرنے والوں سے کی جائے۔ تشدد بُرائی کے خاتمہ کے لیے کیا جائے تو اسے مذموم نہیں کہا جاسکتا جبکہ نیکی کے کام کرنے

والوں سے نفرت یا دشمنی مذموم کہی جانے کے لائق ہے۔ افراط اور تفریط کے ان پُرغلو اعتقادات نے انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ حقوق انسانی کے سلسلہ میں اس مذہب کی تعلیمات کا کوئی تعمیری کردار نہیں رہا۔ یہ صرف اور صرف ناصحانہ اور بُرائی سے دامن بچا کر الگ کر لینے کا مذہب ہے۔ جبکہ حقوق انسانی کی بازیافت کے لیے انسان دشمن قوتوں سے نبرد آزمائی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی یہ کہ کسی انسان کی جان نہ مارنے کی قسم کھالی جائے۔ لیکن کیا انسان پر ظلم کرنے والوں کا محاسبہ بغیر کسی آویزش کے ممکن ہے' قطعاً نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عملی دنیا میں اس مذہب کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں مل سکا۔ صرف کمزور اور اپنی جان کو دوسرے انسانوں سے الگ تھلگ کرکے رہبانیت کی راہ اپنا لینے والے لوگوں کا مذہب ہے۔

تاؤمت اور حقوق انسانی

چین کے تین بڑے مذاہب میں سے ایک مذہب تاؤ مت ہے۔ ابتدائی ذریعہ معلومات تاؤ تھی کن ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ اس مذہب کا بانی لاؤتے (Loatse)604 ق م میں پیدا ہوا۔ یہ کلیم کنفیوشس کا ہم عصر تھا اور چاؤ کے دربار میں عہدہ دار تھا۔ لاؤتے اپنی سرکاری ملازمت سے بیزار ہو کر مستعفی ہو گیا اور مغربی دروں کی طرف نکل ایک لمبے عرصے تک غائب رہا۔ کتاب تاؤ تھی کن اسی دور کی یادداشتوں پر مبنی کتاب ہے۔ لاؤتے کا نام ایک قدیم فلسفی کے طور پر بھی معروف ہے۔ تاؤ کے معنی "طریقہ" کے ہیں' جس کی لوگ پیروی کریں۔ یا اس سے مراد وہ طرز عمل ہے جس پر قدرت عمل کرتی ہے۔ یا قدرت کا قانون ہے' جس پر دنیا چلتی ہے۔ تاؤ نے خدا اور الوہیت کے حوالہ سے کسی خاص تصور کا اظہار نہیں کیا ہے۔ تاؤ کی تعلیمات کا اہم اصول خواہشات سے آزاد ہو کر قدرت کے اسرار و رموز کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ لاؤتے کی عملی تعلیم نفی سے ظاہر ہوتی ہے' اس سے مراد کوشش' جدوجہد اور احساس خودی ہے۔ تاؤ مذہب میں اس لفظ کو

عام طور پر پُراسرار، عظیم الشان اور لافانی القاب سے مزین کیا جاتا ہے۔

لاؤتسے نے دعویٰ کیا ہے کہ تاؤمتی فانی نہیں ہے۔ اس میں سیاسیات اور اخلاقیات کے حوالہ سے بڑے دلکش افکار و خیالات پائے جاتے ہیں۔

1۔ شاہی محلات کے نازونعم کے ساتھ ساتھ عوام کی زبوں حالی، درماندگی اور جنگ وجدال سے نفرت تاؤمت کا امتیاز ہے۔

2۔ تاؤمتی طرز حکومت عدم مداخلت پر مبنی ہے۔

3۔ نیک بادشاہ خود کچھ نہیں کرتا لیکن ہر چیز ٹھیک ٹھاک ہوتی رہتی ہے۔

4۔ جذبات پر فتح حاصل کرنا۔

5۔ ابدیت اور بقا کی تلاش کے لیے کوشش کرنا۔

6۔ روزے رکھنا اور قربانیاں دینا مذہبی اعمال ہیں۔

7۔ تاؤمت اوہام کا مجموعہ ہے جس میں جادو اور ٹونوں کے ذریعہ سے غیر مرئی روحوں اور قوتوں سے مدد لی جاتی ہے۔

8۔ تاؤمت اپنی تعلیم اور برتاؤ میں مرنجان مرنج ہے۔

- تاؤ کے بارے میں عقیدہ تھا کہ وہ خدا سے پہلے موجود تھا۔ اس کا جوہر یکسر تاریکی میں ملفوف تھا، اس کی انتہائی بلندی خاموشی اور عظمت میں ہے وہاں نہ کچھ سنتا ہے اور نہ دیکھنا۔ جب لوگوں کی آنکھیں کچھ نہ دیکھیں، کان کچھ نہ سنیں، دل کچھ نہ سمجھے تو ایسی حالت میں روح آدمی کے جسم کو سنبھال لے گی اور جسم بہت زیادہ عرصہ تک زندہ رہے گا۔
- تاؤازم یوگ کے گیان ودھیان کی شکل کی ریاضتوں کا نام ہے۔ جس میں انسان خارجی دنیا سے قطع تعلق اختیار کرلیتا ہے۔
- تاؤازم میں حلول کا نظریہ کچھ اس طرح داخل ہے کہ علم و دانش کا اس کے لیے کوئی درجہ نہیں۔ یکسر جہالت اور توہم پرستی حاوی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تاؤمت

موروثی طور پر خاندانوں میں ملتی ہے۔ خاندان کے کسی بچہ میں ٹاؤ کی روح حلول کرتی ہے جس پر معجزانہ طور پر جانشینی کا علم ہو جاتا ہے۔

- ٹاؤ مت میں بت پرستی بھی داخل ہے۔ تین مجسموں کی پوجا کی جاتی ہے، جنہیں تثلیثی کیا جاتا ہے۔ پہلا مجسمہ تخریب کا دیوتا ہے' دوسرا لاؤ زے کا اور تیسرا طاؤ کا۔ اس کے علاوہ ستاروں اور جنات کی بھی پرستش کا رواج داخل ہے۔

ٹاؤ مت میں ایک ضابطہ حیات یا دین بننے کی کسی طور پر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔ علم سے نفرت' عقل دشمنی' دنیا کی تحقیر اور اسلاف پرستی اس کے ماننے والوں کا خاصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس جس قوم میں اس قسم کے معتقدات پائے گئے' وہاں زود یا بدیر دہریت یا اشتراکیت کا زور پھیلنے لگتا ہے اور علم دشمن و عقل دشمن مذہب میں حقوق انسانی کے حوالہ سے کسی آئین یا ضابطہ کے رواج پا جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قدیم چینی فکر پر کنفیوشس اور لاؤ زے نے بہت گہرے اثرات ڈالے۔ دونوں کا نظریۂ کائنات انسان اور فطرت کے باہمی تعلقات' فطرت اور زندگی میں اخلاقی تعلقات پرانے چینی مذاہب کی صدائے بازگشت ہیں۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ انسان فطرتاً پاکباز ہوتا ہے' لیکن انسان کو اس پاکبازی پر کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے' اس میں دونوں متضاد ہیں۔ کنفیوشس کے مطابق نیک بنانے یا نیکی پر قائم رہنے کے لیے تعلیم مددومعاون ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو لوگ ٹاؤ کو جانتے ہیں وہ عالم و فاضل نہیں ہوتے اور جو لوگ عالم و فاضل ہوتے ہیں وہ ٹاؤ سے بالکل ناواقف ہیں۔ لاؤ زے کے نزدیک خلوص اور طلب صادق کے فروغ سے نیک انسانی معاشرہ فروغ پا سکتا ہے۔

کنفیوشس ایک عملی انسان کی حیثیت سے اعمال و اشتغال پر بہت زور دیتا ہے لیکن لاؤ زے دنیا سے بے تعلق ہونے پر زور دیتا ہے۔ اس پر یاس اور قنوطیت کا غلبہ ہے۔ اسے سماج سے چنداں تعلق نہیں ہے۔ اس لیے وہ انسانوں کے باہمی تعلقات کے بارے خاموش ہے۔ کنگ زے انسان کو معاشرے کے فرد کی حیثیت سے دیکھنے کا خواہاں نظر آتا

ہے' اس لیے وہ عملی اخلاقیات' معاشرہ میں زندگی بسر کرنے کے طور طریقے کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ جبکہ لاؤزے جاترک دنیا کا دلدادہ ہے وہ اپنے پیروکاروں کو پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھنے کا درس دیتا ہے۔ کنفیوشس ترک دنیا کو زندگی سے فرار قرار دیتا ہے اور اسے بزدلی کا نام دیتا ہے۔ لاؤزے انسان کو قانع صابر' بے دست وپا اور سعی و کوشش سے دور رکھنے کے درپے ہے جبکہ کنفیوشس کارزار حیات میں سرگرم اور جدوجہد کرنے کا پرچارک ہے۔

لاؤزے برائی کا بدلہ بھی نیکی سے دینے کا خواں ہے۔ اس لیے وہ حکومت کو اس بات کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں کہ لوگوں کے حق مارنے والے پر کوئی سزا واجب قرار دی جائے۔ جبکہ کنفیوشس برائی کرنے والوں اور حق مارنے والوں کو کڑی سزائیں دے کر انہیں بُرے کاموں کا مزہ چکھانے کا حامی ہے۔ لاؤزے جیسے نظریات کاغذ پر تو بڑے خوشنما ہیں۔ لیکن عملی زندگی میں ان کو معاشرتی زندگی کا سم قاتل دیکھا گیا ہے۔ لاؤزے نے توہمات' جادو ٹونے اور فسوں کاری کو بھی مذہب میں داخل کر دیا ہے چینی عوام زمانہ قدیم سے اس کے دلدادہ تھے جس کی وجہ سے لاؤزے کے نظریات کو عوامی ذوق کے قریب دیکھا گیا۔ اس پر فطرت پرستی نے اسے اور مقبول بنا دیا۔ شہنشاہ سین نے جب کنفیوشس کے پیروکاروں پر مظالم ڈھائے اور ان کی مذہبی کتابوں کو نذر آتش کر دیا جس کی وجہ سے لوگ تاؤمت میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ بادشاہ چونکہ تاؤمت کا پیروکار تھا اور اسے اپنے اقتدار کی طوالت ایسے بے حس عقائد کی بنیاد پر بڑی آسانی سے مل سکتی تھی' لیکن زندگی اور اقتدار تو بہرحال ایک بالاتر قوت کے ہاتھ میں ہے اس لیے اقتدار کو طوالت تو نہ مل سکی' اس کے دور میں کنفیوشس مذہب کے پیروکاروں پر جو عذاب ڈھائے گئے اور ان ہی حقوق کی جس طرح کھلی پامالی کی گئی وہ چین کی تاریخ کے سیاہ دور کی یادگار ہیں۔

تاؤ کے فلسفیانہ عقائد سحر کاری کے ٹونوں' کیمیا سازی' آب حیات اور ضعیف الاعتقادی کے بوجھ تلے دب کر ختم ہو گئے۔ حکمرانوں کو ان عقائد سے بڑی مدد ملی۔ عوام

ہر ظلم کو قسمت کا کھیل سمجھتے اور صبر و شکر سے رہبانیت میں پناہ لیتے شہنشاہ سین نے تاؤ کے نظریات سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے عوام کو مطمئن کر لیا لیکن عملی طور پر حکومت کے مخالفین کو نرمی کے ذریعے رام کرنے کی بجائے ان کو اذیت ناک سزاؤں سے تباہ کر کے رکھ دیا۔ اکثر لوگ تاؤ کی تعلیمات کے مطابق ترک دنیا کر کے جنگلوں کا رخ اختیار کرتے گئے اور دوسری زندگی کے خوشگوار خوابوں کی امیدیں لے کر راہب بن گئے شہنشاہ سین کو اس کے ظالمانہ اور بے رحمانہ اقتدار میں آزادی حاصل رہی۔۔ عوام تاؤ مت قبول کر کے سحر کاری و فسوں کاری کے ٹونے ٹوٹکوں میں گم رہتے اس طرح چینی معاشرہ حقوق انسانی کے استحصال کی ایک بدترین تصویر تھا۔ جہاں تعلیم کو نفرت سے دیکھا جاتا' زندگی اور معاشرتی اخلاق سے گریزپائی اختیار کی جاتی۔ ظالم کو آزادی حاصل تھی اور مظلوم سے قسمت کا لکھا سمجھ کر چپ سادھ چکے تھے۔

کنفیوشزم

کنفیوشس 551 ق م میں موضع کوفو موجودہ صوبہ شانگ میں پیدا ہوا جو اس مذہب کا بانی بنا۔ انیس سال کی عمر میں شادی ہوئی تو چار سال بعد ہی اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر کوئی شادی نہ کی۔ ستائیس سال کا تھا جب اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا' جبکہ اس کا والد' جب اس کی عمر تین سال تھی والد فوت ہو گیا تھا۔ حکومت کے مال خانے میں ملازمت تھی' اس سے استعفیٰ دے دیا اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ اس کی تعلیم کا تاچرچا ہوا کہ صوبہ "لو" کے وزیراعظم نے بستر مرگ پر اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ کنفیوشس سے تعلیم حاصل کرے۔

کنفیوشس کی تعلیمات کے اہم نکات درج ذیل تھے

1۔ کنفیوشس کی تعلیمات کو اس کے پوتے کہہ نے جمع کیا اور اس کتاب کا نام "درمیانے راستے کے اصول" رکھا۔ اس کے مطابق کنفیوشس اعلیٰ ہستی کے تصور پر اعتقاد رکھتا

تھا اور اس کی اطاعت پر زور دیتا تھا۔ کتاب کا آغاز ان الفاظ سے تھا۔

"آسمان کو عطیات ملے ہیں، وہ آسمان کی فطرت کہلاتے ہیں۔ فطرت کے مطابق عمل پیرا ہونے کا نام راستہ ہے۔ اس راستے کے قوانین کو کنفیوشس اصول تعلیم کا نام دیتا ہے۔ ان قوانین کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت کے مطابق کام کرے۔ کیونکہ فطرت کے مطالبات خدائی احکام کے مترادف ہیں۔ خدا بحیثیت خالق اور فرمانروا کے اس کی تعلیمات کا اہم جزو ہے۔"

2۔ کنفیوشس مردوں کی قوت کا معترف تھا اور کبھی روح کو غیرفانی نہیں کہا۔ ایک بار لوگوں نے سوال کیا کہ ہم جن مردوں کی عبادت کرتے ہیں کیا انہیں اس بات کا علم ہوتا ہے۔ تو کنفیوشس نے جواباً کہا اگر میں مثبت جواب دوں تو لوگ آباؤاجداد کی آخری رسمیں ادا کرنے میں اپنے آپ کو تباہ کرلیں گے اور اگر منفی جواب دوں تو نالائق بیٹے اپنے باپ دادا کو بے گوروکفن چھوڑدیں گے۔ اس لیے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

- جزا اور سزا کے بارے میں کنفیوشس کا کہنا تھا کہ اچھے بادشاہ اور نیکوکار عہدیدار مرنے کے بعد خدا کی قربت میں ہوں گے لیکن ظالم بادشاہ اور بدکار عمال کے بارے میں کنفیوشس کچھ نہیں کہتا۔
- کنفیوشس علم کی تحصیل پر زور دیتا تھا۔ والدین کی اطاعت، بادشاہوں کی وفاداری، انصاف، اور عزیزوں و رشتہ داروں کی امداد کی تلقین کرتا تھا۔
- کنفیوشس کی تعلیم فطری اصولوں پر تھی، اس کا کہنا تھا کہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جو تم دوسروں سے اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔
- لوگوں سے ہم کلام ہوتے وقت اس نے خلوص سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر آپ انتہائی وحشیوں میں بھی پہنچ جائیں تو بھی اپنی خوبیوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

- کنفیوشس کے نزدیک حکمرانی کے پانچ اصول تھے:
  (1) لوگوں کی بھلائی کی خاطر کام کرنے کی خواہش
  (2) لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں جسے خود اپنے لیے پسند نہ کریں
  (3) رعایا کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں
  (4) علم و عقل کو اپنا مشیر و رہبر بنائیں۔
  (5) تمام امور کی انجام دہی میں خلوص سے کام لیں۔
- کنفیوشس کا تمام ذخیرۂ معلومات اخذ کردہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے کبھی فوق البشر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں وہ نہیں ہوں جس کو پیدائشی طور پر علم عطا کیا گیا ہو۔ میں ماضی کے حالات پڑھنے کا شوقین ہوں اور علم کو ماضی میں تلاش کرتا ہوں۔
- یوچنگ نے کنفیوشس سے انسانیت کے بارے میں سوال کیا تو کنفیوشس نے جواباً کہا۔

  میرے پانچ اصول ہی انسانیت کی تشکیل کرتے ہیں۔
  (1) خوش اخلاقی (2) عالی حوصلگی (3) بہتر عقیدہ (4) سرگرم (5) رحمدلی۔

  اس کے کہنے کے مطابق خوش اخلاق کبھی عاجز نہیں ہو سکتا۔ اور جو عالی حوصلگی اور بلند ہمتی سے کام لیتا ہے' ایک دنیا کے دل جیت لیتا ہے اور جو کوئی اچھا عقیدہ رکھتا ہے' لوگ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ رحمدلی سے کام لینے والا لوگوں سے اپنی خدمت کراتا ہے۔
- کنفیوشس کہتا ہے کہ جو کوئی حکمران راست باز اور کھرا ہوتا ہے' اسے بغیر کسی حکم دینے کے معاملات درست حالت میں ہوتے ملتے ہیں لیکن اگر وہ خود ٹیڑھا ہے تو وہ حکم بھی دیتا ہے لیکن اس کی اطاعت نہیں ہوتی
- لوگوں کی قیادت قواعد و ضوابط کے ساتھ کرو اور انہیں ان کا پابند بناؤ اور جو کوئی حکم عدولی کرے اسے سخت سزا کے ساتھ درست کر دو۔ لوگ جیل سے باہر رہنا پسند

کرتے ہیں لیکن انہیں کبھی برائی کے ارتکاب پر شرمندگی نہیں ہوتی۔

- لوگوں کو نیکی کے ساتھ چلاؤ اور قانون کے ذریعے انہیں برائی سے دور رکھو خوش دلی پیدا کرو تو لوگوں میں شرمندگی کا احساس فروغ پائے گا اور وہ بہتر طور پر رہنا شروع کردیں گے
- کنفیوشس سے حکومت کے بارے پوچھا گیا تو اس نے کہا حکومت کے لوازمات میں کافی خوراک، کافی فوج اور لوگوں کا بھرپور اعتماد ہیں اور جب کبھی ان میں سے کسی ایک کو ترک کرنے پر اپنے آپ کو مجبور ہو پا رہے ہو تو پہلے فوج میں کمی کرو۔ اور پھر اگر کمی کرنی پڑے تو خوراک میں کمی کرلیں۔ کیونکہ خوراک کے بغیر گزارہ کیا جا سکتا ہے لیکن بھرپور عقیدہ کے بغیر عوام گزر بسر نہیں کرسکتے۔
- کنفیوشس سے پوچھا گیا کہ لوگوں کی آبادی بڑھ جائے تو کیا کرنا چاہیے تو کنفیوشس نے کہا کہ انہیں خوشحالی دو اور پھر ان کی تعلیم کا انتظام کرو۔
- کنفیوشس ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے خواہش مند تھا، اس کے نزدیک اچھے معاشرے کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں۔

(1) امن (2) فرد عوام اور حکومت میں نظم و ضبط ہو۔

(3) ایک فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ۔

(1) خوش اخلاق ہو۔

(2) وفادار ہو۔

(3) محنتی ہو۔

(4) رحمدل ہو۔

جس کے نتیجے میں معاشرہ میں ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہو گا۔

کنفیوشس کے نزدیک پانچ بنیادی تعلقات خوشگوار ہونے چاہئیں

(1) حکمران اور رعایا کے درمیان

(2) والدین اور بچوں کے درمیان

(3) خاوند اور بیوی کے درمیان

(4) بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کے درمیان

(5) ایک دوست اور دوسرے دوست کے درمیان

ان تعلقات کی خوشگواری کے لیے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنی ذمہ داری کو پوری ایمانداری کے ساتھ نبھائے۔ مثلاً حکومت اچھے حکمران دیں اور عوام ان کے وفادار رہیں اور حکمرانوں کا احترام کریں۔

- حکمران اچھے قانون بنانے کی بجائے اپنے اچھے رویوں سے لوگوں کو کنٹرول کریں۔
- کنفیوشس کی تعلیم روح کی رستگاری کے لیے نہیں بلکہ معاشرے میں نظم و ضبط کی بحالی کے لیے تھی۔
- کنفیوشس کسی علیحدہ مذہب کا بانی نہیں تھا بلکہ اس کی تعلیمات پرانے چینی مذاہب سے ماخوذ تھیں اور اس کا فکری نچوڑ تھیں۔
- کنفیوشس کو جب قاضی بنایا گیا تو اس نے شہر چنگ تو میں اپنی تعلیمات کو عملی شکل دی' جس سے ایک مثالی انتظامیہ اور عدلیہ قائم ہوگی اور مکمل امن و امان قائم ہوا۔ حاسدوں نے بڑی چالاکی سے جب امیر سلطنت کو عیاشی و بے راہ روی میں ڈال دیا تو کنفیوشس اسے سمجھانے سے باز نہ رہ سکا' جس کے نتیجہ میں امیر سلطنت نے اسے ملک بدر کر دیا۔
- 497 ق م میں اس نے شاگردوں کے ساتھ جلاوطنی کی زندگی شروع کی۔ 483 ق م میں ڈیوک گائی نے واپس بلایا تو دوبارہ اصلاح و تعلیم کا کام کرنے لگ گیا۔ 478 ق م میں کنفیوشس اپنی زندگی کی بازی ہار بیٹھا۔ کنفیوشس کی تعلیمات آج بھی اہل چین کے حکمرانوں کے لیے زادراہ ہیں۔ وہ کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ پرانی چینی فکر کا حاصل مطالعہ ہیں اور اس میں انسانی معاشرے کی بہتر تشکیل کے لیے عملی اقدامات کی

تصویر کشی کی گئی ہے اور یہ اصول آج بھی قابل عمل اور بہترین نتائج کے حامل ہیں

سکھ مذہب

سکھ کے معنی پنجابی زبان میں مرید یا چیلے کے ہوتے ہیں سکھ مت کے بانی بابا گورونانک نے اپنے مریدوں کو اس خطاب سے مخاطب کیا جس کی بنیاد پر وہ سکھ کہلائے۔ باباگورونانک گاؤں قلونڈی میں 1466ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ہروقت سوچ بچار میں غرق رہتے۔ بیس سال کی عمر میں زیارات مقامات مقدسہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ صوفیائے کرام اور سادھوؤں کی صحبت میں رہنا شروع کردیا۔ مسلمان بزرگوں کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کی تعلیمات میں توحید خالص تھی۔ اور رسالت کے اقرار کو لازمی قرار دیتے تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مجید خداتعالٰی نے دنیا کی ہدایت کے لیے منظور فرمایا ہے۔ آپ نے دو دفعہ حج کیا۔ بابافرید شکر گنج اور بھگت کبیر کے کلام کو جمع کرکے آپ نے یکجا کیا۔ آپ خود ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کا کلام گرنتھ صاحب سکھ مذہب کی مذہبی کتاب ہے۔ آپ عوام اور حکمران طبقات کے مابین تضادات ختم کرنے یا کم کرنے کے متمنی تھے۔ ایک وسیع سلطنت' جو علاقائی تضادات سے پاک ہو' آپ کا خواب تھا۔ سکھ مت دراصل ہندومت اور اسلام کا ملاپ تھا۔ باباگورونانک کی گرنتھ دراصل ان کی تعلیمات کا خزانہ ہے۔ آپ کے نزدیک ہندو مسلمان سب ایک تھے۔ دسویں گوروگوبند سنگھ نے سکھوں کو منظم کیا اور پچھلے سب طریقے بدل دیئے اور حکم دیا کہ آئندہ کوئی سکھ بال نہ منڈوائے' بدن سے استرانہ لگائے' ملاقات کے وقت رام رام کے بدلے آپس میں گوروداگورو جی کی فتح کہے زنار توڑ نہ پہنا کرے' برہما بشن شب دیوی کی پوجا نہ کرے۔ صرف گورو کو مانے اور اسی کو پرمیشر کا روپ جانے۔ بید پوران شاستر کا دل سے اعتقاد اٹھا دیے۔ ان کے پاس تک نہ جائے اور صرف گرنتھ کو ہی سچی کتاب جانے اس کا پڑھنا ثواب جانے۔ گرنتھ کے احکامات کی تعمیل کرے کل سکھ آپس میں ایک ہیں آئندہ

کوئی برہمن' کھتری یا شودر نہیں کہلائے گا۔ اشراف کی توقیر اور رذیل کی ذلت نہیں رہی۔ سب قدر و توقیر میں برابر سکھ ہیں۔ کوئی گورو کا سکھ تمباکو نہ پئے۔ مسلمان کے ساتھ جہاں تک بن آئے دشمنی رکھے' اس کے مال کو لوٹے' جان کو مارے۔ ان کا مال چوری کرکے کھا جانا حلال تصور کرے۔ جو کوئی سکھ ہو کر کسی مسلمان کو قتل کرے' وہ مکت پاوے اور سیدھا سورگ کو جائے۔ اگر مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے تو بہشتی ہوا۔ مسلمان کا ذبح کیا ہوا حلال گوشت حرام جانے۔ بکری کا جھٹکا اپنے ہاتھ سے کرے اور گورو کا نام لے کر بکری کی گردن پر تلوار مارے اس کا سر اور تاری تو وہ گوشت کھاوے۔ ہر ایک سکھ تلوار باندھے' نیلے کپڑے پہنے' لوہے کا چکر پگڑی کے اوپر دہرے بال یعنی کیس اوپر کی طرف لے جا کر سر کے اوپر باندھے۔ پگڑی سیدھی رکھے۔ ایسا پاجامہ پہنے جس سے گھٹنا ننگا رہے۔ سور کا گوشت پوتر یعنی پاک سمجھے' بلا شک کھاوے ملیچھ مسلمان کا دشمن بن جاوے۔

یہ صورتحال اس وقت عقائد کی بنی جب سکھ مسلمانوں سے ان کے اقتدار کے دوران مزاحمتی تحریک میں تھے حالانکہ گورونانک کی یہ تعلیمات نہ تھیں۔ سکھ مت اب مسلح جدوجہد کرنے والا فرقہ نظر آتا ہے' جہاں اس کی اپنی قومیت کے علاوہ کسی کو جینے تک کا حق نہیں ہے' اس طرح اس مذہب کی تعلیمات اب حقوق انسانی کے استحصال پر مبنی نظر آتی ہیں۔ یہ پیار و محبت کا مذہب تھا۔ ہندوستان میں ان پر کیے جانے والے مظالم نے ان کو جنگجو بنا دیا ہے۔ ان کا تشدد اب ان کی مزاحمتی اور آزادی کی جدوجہد کی وجہ سے، وہ معنی نہیں رکھتا جو ایک عام مذہب کی رو سے ہونا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے واسطے حصول مقصد کا مشترک معیار ہوگا تاکہ ہر فرد اور معاشرے کا ہر ادارہ اس منشور کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام پیدا کرے گا اور انہیں قومی اور بین الاقوامی اقدامات کے ذریعے ممبر ملکوں میں اور ان قوموں میں جو ممبر ملکوں کے ماتحت ہوں، منوانے اور ان پر عمل کروانے کے لئے بتدریج کوشش کرے گا۔

دفعہ 1-

تمام انسانی آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہئے۔

دفعہ 2-

ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کئے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک سے، سیاسی، عملی یا بین

الاقوامی حیثیت کی بنا پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ چاہے وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ 3-

ہر شخص کو اپنی زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ 4-

کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو، ممنوع ہو گی۔

دفعہ -

کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ انسانیت سوز یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ 6-

ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ 7-

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حق دار ہیں۔

دفعہ 8-

ہر شخص کو ان افعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیئے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے یا چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ 9-

کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ 10-

ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلہ کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانبدار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ 11-

(i) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے، جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا چکی ہوں۔

(ii) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگذاشت کی بنا پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ 12-

کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ 13-

(i) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(ii) ہر شخص کو اس بات کا حق ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ 14-

(i) ہر شخص کو عقیدہ کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لئے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(ii) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لئے استعمال میں نہیں لیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف ہیں۔

دفعہ 15-

(i) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(ii) کوئی شخص محض من مانے طور پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ 16-

(i) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(ii) نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہوگا۔

(iii) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حق دار ہے۔

دفعہ 17-

(i) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(ii) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ 18-

ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی سے یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ 19-

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ 20-

(i) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(ii) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ 21-

(i) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(ii) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(iii) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقت وقت سے ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ 22-

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی کہ وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لئے لازم ہیں۔

دفعہ 23-

(i) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(ii) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لئے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(iii) ہر شخص جو کام کرتا ہے' وہ ایسے مناسب، معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لئے باعزت زندگی کا ضامن اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔

(iv) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لئے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈیونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 24-

ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے، جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات بھی شامل ہیں۔

دفعہ 25-

(i) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لئے مناسب معیار زندگی کا حق ہے، جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں

روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔
(ii) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے، خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ 26-

(i) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لئے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔
(ii) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لئے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔
(iii) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ 27-

(i) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔
(ii) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے ہے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ 28-

ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حق دار ہے، جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں، جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ 29-

(i) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(ii) اپنی آزادی اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہو گا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لئے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(iii) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔

دفعہ 30-

اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی، جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو، جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

بچوں کے حقوق کا میثاق

ابتدائیہ

اس میثاق میں شریک ریاستیں:

☆...... اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں اعلان کردہ اصولوں کے مطابق انسانی برادری کے ہر فرد کو بطور انسان عزت و وقار اور مساوی اور ناقابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا ہی دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہے۔

☆...... اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اقوام متحدہ کے عوام نے چارٹر میں بنیادی انسانی حقوق اور فرد کی ذاتی توقیر اور عزت کے بارے میں اپنے عقیدے کی ایک بار پھر توثیق

کی ہے اور سماجی ترقی اور بہتر معیار زندگی کو وسیع تر آزادی کے ماحول میں فروغ دینے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

☆......اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اقوام متحدہ انسانی حقوق کے آفاقی منشور میں اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات میں اس امر کا اعلان اور اس پر اتفاق رائے کا اظہار کر چکی ہے کہ ان میں جن حقوق اور آزادی کا تعین کیا گیا ہے۔ شخص بلا امتیاز رنگ، نسل، جنس، زبان، مذہب، سیاسی نقطہ نظر یا رائے، قومی اور سماجی تعلق، جائیداد، مقام پیدائش یا دیگر کسی مرتبے کے ان کا حق دار (entitled) ہوگا۔

☆......اس امر کا اعادہ کرتے ہوئے کہ انسانی حقوق کے آفاقی منشور میں اقوام متحدہ نے اعلان کیا ہے کہ (انسان کا) بچپن خصوصی دیکھ بھال اور امداد کا حق دار ہے۔

☆......اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ خاندان، معاشرے کی بنیادی گروپ کی حیثیت سے اور اپنے تمام ارکان خصوصاً بچوں کے لئے پرورش اور فلاح و بہبود کے فطری ماحول کا حامل ہونے کے باعث اس بات کا حق دار ہے کہ اسے ضروری تحفظ اور معاونت فراہم کی جائے تاکہ وہ معاشرے کے اندر اپنی ذمہ داریاں مکمل اور بھرپور انداز سے پوری کر سکے۔

☆......اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ بچے کی شخصیت کی مکمل اور متوازن نشوونما کے لئے لازم ہے کہ اس کی پرورش اس کے خاندان میں ہو اور خوشی، محبت اور ہم آہنگی کی فضا میں ہو۔

☆......اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ بچے کو معاشرے میں انفرادی زندگی گزارنے کے قابل بنانے کے لئے اور ان آدرشوں (Ideals) کی روح کے مطابق پروان چڑھانے کے لئے جن کا اعلان اقوام متحدہ کے چارٹر میں کیا گیا ہے یعنی خاص طور پر امن، وقار، برداشت، آزادی، مساوات اور بلندی کردار کی روح کے مطابق۔

☆......اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ بچے کو اس معیار کی دیکھ بھال اور نگہداشت مہیا کرنے کے لئے جس کو بچوں کے حقوق کے جنیوا ڈیکلیریشن 1924ء میں اور

اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے ڈیکلیریشن میں (جسے 20 نومبر 1959ء کو منظور کیا گیا) اور اقوام متحدہ کے آفاقی منشور میں شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے میں (خاص طور پر آرٹیکل 10) اور بین الاقوامی تنظیموں اور خصوصی ایجنسیوں کے قوانین اور دستاویزات میں تسلیم کیا گیا ہے۔

☆...... اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ جیسا کہ بچوں کے حقوق کے ڈیکلیریشن میں بیان کیا گیا ہے کہ "بچہ اپنی جسمانی اور ذہنی کمزوری (Immaturity) کے باعث خصوصی تحفظات اور نگہداشت کا مستحق ہے، جن میں مناسب قانونی تحفظ پیدائش سے پہلے اور بعد میں شامل ہے"۔

☆...... قانونی اور سماجی اصولوں کے ڈیکلیریشن کی ان دفعات کا اعادہ کرتے ہوئے، جن کا تعلق بچوں کے تحفظ اور فلاح و بہبود سے ہے، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بچے کو تحویل میں دینے اور گود لینے کے خصوصی حوالے کے ساتھ، نو عمروں کے لئے انصاف فراہم کرنے کے اقوام متحدہ کے کم از کم معیار کے ضوابط (بیجنگ رولز) اور ہنگامی حالات اور مسلح تصادم میں بچوں اور عورتوں کے تحفظ کے ڈیکلیریشن کے حوالے کے ساتھ۔

☆...... اس امر کا ادراک رکھتے ہوئے کہ دنیا کے تمام ممالک میں ایسے بچے موجود ہیں جو غیر معمولی طور پر مشکل حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان بچوں کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

☆...... ہر بچے کے تحفظ اور ہم آہنگ نشو و نما میں ہر علاقے کے عوام کی روایات اور تمدنی اقدار کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے۔

☆...... اس امر کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے کہ ہر ملک کا بچوں اور خاص طور پر ترقی پذیر ممالک کے بچوں کی زندگی (رہن سہن) کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے بین الاقوامی تعاون کتنا ضروری ہے۔

درج ذیل پر اتفاق کرتے ہیں:

حصہ اول

آرٹیکل 1-

اس میثاق کے مقاصد کے لئے ایک بچے سے مراد ہر وہ انسان ہے جس کی عمر 18 سال سے کم ہو۔ الّا یہ کہ کسی ملک میں رائج بچوں کے قانون کے مطابق بلوغت کی عمر کم ہو۔

آرٹیکل 2-

(i) فریق ریاستیں اس میثاق میں طے کیئے گئے حقوق کا احترام کریں گی اور اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ان کی حدود میں ہر بچے کو یہ حقوق کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر حاصل ہوں۔ اس میں بچے یا اس کے والدین یا اس کے قانونی سرپرستوں کی نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر نقطہ نظر قومی، لسانی یا سماجی تعلق، جائیداد، معذوری، مقام پیدائش یا کسی دوسری درجہ بندی (Status) کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

(ii) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے مناسب اقدامات کریں گی کہ بچے کو اس کے والدین، قانونی سرپرستوں یا خاندان کے افراد کے سماجی مرتبے، سرگرمیوں، ظاہر کردہ آرا یا عقائد کی بنا پر امتیازی سلوک یا سزا سے محفوظ رکھا جاسکے۔

آرٹیکل 3-

(i) بچے سے متعلق تمام اقدامات خواہ وہ نجی ہوں یا سرکاری، سماجی بہبود کے اداروں کے تحت ہوں یا عدالتوں کی طرف سے، انتظامیہ کے حکام کی طرف سے ہوں یا قانون ساز اداروں کی طرف سے، بچے کا بہترین مفاد ہی ان کی بنیادی ترجیح ہونا چاہیئے۔

(ii) فریق ریاستیں بچے کے لئے ایسے تحفظ اور نگہداشت کو یقینی بنائیں گی جو اس کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہو، اس ضمن میں بچے کے والدین، قانونی سرپرستوں یا قانونی طور پر بچے کے لئے ذمہ دار قرار دیئے گئے دیگر افراد کے حقوق اور ذمہ داریوں کو پیش نظر

رکھیں گے اور اس مقصد کے لئے تمام مناسب قانونی اور انتظامی اقدامات کریں گی۔

(iii) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ بچوں کی نگہداشت اور تحفظ کے ذمہ دار ادارے، خدمات اور سہولتیں مجاز اتھارٹیوں کی طرف سے طے کئے گئے معیارات کے مطابق ہوں۔ خاص طور پر تحفظ اور صحت کے شعبوں میں عملے کی تعداد ضرورت کے مطابق ہو، وہ ضروری تربیت کے حامل ہوں اور ان کی نگرانی کا مناسب بندوبست بھی کیا گیا ہو۔

آرٹیکل 4-

فریق ریاستیں ایسے تمام مناسب قانونی اور انتظامی اقدامات کریں گی جو اس میثاق میں طے کئے گئے حقوق کو عملی طور پر پورا کرنے (نافذ) کے لئے ضروری ہوں گے۔ معاشی، سماجی اور تمدنی حقوق کی تکمیل کے لئے فریق ریاستیں اپنے میسر وسائل کو زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک استعمال میں لائیں گی اور جہاں ضروری ہوگا بین الاقوامی تعاون کے دائرے کو بھی بروئے کار لائیں گی۔

آرٹیکل 5-

فریق ریاستیں والدین کی ذمہ داریوں، فرائض اور حقوق کا احترام کریں گی (جہاں قابل اطلاق ہو، وسیع تر خاندان یا برادری کے ارکان کا، مقامی رواج کے مطابق، قانونی سرپرستوں یا ایسے افراد کا جو قانونی طور پر بچے کے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہوں) اور بچے کی ارتقاء پذیر صلاحیتوں اور ضرورتوں کے مطابق انہیں مناسب سمت اور رہنمائی مہیا کریں گی تاکہ وہ اس میثاق میں دیئے گئے حقوق کے مطابق بچوں کی پرورش کر سکیں۔

آرٹیکل 6-

(i) فریق ریاستیں تسلیم کرتی ہیں کہ ہر بچہ (فطری طور پر ودیعت کیا گیا) زندگی کا حق رکھتا ہے۔

(ii) فریق ریاستیں ہر ممکن حد تک بچے کی بقااور ترقی کو یقینی بنائیں گی۔

آرٹیکل 7-

(i) پیدائش کے فوراً بعد بچے کی رجسٹریشن کروائی جائے گی اور اس کا نام رکھا جائے گا، اسے قومیت کا حق حاصل ہوگا اور جہاں تک ممکن ہو اسے اپنے والدین کو جاننے اور ان کے زیر سایہ پرورش پانے کا حق ہوگا۔

(ii) فریق ریاستیں اپنے قومی قوانین کے مطابق ان حقوق کے نفاذ کو یقینی بنائیں گی اور متعلقہ بین الاقوامی دستاویزات کے مطابق یہ ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ بچے کا تعلق کسی ریاست سے نہ ہو۔

آرٹیکل 8-

(i) فریق ریاستیں بچے کے اس حق کا احترام کرنے کا عزم رکھتی ہیں کہ وہ اپنی شناخت کو محفوظ رکھے۔ اس میں قومیت، نام اور خاندانی تعلقات شامل ہیں اور قانون انہیں غیر قانونی مداخلت سے تحفظ عطا کرتا ہے۔

(ii) اگر کہیں بچے کو اس کی شناخت کے کچھ یا تمام عناصر سے محروم کردیا گیا ہو تو فریق ریاستیں اسے مناسب مدد اور تحفظ فراہم کریں گی تاکہ وہ جلد از جلد اپنی شناخت کو بحال کر سکے۔

آرٹیکل 9-

(i) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ایک بچے / بچی کو اس کے والدین سے اس کی مرضی کے بغیر الگ نہ کیا جائے، سوائے ایسے حالات کے جب مجاز حکام عدالتی جائزے کے بعد اس امر کا تعین کریں کہ مروجہ قوانین و ضوابط کے تحت علیحدگی بچے کے بہترین مفاد میں ہے۔ اس امر کا تعین ایسی صورت میں ضروری قرار پاسکتا ہے جب کسی بچے کے والدین بچے کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی (Abuse) میں ملوث ہوں یا غفلت کے

مرتکب ہوں، یا ایسی صورت میں جب کہ والدین کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہو اور بچے کی رہائش کے مقام کا تعین کرنا لازمی ہو گیا ہو۔

(ii) اس آرٹیکل کے پیراگراف-1 کے مطابق کسی کارروائی میں، تمام متعلقہ فریقوں کو شرکت کا موقع دیا جائے گا اور ان کے نقطۂ نظر سے آگاہی حاصل کی جائے گی۔

(iii) فریق ریاستیں کسی ایسے بچے کے اس حق کا احترام کریں گی، جسے اس کے ایک یا دونوں والدین سے الگ کیا جارہا ہو کہ وہ والدین میں سے ایک یا دونوں کے ساتھ ذاتی رابطہ اور مناسب وقفے کے ساتھ والدین کے ساتھ باقاعدہ سے ملاقات کر سکے۔ الا یہ کہ ایسا کرنا بچے کے مفاد میں نہ ہو۔

(iv) جہاں بچے کی ایک یا دونوں والدین سے علیحدگی کسی ایسے اقدام کا نتیجہ ہو جو فریق ریاست کے ایما پر کیا گیا ہو مثلاً، حراست، قید، جلاوطنی، شہر بدری یا موت، (اس میں ایسی مدت بھی شامل ہے جو ریاست کی تحویل کے دوران کسی بھی سبب سے واقع ہوئی ہو) فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ درخواست پر والدین یا بچے یا مناسب ہو تو خاندان کے کسی فرد کو خاندان کے غیر حاضر فرد کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرے، سوائے ایسی صورت کے جب ایسی معلومات فراہم کرنا بچے کی بہتری کے لئے خطرے کا باعث ہو سکتا ہو۔ فریق ریاستیں اس امر کو مزید یقینی بنائیں گی کہ ایسی کسی درخواست کی منظوری کے نتائج کسی بھی متعلقہ فرد / افراد کے لئے منفی نتائج کے حامل نہ ہوں۔

آرٹیکل 10-

(i) آرٹیکل-9 کے پیراگراف-1 کے تحت فریق ریاستوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچے یا اس کے ایک یا دونوں والدین کی طرف سے دائر کردہ کسی ایسی درخواست پر جس کا مقصد خاندان کو دوبارہ یکجا کرنا ہو، مثبت انسانی ہمدردی پر مبنی، فوری کارروائی کریں گی۔ فریق ریاستیں اس امر کو مزید یقینی بنائیں گی کہ ایسی کسی درخواست کی منظوری درخواست گزار یا اس کے خاندان کے کسی فرد کے لئے منفی نتائج کی حامل نہ ہو۔

(ii) ایک بچہ جس کے والدین مختلف ریاستوں میں رہتے ہوں، اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ اس خصوصی صورت حال کے باعث وہ ان دونوں کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ ذاتی روابط رکھ سکے اور براہ راست ملاقات کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اور فریق ریاستوں پر آرٹیکل-9 کے پیراگراف-1 کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریوں کے باعث فریق ریاستیں بچے اور اس کے والدین کے کسی بھی ملک کو چھوڑنے، بشمول ان کے اپنے ملک کے اور اپنے ملک میں داخل ہونے کے حق کا احترام کریں گی۔ کسی بھی ملک کو چھوڑنے کا حق صرف ان پابندیوں کے تابع ہوگا جو قانون کے مطابق عائد کی گئی ہوں اور جو قومی سلامتی، امن عامہ، پبلک ہیلتھ یا اخلاق یا دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے لئے عائد کی گئی ہوں اور اس میثاق میں تسلیم کئے گئے دیگر حقوق سے مطابقت رکھتی ہوں۔

آرٹیکل 11-

(i) فریق ریاستیں بچوں کی ریاست سے غیر قانونی منتقلی اور عدم واپسی کی روک تھام کے لئے اقدامات کریں گی۔

(ii) اس مقصد کے لئے فریق ریاستیں باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کی تشکیل کو فروغ دیں گی یا پہلے سے موجود معاہدات میں توسیع کریں گی۔

آرٹیکل 12-

(i) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ایسے بچے جو خود اپنی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، انہیں آزادانہ ایسے تمام معاملات کے بارے میں جو بچے پر اثر انداز ہو سکتے ہوں، اپنی رائے کے اظہار کا حق دیا جائے اور بچے کی عمر اور فہم و عقل کے مطابق اس کی رائے کو اہمیت دی جائے۔

(ii) اس مقصد کے لئے خاص طور پر بچے پر اثر انداز ہونے والی انتظامی اور عدالتی کارروائیوں میں بچے کا موقف سنا جائے گا، خواہ براہ راست یا کسی نمائندے یا کسی مناسب باڈی کے ذریعے ایسے طریق کار کے مطابق جو ملکی قانون کے تحت بنائے گئے قواعد و ضوابط کے

تحت ہو۔

آرٹیکل 13-

(i) بچے کو آزادیٔ اظہار کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق میں معلومات تلاش کرنے، وصول کرنے اور ہر طرح کے خیالات اور معلومات کو منتقل کرنے کی آزادیاں شامل ہوں گی، سرحدوں کی پابندیوں کے بغیر اور زبانی، تحریری یا چھپی ہوئی (Print)، آرٹ کی شکل میں یا بچے کی پسند کے کسی دوسرے میڈیا کے ذریعے۔

(ii) اس حق کا استعمال بعض مخصوص پابندیوں کے تابع ہوگا لیکن یہ پابندیاں لازماً ایسی ہوں گی جو قانون کے مطابق عائد کی گئی ہوں اور ضروری ہوں:

الف) دوسروں کے حقوق اور شہرت کے احترام کے لئے عائد کی گئی پابندیاں۔

ب) قومی سیکورٹی یا امن عامہ یا صحت عامہ یا اخلاقیات کے تحفظ کے لئے عائد کی گئی پابندیاں،

آرٹیکل 14-

(i) فریق ریاستیں بچے کے فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کا احترام کریں گی۔

(ii) فریق ریاستیں والدین کے حقوق و فرائض کا احترام کریں گی اور جہاں ضروری ہوگا قانونی سرپرستوں کے، کہ وہ بچے کو اس کی ترقی پذیر صلاحیتوں کے مطابق اپنے اس حق کو استعمال کرنے کے بارے میں رہنمائی فراہم کریں۔

(iii) اپنے مذہب یا عقیدے کا اظہار کرنے کی آزادی بعض ایسی حدود کے تابع ہونی چاہئے جو قانون کے تحت واضح کی گئی ہوں اور عوام کے تحفظ، امن عامہ، صحت اور اخلاق کی حفاظت یا دوسروں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کی حفاظت کے لئے ان کا عائد کیا جانا ضروری ہو۔

آرٹیکل 15-

(i) فریق ریاستیں بچوں کی تنظیم سازی کی آزادی اور پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کو تسلیم کرتی ہیں۔

(ii) ان حقوق کے استعمال پر پابندیاں عائد نہیں کی جانی چاہئیں سوائے ان پابندیوں کے جو قانون کے مطابق عائد کی گئی ہوں اور جو ایک جمہوری معاشرے میں قومی سلامتی، عوام کے تحفظ، امن عامہ اور عوام کی صحت اور اخلاقیات کی حفاظت یا دوسروں کے حقوق اور آزادی کے تحفظ کے لئے عائد کی جائیں۔

آرٹیکل 16-

(i) کسی بچے / بچی کو غیر قانونی مداخلت کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا، یعنی اس کی نجی اور خاندانی زندگی، گھر یا خط و کتابت کی رازداری میں مداخلت نہیں کی جائے، نہ اس کی عزت اور شہرت پر غیر قانونی حملے کئے جائیں گے۔

(ii) بچہ ایسی مداخلت یا حملوں کے خلاف قانونی تحفظ حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

آرٹیکل 17-

فریق ریاستیں ماس میڈیا (Mass Media) کے اہم کردار کا ادراک رکھتی ہیں اور اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ بچوں کو اس معلومات اور مواد تک رسائی حاصل ہو جو مختلف قسموں کے قومی اور بین الاقوامی ذرائع سے حاصل ہو رہی ہیں اور خاص طور پر وہ معلومات جن کا مقصد بچے / بچی کی سماجی، روحانی اور اخلاقی فلاح و بہبود اور جسمانی اور ذہنی صحت کا فروغ ہے۔ اس مقصد کے لئے فریق ریاستیں:

الف) ماس میڈیا کی حوصلہ افزائی کریں گی کہ وہ ایسی اطلاعات اور معلومات کو فروغ دے جو آرٹیکل 29 کی روح کے مطابق بچوں کی سماجی اور تمدنی فلاح کی ضامن ہو سکیں۔

ب) بین الاقوامی سطح پر ایسے تعاون کو فروغ دیں گی، جس کا مقصد ایسی معلومات اور مواد کی تیاری، تبادلہ اور تشہیر ہو جو مختلف قوموں، تمدنوں اور بین الاقوامی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔

ج) بچوں کے لئے کتابوں کی تیاری اور ان کو پھیلانے کی حوصلہ افزائی کریں گی۔

د) ماس میڈیا کی حوصلہ افزائی کریں گی کہ وہ اقلیتی گروپوں اور قدیم مقامی باشندوں کے بچوں کی لسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے خصوصی اہتمام کرے۔

ہ) ایسے رہنما خطوط کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کریں گی، جن کا مقصد بچوں کو ایسے مواد اور معلومات سے محفوظ رکھنا ہو جو ان کی فلاح و بہبود کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اس ضمن میں آرٹیکل 13 اور 18 کو ذہن میں رکھیے۔

آرٹیکل 18-

(i) فریق ریاستیں اس اصول کی تفہیم کو یقینی بنانے کے لئے اپنی بہترین کوششیں کریں گی کہ بچوں کی پرورش اور نشوونما ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ والدین یا قانونی سرپرستوں کی بنیادی ذمہ داری بچوں کی پرورش اور نشوونما ہے۔ بچوں کا بہترین مفاد ہی ان کے نزدیک بنیادی اہمیت کا حامل ہونا چاہئے۔

(ii) اس کنونشن میں طے کیے گئے حقوق کے فروغ اور ان کے تحفظ کی ضمانت کے لئے فریق ریاستیں والدین اور قانونی سرپرستوں کو بچوں کی پرورش کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے مناسب معاونت فراہم کریں گی اور بچوں کی نگہداشت اور پرورش کے لئے اداروں کی ترقی، سہولتوں اور خدمات کے فروغ کو یقینی بنائیں گی۔

(iii) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کریں گی کہ کام کرنے والے والدین کے بچے، بچوں کی دیکھ بھال کی ان خدمات اور سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں، جن کے وہ حق دار (Eligible) ہیں۔

آرٹیکل 19-

(i) فریق ریاستیں ایسے تمام مناسب قانونی، انتظامی، سماجی اور تعلیمی اقدامات کریں گی جن کا مقصد بچے کو ہر قسم کے جسمانی یا ذہنی تشدد سے محفوظ رکھنا ہے۔ جس میں زخمی ہونا، بدسلوکی کا شکار ہونا، ان کے ساتھ لاپرواہی یا غفلت کا رویہ، ان کا استحصال جس میں جنسی

بد سلوکی بھی شامل ہے، جبکہ ابھی وہ والدین، (ایک یا دونوں) قانونی سرپرست یا کسی ایسے شخص کی نگرانی میں ہوں جسے ان کی پرورش اور نگہداشت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہو۔

(ii) ایسے حفاظتی اقدامات میں جس حد تک مناسب ہو ایسے موثر طریق کار کو شامل ہونا چاہئے، جس کا مقصد ایسے سوشل پروگرام کا قیام ہو، جس کے ذریعے بچوں اور بچیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والوں کو ضروری مدد مہیا کی جائے، اس کے ساتھ ساتھ تحفظ کی دوسری صورتوں اور شناخت، رپورٹنگ، ریفرل، تفتیش، سلوک اور بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات کا فالواپ مہیا کیا جائے اور جو عدالتی شرکت کے لئے بھی مناسب ثابت ہو۔

آرٹیکل 20-

(i) ایک بچہ جو عارضی یا مستقل طور پر اپنے خاندانی ماحول سے محروم کر دیا گیا ہو یا اس کا بہترین مفاد اس میں ہو کہ اسے اس ماحول میں رہنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ اس بات کا حق دار ہوگا کہ ریاست اسے خصوصی تحفظ اور معاونت مہیا کرے۔

(ii) فریق ریاستیں اپنے قومی قوانین کے مطابق ایسے بچوں کے لئے متبادل پرورش کو یقینی بنائیں گی۔

(iii) ایسی پرورش کے مفہوم میں از خود تحویل میں دینا اسلامی قانونی کے مطابق کفالت، متبنیٰ بنالینا یا اگر ضروری ہو تو بچوں کی دیکھ بھال کے مناسب ادارے کی تحویل میں دینا شامل ہے۔ بچے کی پرورش کے لئے متبادل طریقے پر غور کرتے ہوئے جن امور کا بطور خاص لحاظ رکھا جائے، ان میں بچے کی پرورش میں تسلسل اور بچے کا گروہی، مذہبی، تمدنی اور لسانی پس منظر شامل ہیں۔

آرٹیکل 21-

فریق ریاستیں جو متبنیٰ بنانے (کسی بچے کو پرورش کے لئے اپنانا) کو قبول کرتی ہیں اور اس مقصد کے لئے ایک طریق کار اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہیں، اس امر کو یقینی بنائیں گی

کہ بچے کے مفاد کو اس عمل میں ہمیشہ بالاتر رکھا جائے اور اس مقصد کے لئے درج ذیل اقدامات کریں گی۔

الف) اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ بچے کو متبنیٰ بنانے کی منظوری صرف مجاز حکام دیں جو اس معاملے سے متعلق قانون اور طریق کار اور تمام متعلقہ اور مصدقہ معلومات کی بنا پر یہ طے کریں کہ متبنیٰ بنانے کا یہ فیصلہ بچے کے والدین، رشتہ داروں اور قانونی سرپرستوں کے سماجی مرتبے (Status) کے لحاظ سے قابل قبول ہے، اور یہ کہ اگر ضرورت ہو تو متعلقہ افراد سے بچے کو متبنیٰ بنانے کے بارے میں رضامندی حاصل کی گئی ہو۔ ایسے مشورے کی بنیاد پر جس کی ضرورت محسوس کی جائے۔

ب) اس امر کو پیش نظر رکھیں گی کہ متبنیٰ بچے کی دوسرے ملک منتقلی کو بچے کی پرورش کے ایک متبادل کے طور پر ہی قبول کیا جائے، جبکہ بچے کو اس ملک میں کسی متبنیٰ بنانے والے خاندان یا بچوں کی نگہداشت کے دوسرے مناسب انتظام کے تحت رکھنا ممکن نہ ہو۔

ج) اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ متبنیٰ بچے کی دوسرے ملک میں منتقلی کی صورت میں وہی تحفظات اور معیار زندگی حاصل رہے گا جو اپنے ملک میں متبنیٰ بنائے جانے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔

د) اس امر کو یقینی بنانے کے لئے ایسے تمام مناسب اقدامات کریں گی کہ بیرون ملک متبنیٰ بنا کر لے جائے جانے والے بچے کی تحویل، اس میں ملوث افراد کے لئے غیر مناسب مالی فائدے کے سبب نہ بنے۔

ہ) جہاں مناسب ہو وہاں اس آرٹیکل کے مقاصد کو فروغ دینے کے لئے دوسرے ملک کے ساتھ یا متعدد ملکوں کے درمیان ایسے انتظامات یا معاہدات کئے جائیں اور اس دائرہ کار کے اندر کوششیں کی جائیں تاکہ یہ امر یقینی ہو جائے کہ دوسرے ملک میں بچے کو تحویل میں دینے کا عمل مجاز حکام یا اداروں کے ذریعے مکمل ہوا ہے۔

آرٹیکل 22-

(i) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے مناسب اقدامات کریں گی کہ جو بچہ درجہ مہاجرت کا متلاشی ہو یا جسے مروج بین الاقوامی یا ملکی قوانین اور ضوابط کے تحت مہاجر قرار دیا گیا ہو، خواہ وہ تنہا ہو یا اپنے والدین کے ساتھ ہو یا کسی اور فرد کے ساتھ، اسے مناسب تحفظ اور انسانی بنیادوں پر امداد مہیا کی جائے تاکہ وہ ان حقوق سے استفادہ کر سکے جو اس میثاق میں طے کئے گئے ہیں اور دوسرے انسانی حقوق کی دستاویزات میں اور متعلقہ ریاستیں جن کی فریق ہیں۔

(ii) اس مقصد کے لئے فریق ریاستیں، جیسا مناسب سمجھیں گی، اقوام متحدہ اور دوسری بین الحکومتی تنظیموں کی کوششوں کے ساتھ تعاون کریں گی یا اقوام متحدہ سے تعاون کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ جو بچے کے خاندان یا والدین یا خاندان کے دیگر افراد کو اکٹھا کرنے کے لئے کوششیں کر رہی ہوں۔ ایسی صورت میں جہاں والدین یا خاندان کے دیگر افراد کا سراغ لگانا ممکن نہ ہوں، بچے کو وہی تحفظ فراہم کیا جائے گا جو کسی ایسے دوسرے بچے کو اس میثاق کے مطابق مہیا کیا جاتا ہے جو عارضی یا مستقل طور پر کسی بھی وجہ سے اپنے خاندانی ماحول سے الگ کر دیا گیا ہو۔

آرٹیکل 23-

(i) فریق ریاستیں اس امر کو تسلیم کرتی ہیں کہ ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچے کو ایک بھرپور اور شائستہ زندگی گزارنے کا حق ہے، ایسے حالات میں جو اس کے وقار کو یقینی بنائیں، اس کی خود انحصاری کو ترقی دیں اور سماج اور معاشرے میں متحرک شرکت کی سہولتیں مہیا کریں۔

(ii) فریق ریاستیں اس امر کو تسلیم کرتی ہیں کہ معذور بچے خصوصی نگہداشت کا حق رکھتے ہیں اور وہ اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ان حقوق کو میسر وسائل کے ساتھ مستحق بچوں اور ان کی نگہداشت کی ذمہ داری رکھنے والوں تک پہنچائیں، جن کے لئے درخواست کی گئی

ہو اور جو بچے کی حالت کے اعتبار سے مناسب ہوں اور بچے کے والدین یا سرپرستوں کے حالات سے مناسبت رکھتے ہوں۔

(iii) معذور بچے کی خصوصی ضروریات کا ادراک رکھتے ہوئے پیرا2 میں بیان کی گئی اضافی امداد کسی معاوضے کے بغیر مہیا کی جائے گی، جس حد تک وسائل اجازت دیں گے۔ اس ضمن میں والدین یا بچے کی پرورش کرنے والوں کے وسائل کالحاظ رکھا جائے گا اور یہ امداد اس امر کو یقینی بنانے کے لئے مہیا کی جائے گی کہ معذور بچے کو تعلیم، تربیت، علاج کی سہولتوں اور بحالی کی خدمات، حصول روزگار کے لئے تربیت اور تفریحی مواقع تک اس انداز سے رسائی حاصل ہو سکے جو بچے کو معاشرے کے ساتھ بھرپور طریقے سے مربوط کرنے اور اس کی شخصی ترقی، جس میں تمدنی اور روحانی ترقی بھی شامل ہے، کے لئے معاون ہو۔

(iv) فریق ریاستیں، بین الاقوامی تعاون کے جذبے سے مناسب معلومات کے تبادلے کو فروغ دیں گی، تحفظ صحت کے لئے انسدادی تدابیر، میڈیکل، نفسیاتی علاج، معذور بچوں کے فنکشنل (Fanctional) علاج کے شعبوں میں، اس میں بحالی کے طریقوں سے متعلق معلومات تک رسائی اور فروغ، تعلیمی اور ووکیشنل خدمات کے شعبوں میں بھی تعاون شامل ہوگا تاکہ فریق ریاستیں ان شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کے تجربات کو وسعت دے سکیں۔ اس ضمن میں ترقی پذیر ممالک کی ضروریات کو بطور خاص پیش نظر رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 24-

(i) فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ وہ معاشرے میں میسر صحت کی اعلیٰ ترین خدمات اور سہولتوں، بیماریوں کے علاج اور صحت کی بحالی کے ذرائع سے استفادہ کر سکے۔ فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے کوشش کریں گی کہ کوئی بچہ / بچی صحت کی خدمات تک رسائی کے اس حق سے محروم نہ رہے۔

(ii) فریق ریاستیں اس حق کے مکمل نفاذ کے لئے کوشش کریں گی اور اس کے لئے خاص طور پر درج ذیل میدانوں میں اقدامات کریں گی۔

الف) شیر خوار بچوں کی شرح اموات میں کمی لانے کے لئے اقدامات۔

ب) تمام بچوں کے لئے ضروری طبی خدمات اور صحت کی دیکھ بھال کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات۔ اس ضمن میں پرائمری ہیلتھ کیئر کو ترقی دینے پر زور دیا جائے گا۔

ج) بیماریوں اور ناقص غذا کے مسائل کا مقابلہ کرنے کے لئے پرائمری ہیلتھ کیئر کے دائرے کے اندر، میسر ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے مناسب غذائی صلاحیت رکھنے والی خوراک فراہم کر کے، صاف پانی کی فراہمی کو ممکن بنا کر اور ماحولیاتی آلودگی کے باعث لاحق ہونے والے خطرات کا مقابلہ کر کے۔

د) ماؤں کے لئے پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد صحت کی دیکھ بھال کے لئے مناسب سہولتیں فراہم کر کے۔

ہ) اس امر کو یقینی بنا کر کہ معاشرے کے تمام گروہوں، خاص طور پر بچوں اور والدین کو معلومات مہیا کی جائیں، ان کو تعلیم تک رسائی فراہم کی جائے اور بچوں کی غذا اور صحت کے بارے میں بنیادی معلومات پر عمل کرنے میں معاونت کی جائے، جن میں ماں کے دودھ کے فوائد، حفظان صحت اور صفائی اور ماحولیاتی صفائی اور حادثات سے بچنے کے طریقوں پر عمل شامل ہیں۔

و) تحفظ صحت کے لئے انسدادی طریق کار کو ترقی دینے کے لئے اقدامات، والدین کو خاندان کی منصوبہ بندی کی تعلیم اور سہولتوں کے حصول کے لئے راہنمائی کی فراہمی۔

(iii) فریق ریاستیں بچوں کی صحت کے لئے خطرناک ثابت ہونے والی روایتی عادات کو ختم کرنے کے لئے موثر اور مناسب اقدامات کریں گی۔

(iv) فریق ریاستیں اس آرٹیکل میں بیان کئے گئے حق کی پورے طور پر فراہمی کو ترقی پذیر انداز میں ممکن بنانے کے لئے بین الاقوامی سطح پر تعاون کو فروغ دینے کا عزم کرتی ہیں۔ اس ضمن میں ترقی پذیر اقوام کی ضرورتوں کا بطور خاص لحاظ رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 25-

فریق ریاستیں اس بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں، جسے مجاز حکام نے پرورش، تحفظ یا کسی ذہنی یا جسمانی مرض کے علاج کے لئے کسی تحویل میں دیا ہو کہ اس کے علاج اور دیگر تمام متعلقہ حالات کا، جو اس کی تحویل سے متعلق ہیں، مناسب وقفے سے جائزہ لیا جاتا رہے۔

آرٹیکل 26-

(i) فریق ریاستیں ہر بچے کے اس حق کو تسلیم کریں گی کہ وہ سوشل سیکورٹی جس میں سوشل انشورنس بھی شامل ہے فائدہ اٹھا سکے اور اپنے ملکی قانون کے مطابق اس حق کی پوری طرح تکمیل کے لئے ضروری اقدامات کریں گی۔

(ii) یہ فوائد جہاں مناسب ہو، عطا کئے جائیں۔ اور اس امر میں بچے کے حالات اور اس کی کفالت کے ذمہ دار افراد کے وسائل کا لحاظ رکھا جائے، اس کے ساتھ ساتھ کسی بچے کی طرف یا اس کے ایما پر دی گئی درخواست میں بیان کردہ دیگر متعلقہ صورت حال کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 27-

(i) فریق ریاستیں ہر بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے ایسا معیار زیست مہیا کیا جائے جو اس کی جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی اور سماجی ترقی کے لئے مناسب ہو۔

(ii) والدین یا بچے کے دیگر سرپرستوں کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے وسائل کی حد تک بچے کو ایسی بود و باش مہیا کریں جو اس کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

(iii) فریق ریاستیں اپنے قومی حالات کے مطابق اور اپنے وسائل کی حد میں رہتے ہوئے والدین اور بچوں کی پرورش کے ذمہ دار دیگر افراد کی مدد کے لئے مناسب اقدامات کریں گی جن کا مقصد اس حق کی تکمیل ہوگا اور کسی ضرورت کی صورت میں مادی امداد مہیا کریں گی اور خاص طور پر غذا، لباس اور رہائش کے لئے امدادی پروگرام جاری کریں گی۔

(iv) فریق ریاستیں بچے کے والدین یا سرپرستوں سے، جو بچے کی کفالت کے ذمہ دار

ہوں، بچے کے نان و نفقہ (اخراجات زندگی) کی وصولی کے لئے تمام مناسب اقدامات کریں گی خود اپنی ریاستی حدود کے اندر بھی اور بیرون ملک سے بھی۔ خاص طور پر جب مالی ذمہ داری کا حامل شخص اس ریاست میں نہ رہتا ہو جس میں بچہ رہتا ہے تو فریق ریاستیں اس تک رسائی کو ممکن بنانے کے لئے ایسے بین الاقوامی معاہدات میں شریک ہوں گی یا ایسے معاہدات کریں گی اور اس کے ساتھ دیگر مناسب انتظامات بھی کریں گی۔

آرٹیکل 28-

(i) فریق ریاستیں بچے کے تعلیم کے حق کو تسلیم کرتی ہیں اور اس حق کو ترقی پسندانہ طریقے سے حاصل کرنے کے لئے اور سب کے لئے یکساں مواقع کی بنیاد پر درج ذیل اقدامات کریں گی۔

الف) پرائمری تعلیم لازمی اور سب کے لئے مفت مہیا کی جائے گی۔

ب) سیکنڈری ایجوکیشن کی مختلف صورتوں کی حوصلہ افزائی کریں گی، جن میں عمومی اور پیشہ ورانہ تعلیم دونوں شامل ہیں۔ ان کو ہر بچے کے لئے اس طرح مہیا کریں گی کہ ان کی پہنچ میں ہو اور اس کے لئے مناسب اقدامات کریں گی، مثلاً مفت تعلیم کا آغاز اور ضرورت مندوں کے لئے مالی امداد کی فراہمی۔

ج) اعلیٰ تعلیم کو صلاحیت کی بنیاد پر سب کے لئے قابل رسائی بنانے کے لئے مناسب اقدامات کریں گی۔

د) تعلیمی اور پیشہ ورانہ معلومات اور راہنمائی تمام بچوں کے لئے قابل رسائی بنائیں گی۔

ہ) بچوں کی سکول میں حاضری کو باقاعدہ بنانے کے لئے اقدامات کریں گی اور تعلیم ادھوری چھوڑنے والوں کی تعداد کم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کریں گی۔

(ii) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے مناسب اقدامات کریں گی کہ سکولوں میں نظم و ضبط ایسے انداز سے قائم کیا جائے جو بچے کی انسانی عزت اور وقار سے

مطابقت رکھتا ہو اور اس میثاق سے ہم آہنگ ہو۔

(iii) فریق ریاستیں تعلیم سے متعلق معاملات میں بین الاقوامی تعاون کی حوصلہ افزائی کریں گی اور فروغ دیں گی، خاص طور پر پوری دنیا میں جہالت اور ناخواندگی کے خاتمے کی مہم میں اپنا حصہ ڈالنے کے لئے اور سائنسی، فنی تعلیم اور اس کی تدریس کے جدید طریقوں کو روشناس کرانے کے لئے۔ اس ضمن میں ترقی پذیر ممالک کی ضرورتوں کا خاص طور پہ لحاظ رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 29-

(i) فریق ریاستیں متفق ہیں کہ بچے کی تعلیم کے مقصد درج ذیل ہوں گے:

الف) بچے کی شخصیت، ذہانت اور ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کی ترقی پورے امکانات کی حد تک۔

ب) انسانی حقوق، بنیادی آزادیوں اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں بیان کئے گئے اصولوں کے احترام کو فروغ دینا۔

ج) بچے میں اپنے والدین، اپنے تمدن، اپنی شناخت، زبان اور اقدار کا احترام پروان چڑھانا، اس ملک اور وطن جس میں بچہ رہ رہا ہے یا جس سے اس کا تعلق ہے اس کی قومی اقدار اور اس سے مختلف دوسری تہذیبوں کے احترام کو فروغ دینا۔

د) بچے کو آزاد معاشرے میں ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کے لئے تیار کرنا۔ یعنی امن، برداشت، مساوات مرد و زن اور دوستی۔۔۔ ہر جگہ کے عوام کے درمیان اور لسانی، قومی و مذہبی گروہوں کے درمیان اور قدیم مقامی آبادیوں کے افراد کے ساتھ۔۔۔ جیسی اقدار کی روح کا فہم وادراک پیدا کرنا۔

(ii) اس آرٹیکل اور /یا آرٹیکل 28 کے کسی حصے کی کوئی ایسی توجیہہ نہیں کی جائے گی، جس کا مقصد افراد یا اداروں کی اس آزادی میں مداخلت کرنا ہو، جو انہیں تعلیمی ادارے قائم کرنے اور چلانے کے ضمن میں حاصل ہے، جو ہمیشہ اس آرٹیکل کے پیراگراف 1 میں

طے کیے گئے اصولوں کے تابع ہوگی اور ایسے تعلیمی اداروں میں تعلیم اس کم از کم معیار کی ضروریات کے مطابق دی جائے گی جس کا تعین ریاست کی طرف سے کیا جا سکتا ہے۔

آرٹیکل 30-

ایسی ریاستیں جن میں نسلی، لسانی یا مذہبی اقلیتیں یا قدیم مقامی نسلوں کے افراد پائے جاتے ہیں، ان اقلیتوں یا قدیم مقامی نسل کے بچوں کے اس حق کا انکار نہیں کیا جائے گا کہ معاشرے میں اپنے گروپ کے دیگر ارکان کے ساتھ اپنے تمدن سے لطف اندوز ہو، اپنے مذہب کے مطابق عمل کرے یا اپنی زبان کا استعمال کرے۔

آرٹیکل 31-

(i) فریق ریاستیں بچے کے آرام اور تفریح کے حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ بچہ اپنی عمر کے مطابق مناسب کھیلوں اور تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لے اور آزادی سے تمدنی زندگی اور فنون لطیفہ سے متعلق سرگرمیوں میں شریک ہو۔

(ii) فریق ریاستیں بچے کے اس حق کا احترام کریں گی اور اسے فروغ دیں گی کہ بچہ تمدنی زندگی اور فنون لطیفہ کی سرگرمیوں میں پوری طرح شریک ہو سکے اور سب کے لئے برابری کی سطح پر مناسب تمدنی، تفریحی، فنون لطیفہ سے متعلق (Artistic) اور فاضل وقت کی سرگرمیوں کی مناسب فراہمی کی حوصلہ افزائی کریں گی۔

آرٹیکل 32-

(i) فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے معاشی استحصال، خطرناک اور تعلیم میں رکاوٹ بننے والے کاموں میں شمولیت سے محفوظ رکھا جائے یا ایسے کاموں سے بھی جو بچے کی صحت یا جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ترقی کے لئے نقصان دہ ہوں۔

(ii) فریق ریاستیں اس آرٹیکل کی تنفیذ کو یقینی بنانے کے لئے قانونی، انتظامی، سماجی

اور تعلیمی شعبوں میں اقدامات کریں گی۔ اس مقصد کے لئے اور متعلقہ شقوں یا دیگر بین الاقوامی دستاویزات کے حوالے سے درج ذیل خصوصی اقدامات کریں گی:

الف) ملازمت کے لئے کم از کم عمر یا عمروں کا تعین۔

ب) ملازمت کے حالات کار اور کاموں کے گھنٹوں کا تعین۔

ج) اس آرٹیکل کی موثر انداز سے تنفیذ کو ممکن بنانے کے لئے مناسب سزاؤں کا تعین۔

آرٹیکل 33-

فریق ریاستیں ایسے تمام مناسب اقدامات کریں گی جن میں قانونی، انتظامی، سماجی اور تعلیمی اقدامات بھی شامل ہوں گے جو بچوں کو نشہ آور اشیاء اور ذہنی حالت کی اصلاح کرنے والی ادویہ کے غیر قانونی استعمال سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہوں۔ جیسا کہ متعلقہ بین الاقوامی معاہدوں میں واضح کر دیا گیا ہے اور ایسے مواد کی غیر قانونی تیاری اور نقل و حمل میں بچوں کے استعمال کی روک تھام بھی کریں گی۔

آرٹیکل 34-

فریق ریاستیں اس عزم کا اظہار کرتی ہیں کہ بچوں کو جنسی استحصال اور جنسی بدسلوکی کی تمام صورتوں سے تحفظ فراہم کریں گی۔ اس مقصد کے لئے فریق ریاستیں قومی، دو قومی اور کثیر قومی سطح پر تمام ضروری اقدامات کریں گے تاکہ بچوں کو درج ذیل تحفظ فراہم کیا جا سکے:

الف) ہر قسم کی غیر قانونی جنسی سرگرمیوں میں شرکت کے۔ لئے بچوں کو ترغیب دینا یا جبر کرنا۔

ب) قحبہ گری یا دیگر غیر قانونی سرگرمیوں میں بچوں کا استحصالی استعمال۔

ج) پورنوگرافی (عریاں مواد) کے مواد کی تیاری میں بچوں کا استحصالی استعمال۔

آرٹیکل 35-

فریق ریاستیں قومی، دو قومی اور کثیر قومی سطح پر بچوں کے اغوا، خرید و فروخت اور نقل و حمل، خواہ وہ کسی شکل اور کسی بھی مقصد کے لئے ہو، کی روک تھام کے لئے مناسب اقدامات کریں گی۔

آرٹیکل 36-

فریق ریاستیں بچے کو استحصال کی ان تمام صورتوں کے مقابلے میں تحفظ فراہم کریں گی جو کسی بھی پہلو سے بچے کی فلاح و بہبود کے لئے نقصان دہ ہو۔

آرٹیکل 37-

فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنائیں گی:

الف) کسی بچے کو تشدد یا دوسرے ظالمانہ غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ 18 سال سے کم عمر کے افراد کو ان کے جرائم پر نہ سزائے موت دی جائے اور نہ ایسی عمر قید جس میں رہائی کا کوئی امکان نہ ہو۔

ب) کسی بچے / بچی کو غیر قانونی یا بلاجواز طور پر آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ بچے کی گرفتاری، حراست یا سزا، قانون کے مطابق ہوگی اور اسے آخری چارۂ کار کے طور پر کم سے کم مناسب وقت کے لئے اختیار کیا جائے گا۔

ج) ہر وہ بچہ جسے آزادی سے محروم کیا جائے، اس کے ساتھ شائستگی اور انسانی وقار کے احترام پر مبنی سلوک کیا جائے گا اور اس کی عمر کے مطابق اس کی ضروریات کی تکمیل کا لحاظ رکھا جائے گا۔ خاص طور پر آزادی سے محروم کئے گئے ہر بچے کو بالغوں سے الگ رکھا جائے گا، سوائے ایسی صورت کے جب ایسا نہ کرنا بچے کے بہترین مفاد میں باور کیا جائے اور اسے اپنے خاندان کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حق ہوگا، بذریعہ خطوط و ملاقات، سوائے مخصوص حالات کے۔

د) ہر وہ بچہ / بچی جسے آزادی سے محروم کیا جائے اسے حق حاصل ہو گا کہ قانونی اور دیگر معاونت تک اسے بروقت رسائی حاصل ہو، اس کے ساتھ یہ حق بھی ہو گا کہ آزادی سے محروم کئے جانے کے عمل کو عدالت یا کسی دوسری مجاز، آزاد اور غیر جانبدار اتھارٹی کے سامنے قانونی طور پر چیلنج کر سکے اور ایسے اقدام پر فوری فیصلہ حاصل کر سکے۔

آرٹیکل 38-

(i) فریق ریاستیں اس عزم کا اظہار کرتی ہیں کہ مسلح تصادم کی صورت میں بچوں سے متعلق بین الاقوامی انسانی قوانین کے احترام کو یقینی بنائیں گی۔

(ii) فریق ریاستیں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کریں گی کہ 15 سال سے کم عمر کے افراد کو براہ راست تصادم میں شرکت سے باز رکھا جا سکے۔

(iii) فریق ریاستیں کسی بھی ایسے فرد کو جس کی عمر ابھی 15 سال نہیں ہوئی، اپنی مسلح افواج میں بھرتی کرنے سے باز رہیں گی۔ فریق ریاستیں کوشش کریں گی کہ 15 سے 18 سال تک کی عمر کے افراد کو بھرتی کرتے ہوئے زیادہ عمر رکھنے والوں کو ترجیح دیں۔

(iv) بین الاقوامی انسانی قوانین کے تحت مسلح تصادم کی صورت میں شہری آبادیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے فریق ریاستیں ایسے تمام ممکنہ اقدامات کریں گی جن کا مقصد مسلح تصادم کے دوران متاثر ہونے والے بچوں کی دیکھ بھال اور نگہداشت کو یقینی بنانا ہو۔

آرٹیکل 39-

فریق ریاستیں ایسے بچے کی جسمانی اور نفسیاتی صحت اور سماجی بحالی کے عمل کو فروغ دینے کے لئے تمام مناسب اقدامات کریں گی، جسے کسی بھی شکل میں غفلت، استحصال یا بدسلوکی، تشدد یا کسی بھی قسم کے ظالمانہ یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ بنایا گیا ہو یا مسلح تصادم میں اسے نقصان پہنچا ہو۔ جسمانی صحت اور سماجی بحالی کا یہ عمل ایسے ماحول میں روبہ عمل لایا جائے گا جس کا مقصد بچے کی صحت، ذاتی عزت اور وقار کو نشوونما دینا ہو۔

آرٹیکل 40-

(1) فریق ریاستیں ہر ایسے بچے کا یہ حق تسلیم کرتی ہیں، جس پر فوجداری قانون کے تحت کوئی الزام لگایا گیا ہو یا جسے قانون شکنی کا مرتکب قرار دیا گیا ہو کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جائے گا جو بچے میں عزت نفس کے احساس کو فروغ دینے والا ہو اور بچے کے اندر دوسروں کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کو مستحکم کرنے والا ہو اور جس میں بچے کی عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو اور معاشرے میں بچے کی بحالی اور ایک تعمیری کردار ادا کرنے کی صلاحیت کو ترقی دینے کی خواہش موجود ہو۔

(2) اس مقصد کے حصول کے لئے اور بین الاقوامی دستاویزات کی متعلقہ دفعات کا لحاظ رکھتے ہوئے فریق ریاستیں خاص طور پر درج ذیل امور کو یقینی بنائیں گی:

الف) کسی بچے کو کسی ایسے عمل یا غلطی کی بنا پر فوجداری قانون کے تحت ملزم یا مجرم قرار نہیں دیا جائے گا، جس کے ارتکاب کے وقت وہ عمل یا الزام کسی قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت ممنوع نہیں تھا۔

ب) ہر بچہ جس پر الزام لگایا گیا ہو یا فوجداری قانون کو توڑنے کا ملزم ٹھہرایا گیا ہو اسے کم از کم درج ذیل تحفظات حاصل ہوں گے:

i- اس وقت تک بے گناہ تصور کیا جائے گا جب تک قانون کے مطابق اسے قصوروار ثابت نہ کر دیا جائے۔

ii- بچے / بچی کو براہ راست اور بروقت اس کے خلاف الزامات سے مطلع کیا جائے اور اگر مناسب ہو تو اس کے والدین یا قانونی سرپرستوں کے ذریعے اور اسے اپنے دفاع کے لئے قانون اور دوسری مناسب معاونت حاصل کرنے کا حق دیا جائے۔

iii- معاملے کا بلا تاخیر ایک مجاز، آزاد اور غیر جانبدار اتھارٹی یا عدالتی باڈی کے ذریعے منصفانہ سماعت کے بعد تصفیہ کرانے کے لئے قانونی یا دیگر مناسب معاونت کی موجودگی میں اور ماسوائے ایسی صورت کے کہ اسے بچے کے بہترین میں نہ سمجھا جائے، خاص طور پر بچے /

بچی کی عمر یا صورت حال اور اس کے والدین یا قانونی سرپرستوں کے حالات کا لحاظ رکھا جائے گا۔

iv- شہادت دینے یا اعتراف کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، جرح کے لئے یا مخالفانہ گواہیوں پر کی گئی جرح اور اس میں ان کی شمولیت اور ان گواہوں پر جرح بچے یا بچی کے ایما پر مساویانہ طور پر کی جائے گی۔

v- اگر یہ باور کیا جائے کہ بچے نے فوجداری قانون کی خلاف ورزی کی ہے تو اس فیصلے پر پہنچنے کے لئے اور اس کے نتیجے میں کوئی کارروائی کرنے کے لئے بالاتر، مجاز، آزاد اور غیر جانبدار اتھارٹی یا عدالتی باڈی سے قانون کے مطابق نظر ثانی کرائی جائے۔

vi- اگر بچہ زیر استعمال زبان سے ناواقف ہے تو ایک آزاد مترجم کی معاونت حاصل کی جائے۔

vii- کارروائی کے تمام مراحل میں بچی / بچے کی خلوت (Privacy) کا پورا احترام کیا جائے۔

(3) فریق ریاستیں ایسے بچوں کے لئے جن پر الزام لگایا ہو یا جنہیں قانون شکنی کا مرتکب قرار دے دیا گیا ہو، خصوصی قوانین، طریق کار، اتھارٹیوں اور اداروں کو فروغ دینے کی کوشش کریں گی اور اس ضمن میں خاص طور پر درج ذیل اقدامات کریں گی:

الف) ایسی کم سے کم عمر کا تعین کریں گی جس سے کم عمر کے بچوں کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ وہ فوجداری قانون کی خلاف ورزی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

ب) جب بھی مناسب ہو اور ضرورت محسوس کی جائے کہ ایسے بچوں سے نمٹنے کے لئے عدالتی کارروائی کے علاوہ اقدامات کئے جائیں گے تو ایسی صورت میں انسانی حقوق اور قانونی تحفظات کا پورا احترام ملحوظ رکھا جائے۔

(4) بچوں کے ساتھ سلوک کے مختلف طریقے جیسے نگہداشت، رہنمائی اور نگرانی کے احکامات، مشاورت، عارضی رہائی (Probation)، نگہداشت کے لئے کسی کے سپرد کرنا، تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کے پروگرام اور ادارتی نگہداشت کے دیگر متبادل ذرائع مہیا

کئے جائیں گے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ بچے کے ساتھ کیا جانے والا سلوک اور اس کا انداز بچے کی فلاح و بہبود کے لئے ہے اور بچے کے حالات اور اس کے جرم سے مناسبت رکھتا ہے۔

آرٹیکل 41-

اس میثاق میں شامل کوئی امر پہلے سے موجود کسی ایسے قانون یا ضابطے کو موثر نہیں کرے گا جو بچوں کے حقوق کے حصول کے لئے اس سے بہتر ہو اور درج ذیل میں شامل ہو:

الف) کسی فرق ریاست کے قانون میں۔

ب) بین الاقوامی قانون، جو اس ریاست میں نافذ ہو۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

حرمت حقوق انسانی اور طلوع اسلام

جس طرح عناصر اربعہ کی عادلانہ آمیزش نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسی طرح انسان کی انفرادی حیثیت کو باقی رکھنے اور اجتماعی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسے مکمل نظام زندگی کی ضرورت ہے جو انسان کے مادی اور معنوی جملہ حقوق کا محافظ ہو اور ہر زمان و مکان میں اس کی جملہ ضروریات کی کفالت کرے، جس کی آزادیاں اخلاقی پابندیوں سے محفوظ ہوں اور جس کی پابندیوں میں انسان کی تمدنی استعداد کو پنپنے اور ابھرنے کی پوری آزادی ہو۔ جس کی تعلیم و تربیت ہر فرد کو اس قابل بنادے کہ وہ فطری تقاضے کے مطابق چند متعلقین پر مشتمل ایک چھوٹے جہان میں حقوق و فرائض کے صالح نقشے پر اپنی عملی جدو جہد سے حسن کاری میں مصروف رہے۔ اور یہ چھوٹا سا تمدنی دائرہ اپنے یقین، اتحاد، اخلاق، برتاؤ، باہمی سلوک و ہمدردی اور تنظیم کا نمونہ ہو۔ یعنی ایک صالح نظام زندگی کی تعریف یہ ہے کہ اس میں ہر فرد کو اس کی تمدنی صلاحیتوں اور فطری تقاضوں کو جائز طریقے پر بروئے کار لانے کی آزادی ہو۔

یاد رہے کہ انسان کی اہمیت صرف اس قدر نہیں ہے کہ وہ مدنی الطبع ہے یعنی تمدنی زندگی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے جسے کسی نہ کسی طرح پورا ہونا ہی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

عناصر کی اس دنیا میں انسانی مدنی الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی ایک دنیا ہے ایسی دنیا جسے مادی اعتبار سے ہوا، پانی، سبزہ، حرارت، برودت، لوہا، چاندی اور سونا یہ سب کچھ چاہئے اور معنوی اعتبار سے اس یقین و ارادہ، اعلیٰ صفات، اختیارات اور ان پر تصرف کی مشروط آزادی یعنی اخلاق و قانون معاشرت بھی چاہئے۔ انسانی دنیا کے ان دونوں مطالبوں میں سے کسی ایک کو برتر یا کمتر نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا انسانی دنیا میں یہ بحث ہی قطعاً غیر آئینی ہے۔ بلاشبہ اسلام ہی ایک ایسا نظام زندگی ہے جو انسانی حقوق کے تمام تقاضے پورے کر دیتا ہے۔ اور ہر فرد کی تمدنی صلاحیتوں کی صحیح قیادت کرتا ہے وہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے جس کے تمام افراد مادی اور معنوی اعتبار سے منظم و متحد ہوں۔ اسلام انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے جو تدابیر کرتا ہے وہ تدبیر سب سے پہلے انسانی دنیا کا رخ کرتی ہے یعنی انسانی فطرت کو آواز دیتی ہے۔ اس طرح یقین کے سائے میں ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کا ہر فرد دنیا بھر کے تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

یہ بات تقریباً سب کو معلوم ہے کہ کوئی شخص جب تک ایمان نہ لائے وہ جنت کا حقدار نہیں بن سکتا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایمان کی تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان اور حسد ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور کوئی شخص جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور ہو جنت میں نہیں جائے گا۔ جو شخص اپنے پڑوسی کو تنگ کرے گا، خود کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سورہے وہ مومن نہیں۔ کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حسد و غرور، خود غرضی، اور ایذا رسانی یہ وہ اخلاقی برائیاں ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کے بڑے سے بڑے خارجی انتظام کو ناکام بنا دیتی ہیں۔

اسلام اس سلسلہ میں یقین و ایمان کی بنیاد پر انسانی حقوق کی حفاظت کے ایسے اقدامات کرتا ہے جن کو نظر انداز کرنا کسی ایمان و ایقان والے آدمی کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسلام سب سے پہلے انسان کے دل میں یہ بات راسخ کر دیتا ہے کہ اس کائنات میں

سے کوئی بھی وجود خالق و مالک و حاکم و رازق اور تمام قدرت والا غالب نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو سب کی خالق، مالک، رزاق اور قادر مطلق ہے۔ یقین کا یہ پہلو انسان کے جان مال، عزت و آبرو، اور مال و رزق پر سے تمام انسانی اختیارات کو یکسر ختم کر کے صرف اختیارات الٰہیہ کا اعلان کر دیتا ہے اور ہر فرد انسان کو الٰہی حکم و عدل کا تابعدار بنا کر اس کے لئے کائنات کے منافع بخش حصہ سے فائدہ اٹھانے کا حق ثابت کرتا ہے۔ جس طرح ایک فرد انسانی زندگی کے اس دنیا میں پھلنے پھولنے میں کوئی ایسی مداخلت نہیں کر سکتا جس سے کسی فرد کی جان و مال، عزت و آبرو اور ملکیت پر ناجائز دباؤ پڑ سکے اسی طرح کوئی انسانی گروہ بھی انسانوں یعنی اللہ کے بندوں کے لئے تنہا اپنی عقل و مرضی کے فیصلے سے کوئی ایسا دستور نہیں بنا سکتا جو حاکم و قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ بلکہ ہر انسان خود اپنی جان اور دوسرے فرد کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا جو انسان کے مالک کے حکم کے خلاف ہو اور کوئی کسی جانور کی جان بھی نہیں لے سکتا جب تک کہ قانون الٰہی اسے اس کی اجازت نہ دے۔

اسلام انسان کو یہ باور کراتا ہے یہ زندگی چند روزہ ہے۔ مرنے کے بعد ہر ایک کو زندہ ہونا ہے اور اپنے مالک و خالق کے روبرو پیش ہو کر دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے۔ اور یہ بھی باور کئے ہوتا ہے کہ اس دن سب سے زیادہ سختی انہی اعمال پر ہوگی جو انسانی حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی سے متعلق ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حق تو معاف کر دے لیکن انسانی حقوق کی معافی یا بدلہ اسی دنیا میں اگر نہیں دیا گیا تو آخرت میں انسانی حقوق غصب کرنے والوں کی نہ معافی ہوگی اور نہ ہی بدلہ قبول ہوگا۔ یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ اچھے عمل کا تعین کیسے ہوگا۔ اگر صحیح و غلط، نیک و بد کا تعین انسان نے ہی کرنا ہے تو پھر تو ہر انسان اس کی تعبیر خود اپنے مفاد کے حوالہ سے کرے گا۔ اور دنیا بھر میں اس طرح سینکڑوں تعبیریں بن جائیں گی۔ عقل محسوس کرتی ہے کہ ہر معاملے ہر مسئلے میں حق صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی زندگی کو ہدایت الٰہی پہنچانے اور نمونہ زندگی سب کے

سامنے رکھ دینے کا انتظام اللہ تعالیٰ کو ضرور کرنا تھا جو اس نے اپنے انبیاء کرام کو بھیج کر پورا کر دیا ہے۔ اور اس طرح رسالت کے عمل کے بغیر انسان روز حساب کے لئے تیاری نہیں کر سکتا۔

انسان کے احتساب کے لئے ہر روز اور شب میں دو دو فرشتے اس کے اعمال کی لکھائی کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص اپنا نامۂ اعمال دیکھ کر اپنی کامیابی کا حساب لگا سکے گا اور یہ یقین راسخ کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی خدائی کے جان و مال کو نقصان پہنچانے والے اور اس کی عزت و آبرو لوٹنے والے کے لئے دردناک عذاب بالکل تیار ہے۔

اس یقین کامل کے بعد جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو احاطہ میں لے لیتا ہے اور اس کے اخلاق و معاشرت کے معاملات کے تمام دائروں پر چھا جاتا ہے اسی یقین کی طاقت و برکت سے انسان کی معنوی زندگی یعنی اس کی باطنی دنیا ہر مقام اور ہر زمانے میں سدھر سکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام انسانی حقوق کے لئے سب سے پہلے اس کے یقین کو صحیح راہ پر لگا دیتا ہے اور یہ صحیح ایمان انسان کے اخلاق و ایمان کی بجا قیادت کرتا ہے۔

حدیث پاک میں ثابت ہے کہ انسان کا ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے یعنی جس قدر ایمان کامل ہوگا، مستحکم اور راسخ ہوگا اسی قدر اس کے اخلاق و اعمال درست اور راست سمت میں ہوں گے۔ یہی یقین پھر انسانی نسل کی حفاظت، مساوات، حصول منافع، قانون معاشرت کی پاسداری اور قانون لغفت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ معاشرہ پھیل بھی جائے اس یقین کی کیفیت و کیت کا ابھار و نکھار اور اس کی جانچ پڑتال کا میدان خاندانی نظام زندگی اسی طور متاثر ہوتا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد صرف اسی وقت کامیاب کہلائے گا جب کہ وہ اپنے یقین کو معاشرے میں عملی شکل دے کر اپنی روزمرہ کی زندگی کو صالحیت کا مظہر بنا دے۔

اسلام انسانی حقوق کی حفاظت کے انتظام کو سب سے پہلے اس کی معنوی دنیا میں قائم کرتا ہے اس لئے اس نظام کی مضبوطی اور استحکام میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان کی معنوی زندگی اسی کی مادی طاقت کے سبب ہی زیادہ بڑھی ہوئی اور موثر ہوتی ہے۔ کوئی نظام

ناکام تبھی ہوتا ہے جب اس کو محض خارجی نظام یا بیرونی طاقت سے مضبوط یا مستحکم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اور فرد کو اپنی تمدنی صلاحیتوں کے نمایاں کرنے کے لئے کوئی میدان نہ دیا گیا ہو۔ ان حالات میں خارجی نظام چاہے ظاہری قوت و شوکت کے اعتبار سے کیسا ہی مرعوب کن کیوں نہ ہو وہ فیل ہو جاتا ہے اور زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ چند انسانوں کے تصورات وہ کتنے ہی بلند ہوں عملی شکل اختیار کرنے اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد افراد کی معنوی پستی و بلندی کا اثر قبول کر کے انقلاب کی زد میں آجاتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں عرصہ دراز تک قائم رہ سکیں۔ اس لحاظ سے اندیشے قوت پکڑتے ہیں کہ انسانی حقوق کی خارجی نظام کے تحت جب اٹھان نہیں کی جائے گی تو وہ زیادہ دیر تک حقوق و فرائض اور اخلاقی قانون کے پابند زندگی گزارنے کا عادی نہیں رہے گا۔ مادی منافع کے استحصال سے معاشرہ کی معنوی صلاحیتیں جلد معطل ہو جائیں گی۔ اس طرح یقینی امر ہے کہ افراد کی معنوی صلاحیتوں کا نقصان ہی انسانی حقوق کا نقصان ہے۔ اور یاد رہے کہ انسانی دنیا میں افراد کے معنوی تعطل کا تاوان مادی منافع سے ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ جب کہ انسانی حقوق کی حفاظت کا اسلامی نظام اگر اپنے خارجی پہلو سے کتنا ہی کمزور ہو جائے تب بھی اس کے تربیت یافتہ افراد صنف اور قوت کے تمام انقلابی احوال کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد رہیں گے۔ کیونکہ اسلامی نظام افراد کے روزمرہ کے باہمی اخلاق و سلوک سے اور قانون معاشرت و قانون انصاف کی طاقت سے حقوق انسانی کے تقاضے منواتا رہتا ہے۔ مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی کی راحت یا عذاب اسے مزید منحصر کر دیتا ہے کہ ایک انسان نے دنیا کی زندگی میں اپنے عزیزوں اور اپنے پڑوسیوں کے جان و مال پر ناجائز قبضہ نہیں کیا اور ایک انسان نے اپنی بلی کو باندھ کر عذاب تو نہیں دیا۔ اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار برس گزرنے کے بعد بھی آج امت اسلامیہ کے سامنے وہ چارٹر آج تک روشن و جاوہ پیا ہے جس کا اعلان حجتہ الوداع کے موقع پر ہوا تھا۔

حجتہ المبارک کا دن تھا 9 ذوالحجہ 10ھ کو جبل رحمت پر سے میدان عرفات کے تقریباً

ڈیڑھ لاکھ حاضر حجاج کرام کو خطبہ حجتہ الوداع فرماتے ہوئے محسن انسانیت جناب حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔

"سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی سے معافی چاہتے ہیں۔ اسی کے پاس توبہ کرتے ہیں۔ اور بے شک ہم اللہ ہی کے ہاں اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو پھر اسے کوئی نہیں بھٹکا سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ ضلالت و گمراہی عطا کردے تو پھر اسے کوئی ہدایت پر نہیں لگا سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ذات یکتا ہے اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر پرزور طور پر آمادہ کرتا ہوں۔ اور میں اسی سے ابتدا کرنا چاہتا ہوں جو بھلائی ہے۔ اما بعد۔ لوگو! مجھ سے سنو میں تمہیں بتاتا ہوں کیوں کہ میں نہیں جانتا شاید اس سال کے بعد اس جگہ تم سے پھر نہ مل سکوں۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لئے (ایک دوسرے پر) اپنے رب سے ملنے تک (قیامت) حرام ہیں۔

(اور یہ ایسے ہی) حرام و محترم ہیں جیسے تمہارے لئے آج کا دن، آج کا مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

(لوگو!) جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اس کو ادا کردے جس نے وہ اس کے پاس امانت رکھائی۔

خبردار! جاہلیت کا سود گرا دیا جاتا ہے البتہ تمہارے لئے اس اعمال پر حق ہوگا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ کوئی سود نہ رہنے پائے اور پہلا سود جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ میرے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔

خبردار! جاہلیت کے خون گرا دیئے جاتے ہیں اور پہلا خون جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ (میرے چچازاد بھائی) کے بیٹے عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔

خبردار! جاہلیت کے آثار و عہدے گرا دیئے جاتے ہیں بجز خانہ کعبہ کی رکھوالی اور حجاج کو پانی پلانے کے۔

قتل عمد پر قصاص ہے مشابہ عمد وہ ہے جس میں لٹھ اور پتھر سے موت واقع ہو۔ اس میں سو اونٹ (خون بہا) جو اس میں زیادتی (کا مطالبہ) کرے تو وہ جاہلیت والا ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

امابعد لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں اس کی پوجا ہو لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم اپنے اعمال میں حقیر سمجھتے ہو اس لئے اپنے دین کے متعلق اس (شیطان) سے محتاط رہو۔

لوگو! سال کی کبیہ گری کفر میں ایک زیادتی ہے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اس کے باعث بہکائے جا رہے ہیں وہ اسے ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور اسے ایک سال حرام کر لیتے ہیں تاکہ اس کی تعداد کا تکملہ کر لیں جو خدا نے حرام کر رکھی ہے۔ اس طرح وہ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیتے ہیں اور خدا کی حلال کردہ چیز کو حرام۔ حقیقت میں اب زمانہ چکر لگا کر پھر اسی شکل پر آ گیا ہے۔ جیسا کہ خدا کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کے دن تھا۔ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے پاس اللہ کی کتاب میں اس کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے دن ہی سے بارہ مہینے لکھی ہے۔ ان میں سے چار حرام ہیں۔ تین پے در پے اور ایک تنہا ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور صفر، رجب جو کہ جمادی الآخرہ اور شعبان کے بیچ میں ہے کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

امابعد لوگو! تمہاری عورتوں کے لئے تمہارے اوپر ایک حق ہے اور تمہارے لئے ان

کے اوپر یہ کہ تمہارے بستر کو تمہارے سوا کسی اور سے نہ روندوائیں اور تمہارے گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی ایسے کو داخل نہ ہونے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور کوئی برے فحش کام کا ارتکاب نہ کریں اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو، ان کے ساتھ سونا بند کر دو یا ان کو غیر شدید ضرب پہنچاؤ اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم پر ان کا اچھے دستور سے کھلانا اور پہنانا لازم ہے۔ عورتوں کے متعلق بھلائی کی تمہیں تاکید ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی کی سی ہوتی ہیں اور اپنے لئے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیتے اور اللہ کے کلمہ پر ان سے تمتع اپنے لئے حلال کرتے ہو اسی لئے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان سے بھلائی کی تمہیں تاکید ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

لوگو! تمام مومن بھائی بھائی ہیں کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں بجز اس کے کہ وہ اس کی طبعی خوشی سے ہو۔ لہٰذا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اسے تھامے رہو گے میرے بعد تم گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔

لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے۔ تم سے اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

لوگوں (حاضرین) نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر حاضر کو چاہئے کہ غائب تک پہنچا دے۔

لوگو! اللہ نے ہر وارث کے لئے ورثے میں سے اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے اب وراثت کے لئے کسی مزید وصیت کی اجازت نہیں اور (کسی اور کے حق میں بھی) ایک تہائی (مال)

سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ بچہ بستر (کے مالک) کا ہوگا۔ اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے یا اپنے مولا (معاہداتی بھائی) کے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے (تلافی کے لئے) کوئی خرچ اور کوئی بدلہ قبول نہیں ہوگا۔

اس دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کے لئے مساوات، بھائی چارے، انصاف، باہمی حقوق و فرائض اور ملکیت و معاشرت کے حوالہ سے یہ ایک کھلا اور واضح پہلا اعلان تھا جس نے بنی نوع انسان کے محروم و مظلوم غلاموں کو حیات نو کا پیغام دیا۔ اور آج بھی یہی صحیفہ زریں حیات نو کا واحد حیلہ ہے۔ جو دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کا راز اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اس پیغام کا حاصل یہ ہے کہ:

☆...... کسی ظالم کو موت نجات نہیں دے سکتی خواہ زندگی میں دنیاوی عدالتیں اسے بری کر دیں۔

☆...... عمل کی ہر بدعنوانی لکھی جا رہی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سب سے بڑا گواہ ہے اور وہی اس کا حساب چکوانے کی ضمانت دیتا ہے۔

☆...... مرنے کے بعد ہی جزا اور سزا کے حالات طاری ہو جاتے ہیں (قیامت) انصاف کے دن ذرہ بھر نیکی کی جزا ضرور پوری پوری اور زیادہ سے زیادہ ملے گی اور ہر بدی کی اتنی ہی سزا مقرر ہے جتنی بدی کی گئی ہے۔ زیادتی سزا میں نہ ہوگی۔

☆...... کسی کا گناہ دوسرے کسی کے سر نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی اپنے سر لے گا۔ ہر گناہ گار اپنے گناہ پر موردالزام ٹھہرے گا۔

☆...... قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے لاتعداد گناہ گاروں کو جہنم سے نکال لیں گے۔

☆...... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبائر گناہ کرنے والوں کی بھی شفاعت کریں گے۔ اور اس شفاعت کی اور دوسری شفاعتوں کی امید سب کو رکھنی چاہئے مگر یقین کوئی نہیں کر

سکتا کہ ضرور اس کی شفاعت ہوگی نہ اس خیال میں کوئی جان ہے کہ کوئی کسی کا پلہ پکڑ کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ اللہ کی رحمت کسی کی بخشش کے لئے کوئی بھی سبب پیدا کر سکتی ہے اور کسی وقت اپنی رحمت خاص سے اپنے بندہ کو معاف کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا سب سے بڑا محسن ہے وہ فرماتا ہے کہ بے شک میری رحمت سب چیزوں پر وسعت اختیار کر گئی ہے اور حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ سب مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صحیح عقیدے اور صالح عمل جو قرآن اور سنت کی رو سے ہے وہ نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ان کو زندگی کے تمام کاموں میں عدل اور اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ خالق فطرت کی اس تدبیر سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ انسان کے صحیح عقائد کی طاقت میں ہی انسان کی صحیح فلاح اور بھلائی ہے۔ عقیدہ عمل پر نگرانی کرتا ہے بشرطیکہ مضبوط ہو اور عمل عقیدے کی کیفیت اور کمیت پر گواہ ہوتا ہے۔

دنیا میں اقامت عدل و حفاظت حقوق کے لئے طاقت کا استعمال حکومت وقت کے ذمہ ہے۔ اسلامی حکومت ان امور کی انجام دہی یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نظام کے قیام کی امین ہے۔ بعثت انبیائے کرام کا سب سے بڑا مقصد قیام انصاف برائے حفاظت حقوق انسانی رہا اور اس کے لئے ہر دور میں ہر حیثیت کے مناصب کے فرائض کا ظہور ہوا۔ انبیاء کرام بشیر و نذیر تھے۔ جو کہ خدا کی مخلوق کو اپنے اصل خالق واحد کی عبادت کی طرف دعوت دیتے اور آپس میں باہمی اخوت و بھائی چارے کے ساتھ دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے کی تلقین کرتے گئے۔ یہی تعلیم اور یہی پیغام تمام مذاہب کی تعلیم کا محور رہا۔ اسلام کا بھی یہی پیغام تھا اور ہے جو نبی اکرم ﷺ نے بنی نوع انسان کو قیامت تک کے لئے ہدایت کے طور پر بخشا ہے۔

قرآن مجید اور تعلیمات حقوق انسانی:

قرآن مجید اسلام کی بنیادی اور کلیدی کتاب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے

پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے بنیادی احکامات کی حامل ہے۔ حقوق انسانی کی حرمت اور غایت اس کتاب کی بنیادی تعلیمات کا ایک اہم موضوع ہے۔ جس کے لئے ذیل میں ان تعلیمات کے اہم اصولوں اور پہلوؤں کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) توحید ذات الٰہی:

قرآن مجید کی یہ بنیادی تعلیم ہے کہ اس کائنات کا مالک و خالق ایک ہی ذات خداوند ہے جس کا ذاتی نام "اللہ" ہے۔ اور وہی ذات عبادت و ریاضت کی اصل حق دار ہے۔ تمام حاجتوں، دکھوں اور ضرورتوں کا مداوا اسی کے رحم و کرم سے ممکن ہے۔ قرآن مجید کے درج ذیل فرمان اسی بنیادی عقیدہ کی توضیح کرتے ہیں۔

> سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے بہت مہربان نہایت رحم والا ہے اور انصاف (قیامت) کے دن کا وہی مالک ہے۔
> (سورۃ فاتحہ 1-3)
>
> وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے، سالم اور امان دینے والا ہے غالب اور صاحب عظمت ہے پاک ہے اللہ اس سے جو اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہ اللہ ہی خالق ہے، نکال کھڑا کرنے والا، صورت کھینچنے والا ہے۔ اسی کے ہیں سب نام خاصے (اچھے سے اچھے اعلیٰ درجہ کی خوبیوں والے) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کی پاکی بول رہا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ حشر 22-24)
>
> بے شک حکم تو بس اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم سوائے اس

کے کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔(12-40)

اور کہہ دے کہ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ تو اولاد رکھتا ہے، اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ کمزور ہے کوئی اس کا مددگار ہے۔(17:111)

کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں یہ اس لئے کہ اللہ ہی کا حق ہے اور اللہ کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔(22:62)

کہہ دو اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی اس کو کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے۔ (سورۃ اخلاص 1-5)

اور تمہارا معبود تو اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔(2:163)

وحدت دین اسلام:

☆......بے شک اصل دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔(3-19)

☆......اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس کا دین قبول نہ ہو گا اور وہ آخرت میں خسارہ میں رہے گا۔(3-85)

☆......اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے جس کی وصیت (حضرت) نوحؑ کو کی تھی اور جس کو ہم نے تجھ پر وحی کیا اور جس کی وصیت حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کی تھی کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔(22=13)

☆......اور تم سب کی امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اور مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔(43:13)

☆......اللہ نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس (قرآن) میں بھی ہے۔(22:78)

☆......اس سے بہتر کس کی بات ہو جو (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور عمل صالح کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔(41:33)

وحدت امت:

☆......اے رسولو پاک روزی کھاؤ اور اچھے کام کرو تم جو کچھ کرتے ہیں میں اسے جانتا ہوں یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں سو میری بندگی کرو۔ (23:52)

وحدت سلسلہ رسالت:

☆......اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی قوم کی زبان میں تھا۔(18:4)

☆......اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف سے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو ہدایت دیتا ہے۔(42:13)

☆......اور کوئی قوم نہیں جس میں آگاہ کرنے والا نہ گزرا ہو اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے۔(16:36)

☆......کیا تمہارے پاس رسول تم میں سے نہیں آئے جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے تھے اور اس دن کے حاضر ہونے سے ڈراتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہیں دی جس میں نصیحت لینے والا نصیحت لے سکے اور تمہارے پاس رسول بھی آئے۔ (35:37)

☆......اور پہلے لوگوں میں ہم نے بہت سے رسول بھیجے۔(43:6)

☆......پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے۔(24:24)

☆...... تجھ سے پہلے بھی ہم نے جو رسول بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ (25:20)

وحدت معاشرت انسانی:

☆......اور اللہ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ (32:7)

☆...... پھر اس کی نسل جوہر یعنی حقیر پانی سے بنائی۔ (31:8)

☆......اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر اس کو ایک محفوظ جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا پھر نطفہ کو ہم نے لو تھڑا بنایا پھر لو تھڑے کو بوٹی بنایا پھر بوٹی کی ہڈیوں بنائیں پھر ہڈیاں پر گوشت مڑھا پھر ہم نے اس کو ایک نئی مخلوق بنایا۔ اللہ برکت والا ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (23:14)

☆...... وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریکیوں میں ایک خلقت سے دوسری خلقت میں پیدا کرتا جاتا ہے۔ (39:6)

☆...... وہ وہی ہے جس نے تم کو نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی نے اس کا جوڑ پیدا کیا تاکہ اس کے پاس آرام لے۔ (7:189)

☆...... لوگو ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری برادریاں اور کنبے بنادیئے کہ آپس میں شناخت رکھو تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (49:13)

☆...... جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے جن کی نیکی کا پلہ بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوں گے جن کی (نیکیاں) ہلکی ہوں گی وہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو برباد کیا اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

☆...... انسان بڑا تھڑدلا ہے جب اس کو نقصان پہنچتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب فائدہ پہنچتا ہے تو بخیلی کرنے لگتا ہے۔ (70:21-20)

☆......اور انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ (18:54)

☆...... میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری بندگی کریں۔ (51:56)

☆...... اور بے شک ہم نے آدم کی اولاد کو برتری دی اور خشکی اور تری میں ان کو سواری بخشی اور پاک چیزوں میں سے ان کو روزی دی اور انہیں بہت سی مخلوقات پر ہم نے فضیلت بخشی۔ (17:70)

☆......لوگو اپنے رب کا ڈر رکھو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے۔ (4:1)

☆...... اور ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت میں پیدا کیا پھر ہم نے اسے کم تر درجہ میں لوٹا دیا بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے جنہوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے بے انتہا اجر و ثواب ہے۔ (96:6)

مساوات نسل انسانی:

☆......اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ بہت زیادہ جاننے والا اور خبردار ہے۔ (الحجرات 13:49)

اخوت نسل انسانی:

☆......بے شک تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات:10)

☆......اور بے شک یہ تمہاری قوم ایک ہی قوم ہے۔ (المومنون:52)

☆...... اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں کبھی تفرقہ نہ کرو۔ (آل عمران:102)

☆......اور کبھی ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا اس کے بعد جبکہ ان کے پاس کھلی دلیلیں آچکی ہیں۔(آل عمران=104)

متوازن نظام اور حکم انصاف:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو انصاف کرو بے شک یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اللہ کا تقویٰ کرو اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔(المائدہ=8)

☆......اللہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر شے کا خبر گیر ہے۔(39:63)

☆......جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اسی نے اندازہ مقرر کیا اور اس کی ہدایت کی۔(2-3:87)

☆...... ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی روزی باہم تقسیم کر دی ہے اور ہم نے درجوں کے اعتبار سے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑھا دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو کام میں لگا سکے۔(43:32)

☆......بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھے اس کے انتظام کی تدبیر کرتا ہے۔(10:3)

اس کا امر تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔(36:82)

☆......بے شک اس نے آسمان اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا اور تمہاری صورت بنائی اور تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(تغابن=3)

☆......اور نفس کو ٹھیک ٹھیک بنایا پھر اس کو برے کاموں اور پرہیزگاری کی سمجھ دی تحقیق جس نے اس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اس کو خاک میں ملا دیا وہ نامراد ہوا۔ (الشمس=7-10)

حریت جان مال و آبروئے انسانی:

☆......اور کبھی اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے سوائے اس کے کہ انصاف چاہو۔(بنی اسرائیل=33)

☆......زکوٰۃ تو بس فقیروں کا حق ہے اور مسکینوں کا ہے اور ان لوگوں کا جو زکوٰۃ کا کام کرتے ہیں اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا مائل کرنا ضرورت ہو گردنوں کے آزاد کرانے اور مقروضوں اور فی سبیل اللہ مسافروں کے۔(9:60)

☆......اور جو کوئی غلطی سے کسی مسلمان کا قتل کردے تو ایک مومن بردہ وہ آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو اگر انہوں نے معاف نہ کیا ہو تو خون بہا ادا کرے۔(4:92)

☆...... اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو اور تم (اس کا انجام) جانتے ہو۔(انفال=27)

☆......بے شک خیانت کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔(انفال=58)

☆......اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور آپس میں خون نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے تو ہم اس کو عنقریب جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ (النساء29-30)

☆......اور مار نہ ڈالو اس جان کو (خواہ اپنی ہو) جس کو اللہ نے محترم کیا ہے مگر جائز طور پر تم کو یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھو۔(الانعام=151)

☆......اور ہم نے لکھ دیا ہے اس کتاب میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے۔ لیکن جس نے معاف کیا تو وہ گناہ سے پاک ہوا اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔(المائدہ=45)

☆......اے ایمان والو تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے

خون) کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے بھائی سے کچھ معاف کر دیا جائے تو پیروی کرنی چاہے۔ یہ رب کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے۔ پھر جو اس فیصلہ کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور عقلمندو تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے تاکہ تم بچتے رہو۔ (البقرہ=179:178)

☆...... اور مسلمان کا کام نہیں کہ مسلمان کو مار ڈالے مگر یہ غلطی سے اور جو کسی مسلمان کا غلطی سے خون کر دے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا پہنچائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا عہد ہے تو مقتول کے وارثوں کو خون بہا پہنچائے اور ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ کے ہاں توبہ ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تکریم انسانیت:

☆......اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی ہے۔ (بنی اسرائیل=70)

☆......اور لوگوں سے بے رخی نہ کرو اور زمین میں اترا کر نہ چل بے شک اللہ اس کو پیار نہیں کرتا جس کو گھمنڈ ہو اور فخر کرنے والا ہو۔ (لقمان=2)

☆......اور خدائے رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے باتیں کرنے لگیں تو ان کو سلام کریں۔ (الفرقان=6)

☆......لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے اپنے رب کے راستہ کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کرو۔ (النحل=125)

☆...... قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اور آپس میں سچے دین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔ (العصر 1-3)

☆......اور تم دیکھو گے کہ ان میں سے اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں یہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برے کام ہیں بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔ (المائدہ =62-63)

☆...... سو انسان جو ہے جب اس کا رب اس کی آزمائش کرے کہ اس کو عزت دے اس کو نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی اور جب اس کو آزمائے رزق تنگ کر کے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا۔ یوں نہیں تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی آپس میں تاکید کرتے اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے اور مال سے بہت ہی پیار رکھتے ہو۔ کوئی نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی اور تمہارا پروردگار جلوہ افروز ہو گا۔ اور فرشتے قطار باندھ باندھ کر آ موجود ہوں گے اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن سوچے گا (کہ میں کیوں غفلت میں رہا) اور کہاں ملے اس کو سوچنا کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ (الفجر=15-27)

☆......اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر کسی پر زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرہ=190)

☆...... جو آسودگی اور تنگی میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کئے جاتے ہیں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (آل عمران=134)

☆...... جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ سب مخلوق سے بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ

ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔(البینہ=7-8)

☆......اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیں تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز کے قائم رکھنے والے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔(الحج=34-35)

☆......گردن کا چھڑانا (غلام آزاد کرنا یا کروانا یا قرضدار کی گردن قرض سے چھوڑانا) یا بھوک کے دن کھلانا یتیم رشتہ دار کو یا محتاج کو خاک میں رل رہا ہے پھر یہ کہ ایمان والوں میں بھی جو آپس میں صبر کی تاکید کرتے ہیں، ایسے لوگ بڑے نصیب والے ہیں۔ (البلد=13-18)

☆...... ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر جاتے ہیں اور پاک ذات کو اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو ان کے سونے کی جگہ سے الگ رہتے ہیں۔ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں پر) خرچ کرتے ہیں۔(السجدہ=15-16)

☆...... تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کی کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب رکھا ہے اور کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو حق

نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے دیں تو وہ اس معاملہ میں اپنا بھی کچھ اختیار رکھیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح بہکا ہوا گمراہ ہے۔ (الاحزاب=35-36)

☆......اور جب نکمی بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل۔ بس تم پر سلام ہمیں جاہلوں سے غرض نہیں ہے۔(القصص=55)

☆......جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا صائبین جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک کام کئے تو ان کے ان (کاموں) کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور (قیامت کے دن) نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(البقرہ=62)

☆......اور جو اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق ان کو جو ان کی ملکیت میں ہیں، نہیں پہنچاتے کہ سب اس میں برابر ہیں تو کیا اللہ کے فضل کے منکر ہیں۔(النحل=71)

☆......اور جو تم میں فضیلت والے اور صاحب ثروت ہیں، رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں (کو کسی بات پر) نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(النور=22)

☆......اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کے جواب میں بھلائی کر کے اس کو ٹالو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا قریبی دوست ہے اور یہ بات ان کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ بات ان کو ملتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔(حم السجدہ=34-35)

مساوات حقوق مرد وزن:

☆......اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا

حق) عورتوں پر ہے اور مردوں کو عورتوں پر درجہ ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (البقرہ=228)

☆...... اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی اس کی ہوس مت کرو مردوں کے لئے ان کاموں کا صلہ ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کے لئے ان کاموں کا صلہ ہے جو انہوں نے کئے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (النساء =32)

☆...... جو کوئی نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور ایمان رکھتا ہو، سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا تل بھر حق نہیں رہے گا۔ (النساء=124)

☆...... جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم ایک اچھی پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ (النحل=97)

حقوق ملکیت انسانی:

☆...... اپنے بندوں میں سے اللہ جس کی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ (34:39)

☆...... اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی وسیع کر دیتا تو وہ زمین میں بغاوت کر دیتے لیکن وہ اسی قدر اتارتا ہے جس قدر چاہتا ہے۔ (42:27)

☆...... جتنی بھی چیزیں ہیں ان کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ایک معین اندازہ کے مطابق اسے اتارتے ہیں۔ (10:21)

☆...... اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس پر پہاڑ جما دیئے اور ہر مناسب چیز اس میں اگائی اور ہم نے اس میں تمہارے لئے معاش کی چیزیں رکھ دیں اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے۔ (15:20)

☆...... اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو برتری دی اور خشک و تر میں ان کو سوار کر دیا

اور پاک چیزوں کی روزی ان کو دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ہم نے ان کو فضیلت بخشی۔(17:70)

☆......اور وہی ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا ہے کہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو جس کو تم پہنتے ہو تم اس میں کشتیوں کو دیکھو گے کہ پانی چیرتی ہوئی جارہی ہیں اور اس لئے کہ تم اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور شکر کرو۔(16:14)

☆...... آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے۔(45:13)

☆......اور اس نے چوپائے تمہارے لئے پیدا کئے جس میں تمہاری جڑاول ہے اور فائدے ہیں اور ان کو تم کھاتے ہو اس میں تمہارے لئے زینت ہے جب شام کو ان کو لاتے ہو۔ اور جب صبح کو ان کو چرائی پر لے جاتے ہو وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بلا جان کاہی کے پہنچ نہیں سکتے تھے اور بے شک تمہارا رب شفقت کرنے والا مہربان ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور آرائش کے لئے ہیں اور وہ چیزیں پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے۔(16:8)

☆...... تمہارے پاس جو کچھ نعمتیں ہیں سو اللہ کی طرف سے ہیں۔(16:53)

☆......اور ہم نے تم کو زمین میں آباد کیا اور اس میں تمہارے لئے معاش کے سامان رکھ دیئے۔(7:10)

☆...... کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے بنائے اور انہیں (انسانوں) ان کی ملکیت میں دے دیا۔(36:71)

☆...... مردوں نے جو کچھ کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور عورتوں نے جو کچھ کمایا اس میں ان کا حصہ ہے۔(4:32)

☆......اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت دی ہے۔ اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر اللہ نے جو فضیلت دی ہے اس کی تمنا مت کرو۔(4:32)

☆..... ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے درجوں کے اعتبار سے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑھاوا دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو کام میں لگائے۔ (43:32)

☆..... والدین اور اقرباء کے ترکے میں سے مردوں کا حصہ ہے اور والدین اور اقرباء کے ترکہ میں سے عورتوں کا حصہ ہے خواہ کم ہو یا زیادہ فرض کیا ہوا حصہ ہے۔ (4:7)

☆..... اور عورتوں کا مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر دستور کے مطابق اور بے شک مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی ہے۔ (2:228)

☆..... مرد عورتوں کے سربراہ ہیں اس سبب سے اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے بھی کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ (4:34)

☆..... اللہ نے تجارت حلال اور سود حرام کیا ہے۔ (2:275)

☆..... اور جو رقم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتی ہے۔ (30:39)

☆..... اے مومنو سود نہ کھاؤ دگنا چوگنا بڑھتا ہوا۔ (3:130)

☆..... اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس نے اپنی کمائی ضرور دکھلائی ہے پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (النجم 39:41)

☆..... اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف تمہارے (انسان) کام میں لگا دیا جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ (جاثیہ=13)

☆..... کیا یہ لوگ تمہارے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی ان میں بانٹ دی ہے اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔ (زخرف=32)

☆...... تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو فتنہ (آزمائش) ہیں۔ اور جو اللہ ہے اس کے پاس بڑا ثواب ہے۔ (تغابن=15)

☆......اور تم کو جو کوئی چیز ملی ہے سو دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھالینا ہے اور یہاں کی زینت ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے کیا تم کو سمجھ نہیں آتی۔ (القصص=60)

☆......مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور جو نیکیاں باقی رہنے والی ہیں ان کا بدلہ تیرے رب کے ہاں بہتر اور بہتر توقع ہے۔ (کہف=46)

☆......اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنادیں ہاں جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا سو ان کے اعمال کا دگنا بدلہ ہے اور وہ (جنت میں) امن کے ساتھ بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔ (السبا=37)

غلامی کی ممانعت:

☆...... کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور بھلائی و برائی کے راستے اس کو نہیں بتادیئے۔ پھر بھی وہ ان کے شکریہ کی گھاٹی میں ہو کر نہ نکلا۔ اور تمہیں معلوم ہے وہ گھاٹی کیا ہے؟ گردن کو غلامی سے آزاد کرنا۔ (90:8-13)

☆......اور جو کوئی غلطی سے کسی مسلمان کا قتل کردے تو ایک مومن جان کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو اگر انہوں نے معاف نہ کیا ہو تو خون بہا ادا کرے۔ (4:92)

☆......اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرتا۔ لیکن جس سے تم عہد کو پکا کرتے ہو اس پر گرفت کرے گا۔ اور اس کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے متوسط درجہ کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کے کپڑے یا ایک غلام کا آزاد کرنا۔ (5:89)

☆...... اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو ان سے ضرور مکاتبت کرو اگر تم کو ان میں بھلائی نظر آتی ہو اور جو مال اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے ان کو بھی دو۔ (24:33)

☆...... اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں اور پھر اس کی طرف لوٹنا چاہیں جو انہوں نے کہا ہے تو ان کو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا چاہئے۔(58:3)

☆...... یہاں تک کہ جب ان کا زور توڑ لو تو ان کو قید کر لو پھر یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔(47:4)

☆...... نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں یتیموں، محتاجوں، مسافروں، مانگنے والوں اور گردنیں چھڑانے میں (یعنی غلاموں اور دشمن کی قید سے چھڑانے میں) دے اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دیا کرے اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ سچے اور یہی پرہیزگار ہیں۔(البقرہ=177)

☆...... اور جو (غلام یا لونڈی) تمہاری ملکیت میں ہیں ان میں سے جو لوگ (کمائی کرنے کے بعد) مال دے کر آزادی کے لئے تحریر لکھوانا چاہیں تو لکھ کر دے دو اور ان کو اللہ کے مال میں سے بھی دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو ان کی بے بسی کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(النور=33)

☆...... اور جو مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو وہ مسلمان لونڈیوں میں سے ہی جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (نکاح کرلیں) اور اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ تم آپس میں ایک ہو۔ سو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت لے کر نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کا حق مہر دو بشرطیکہ پاکباز ہوں۔ نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ چھپ کر یاری کرنے والی ہوں پھر اگر نکاح میں آکر بدکاری کریں تو ان پر آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں کی سزا ہے۔ یہ اجازت اس لئے ہے جسے

(کنوارہ رہ کر) گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو اگر صبر کرو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (النساء=25)

وحدت مرکز فکرودانش:

☆......اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو کچھ لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اس کو ان کے سامنے بیان کردے اور تاکہ وہ غور کریں۔ (19:44)

☆......اور مجھ پر یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ تم کو اس کے ذریعہ سے آگاہ کروں اور ان کو بھی جن کو نہ پہنچے۔ (6:19)

☆...... ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ اللہ جو کچھ تجھے سمجھائے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔ (4:105)

☆......اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر شے کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔ (16:89)

☆...... اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اترا ہے وہی حق ہے۔ (34:6)

☆......لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین اتار دیا۔ (4:174)

☆...... بے شک یہ قرآن وہی راہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے۔ (17:9)

☆......اور ہم نے قرآن کو نصیحت لینے کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے جو نصیحت لے۔ (54:17)

لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آگئی اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔ (10:57)

☆...... یہ جملہ انسانوں کے لئے ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے کی دلیل

ہے۔(2:185)

☆...... ہم نے تیرے اوپر انسانوں کے لئے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے۔(39:41)

☆...... یہ بیاں سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔(3:138)

☆...... یہ کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں عربی قرآن ان لوگوں کے لئے ہے جو علم رکھتے ہیں۔(41:3)

☆...... وہی ہے جس نے تیرے اوپر کتاب اتاری جس میں پختہ آیات ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں۔اور دوسری متشابہ آیات ہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی تاویل نکالیں حالانکہ ان کی تاویل سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔اور جو لوگ علم میں پکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں سب کی سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔(3:7)

☆...... یہ کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ بنائی گئی ہیں پھر حکمت اور خبر رکھنے والوں کے یہاں سے ان کی تفصیل کی گئی ہے۔(11:1)

☆......اور ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جن کی تفصیل ہم نے علم کے ساتھ کی ہے۔(7:52)

☆...... مومنوں پر اللہ نے احسان کیا کہ انہی میں سے ان میں ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو اللہ کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔(3:164)

آزادیٔ فکر انسانی:

☆......ارض و سماء کی تخلیق ،اور اختلاف لیل و نہار میں عقل مندوں کے لئے آیات موجود ہیں۔ارض و سماء کی تخلیق،اختلاف لیل و نہار، سمندروں تیرنے والی مفید کشتیاں اور

اس گھٹا میں جو زمین و آسمان کے درمیان خیمہ آرا ہے، ارباب عقل کیلئے آیات موجود ہیں۔(البقرہ=164)

☆...... کیا یہ لوگ آسمان وزمین وغیرہ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہے۔(الاعراف=185)

☆...... غور کرو کہ پہاڑوں میں سفید، سرخ اور سیاہ رنگ کے پتھروں کی تہیں موجود ہیں نیز انسانوں، چوپاؤں اور مویشیوں کے مختلف رنگوں کا مطالعہ کرو اور یاد رکھو اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔(فاطر=27-28)

☆......زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لئے حقائق وبصائر موجود ہیں۔(جاثیہ=3)

☆...... تمہاری تخلیق اور پھیلے ہوئے جانوروں میں اہل یقین کے لئے بہت ساری نشانیاں موجود ہیں۔(جاثیہ=4)

☆...... یہ لوگ مناظر ارضی کی کیوں سیر نہیں کرتے تاکہ ان کے دل سمجھنے لگ جائیں اور کان سننے کی نعمت سے بہرہ ور ہو جائیں۔(الحج=46)

☆......دراصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ ایک مردہ قوم کے دل بے حس ہو جاتے ہیں۔(حج=46)

☆...... مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی بات کو سن کر احسن اور قوی چیز کو اختیار کرتے ہیں۔(زمر=17-18)

☆...... بار بار دیکھو، کیا تمہیں اس سلسلہ خلق لامتناہی میں کوئی بد نظمی نظر آتی ہے۔ (الملک=3)

☆...... ہم نے آسمان کو حسین ستاروں سے سجا رکھا ہے اور ہم نے آسمانوں کو کئی حصوں میں بانٹ کر اسے اہل نظر کے لئے سجایا ہے۔(حجر=16)

☆......اللہ سے صرف علمائے فطرت ہی ڈرتے ہیں۔(الفاطر=28)

☆...... ہم یہ مثال لوگوں کی خاطر بیان کر رہے ہیں اور انہیں صرف ارباب علم ہی

سمجھ سکتے ہیں۔ (عنکبوت=43)

☆...... اے رسول اہل ایمان کو زمین و آسمان کے معجزات پر غور کرنے کا حکم۔ ایک بے ایمان (کائنات پر غور نہ کرنے والی) قوم کو کوئی ہدایت اور کوئی تنبیہ فائدہ نہیں دیتی۔ (یونس=101)

☆...... تیرے رب نے شہد کی مکھی کو پیغام بھیجا کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں اپنا گھر بنا۔ تمام پھلوں سے شہد حاصل کر اور اپنے رب کے دیئے ہوئے دستور کو باقاعدگی سے نباہ۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ اس مکھی کے پیٹ سے ایک شربت نکلتا ہے جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں اور جس میں امراض کی شفا بھی ہے۔ مکھی کے ان اعمال میں ان لوگوں کے لئے کئی اسباق موجود ہیں جو صحیفہ فطرت میں غور سے کام لیتے ہیں۔ (النحل=68-69)

☆...... صحیفہ فطرت کی یہ ہدایتیں اور تنبیہیں اس قوم کے لئے مفید نہیں جس کا سینہ نور ایمان سے خالی ہو۔ (یونس=101)

☆...... کہو کہ زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے کیسے مخلوق کو پیدا کیا۔ (العنکبوت=20)

☆...... بے شک زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لئے بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ تمہاری تخلیق، اور جو چلتے پھرتے حیوانات ہیں اہل یقین کے لئے نشانی ہیں۔ لیل و نہار کا اختلاف، زمین کو زندہ کرنے والے قطرات باراں اور ہواؤں کے رخ بدل کر چلنے میں اہل عقل کے لئے آیات موجود ہیں۔ یہ اللہ کی وہ آیات ہے جو ہم تمہیں صحیح صحیح سنا رہے ہیں اگر یہ لوگ ان آیات کی پروا نہیں کرتے تو پھر اور کون سے دلائل ہیں جن کی بنا پر وہ اللہ پر ایمان لائیں گے۔ اس بدکار کذاب پر لعنت جو ہماری ان آیات کو سننے کے بعد جہالتوں پر یوں جما رہتا ہے کہ کچھ سنا ہی نہیں۔ ایسے کذاب کو خوفناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ (الجاثیہ=3-8)

☆...... کیا تم نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ اسے کیسے پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کو کیسے

بلند کیا گیا؟ اور پہاڑ کی طرف کہ اسے کیسے جمایا گیا؟ اور زمین کی طرف کہ اسے کیسے بچھایا گیا؟ پس تو غور کر کے انہیں یاد دلا بے شک تو بہترین ہی سوچنے اور یاد دلانے والا ہے۔(الغاشیہ=21)

☆......اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی نفس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں سکون حاصل ہو۔ اور پھر تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا فرمائی۔ بے شک ان میں سوچنے والوں کے لئے بہت سے اسباق پوشیدہ ہیں۔(الروم=21)

سو اللہ کی رحمت کے نشان دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔(الروم=30)

☆......اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ ان میں شیطان جھڑپ کرواتا ہے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(بنی اسرائیل=53)

☆......اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اس کو ڈر اور توقع سے پکارو بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے۔(اعراف=56)

☆...... اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچ کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔(البقرہ=42)

☆......اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو اگرچہ تمہارا اپنا تمہارے ماں باپ کا یا قریبی عزیزوں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے۔ سو تم دل کی خواہش کے پیچھے چل کر عدل نہ چھوڑ دو اور اگر تم نے ہیر پھیر کی یا منہ پھیرا تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔(النساء=135)

☆......اے ایمان والو! اللہ کے لئے حق و انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ و عدل کرو یہی بات تقویٰ سے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے سب اعمال کی خبر رکھتا

ہے۔(المائدہ=8)

کفالت ضروریات انسانی

☆......لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پرواہ خوبیوں والا ہے۔(فاطر:2)

☆...... بھلا کون بے کس کی پکار کو پہنچتا ہے جب کوئی اس کو پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے سختی۔ زمین پر نائب (خلیفہ) بنایا۔ کیا اللہ کے ساتھ پھر بھی کوئی اور حاکم ہے۔ تم اس کا کم ہی خیال کرتے ہو۔(النمل:62)

☆......اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر تم پر کوئی بھلائی چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا کوئی نہیں اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆......جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور وقتی زینت ہے اور بڑائی پیدا کرنے والی ہے اور مال و اولاد کی زیادتی کی مثال اس بارش کی سی ہے جو کھاد کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر اور زور پر آتی ہے پھر وہ اسے زرد ہوتا دیکھتے ہیں اور پھر وہ روندے گھاس کی مانند ہو جاتی ہے اور آخرت میں (ان منکرین کے لئے) دردناک عذاب ہے۔ اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی متاع صرف فریب ہے۔ (حدید: 20)

☆......جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں زیادتی کر دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے وہ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔(شوریٰ:20)

☆......اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہو اور آخرت کے آگے دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر تھوڑا فائدہ ہے۔ (رعد:26)

☆......اور زمین کے جتنے جاندار ہیں سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔(6:11)

☆......اور کتنے ہی جاندار ہیں کہ وہ اپنا کھانا لادے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی۔(60:29)

☆......اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر موت دے گا اور پھر تم کو زندہ کرے گا۔(40:30)

☆......اور جو کوئی کوشش کرے گا وہ اپنی ذات کے لئے کوشش کرے گا۔ اللہ تو دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔(6:29)

☆......وہی ہے جس نے سورج کو تمہارے لئے روشنی بنایا۔ چاند کو نور اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔(5:10)

☆......وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے کہ تم خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ان سے رستہ پاسکو۔(97:6)

☆......اور ہم نے باردار کرنے والی ہوائیں بھیجیں اور بادلوں سے پانی برسایا اور اس سے تم کو سیراب کیا۔ تم نے تو اس کو جمع نہیں کر رکھا تھا۔(22:15)

☆......وہی ہے جس نے تمہارے لئے بادل سے پانی برسایا جس کو تم پیتے ہو اور جس سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں (مویشی) چراتے ہو۔ اس سے تمہارے لئے کھیتی' زیتون' کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے اس میں سوچنے والوں کے لئے بے شک بڑی نشانی ہے۔(11:16)

☆......اور اللہ روزی دیتا ہے جہاں سے کوئی گمان بھی نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ رکھے تو وہ اسی کے لئے کافی ہے۔(طلاق:3)

☆......اور ہم کسی پر اس کی گنجائش سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور ہمارے پاس سب کچھ لکھا ہوا ہے جو سچ بولتا ہے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔(مومنون:62)

☆......زکوٰۃ تو حق ہے مفلسوں کا' محتاجوں کا' زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا' جن دل رچانا مقصود ہو گردنوں کے چھڑانے اور (اسیروں کی رہائی کے لئے) تاوان بھرنے کا اور اللہ

کے راستہ میں اور ان مسافروں کا جو حالت سفر میں ہیں۔ یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (توبہ:60)

☆......اور تم کو جو مال اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت طلب کرو اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو۔ اور بھلائی کرو جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی اور ملک میں فساد نہ چاہو۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (القصص:77)

☆......سو اللہ کی دی ہوئی حلال اور پاک روزی کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (النحل:114)

☆......اور جب تمہارے رب نے سنادیا کہ اگر شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا۔ اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔ (ابراہیم:34)

☆......اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے ان میں سے کسی پر تم سوار ہوتے ہو اور کسی کا گوشت کھاتے ہو اور تمہارے واسطے ان میں بہت سے فائدے ہیں۔ اور یہ بھی کہ تم ان پر دل چاہتا ہو جا پہنچو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تم لدے پھرتے ہو اور تمہارے لئے چوپایوں میں بڑی عبرت ہے کہ ان میں پیٹ میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ تم کو پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ (16:69)

☆......اور وہی ہے جس نے تمہارے کان' آنکھیں اور دل پیدا کئے (لیکن) تم کم شکر کرتے ہو۔ (81:23)

☆......اس نے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کے پاس آرام و سکون لے سکو اور تمہارے درمیان الفت و مہربانی رکھ دی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں۔ (21:30)

☆......اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ جما دیئے اور ہر مناسب چیز اس میں اگائی اور ہم نے اس میں تمہارے لئے معاش کی چیزیں رکھ دیں اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے۔ (20:10)

☆......وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ہموار کر دیا ہے۔ اس کے اطراف میں گھومو اور اس کی روزی کھاؤ۔ (10:67)

☆......اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا ہے۔ کہ تم اس کے کھلے کھلے رستوں پر چلو۔ (19:71)

☆......اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر مسخر کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تم روزی تلاش کرو اور تم شکر گزاری کر سکو۔ (12:45)

☆......اور ہم نے لوہا اتارا اس میں بڑا رعب اور لوگوں کے لئے فائدہ ہے اور اس لئے کہ اللہ جان لے کہ بلا اس کے دیکھے کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ (25:57)

☆......اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ (12:34)

☆......اور سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے ہیں۔ (14:3)

☆......اور ان (دھاتوں) میں بھی جن کو زیور یا دوسرے سامانوں کے لئے آگ میں تپاتے ہیں ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ (17:13)

☆......اور وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو جس کو تم پہنتے ہو۔ (14:16)

☆......اور جتنے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں وہ سب کے سب تمہاری طرح قومیں ہیں۔ (38:6)

☆......اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہارے پردہ کی چیزوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بہتر ہے (26:7)

☆......اور اس نے تمہارے لئے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور زرہیں کہ تم کو لڑائی میں زد سے محفوظ رکھتی ہیں۔ (81:16)

☆......اللہ نے تمہارے لئے گھروں کو ٹھکانا بنایا اور چارپایوں کی کھال سے خیمے جن کو

تم اپنے سفر اور اقامت کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون کی روؤں اور بالوں سے بہت سے سامان اور کار آمد چیزیں جو ایک وقت تک فائدہ دیتی ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی بنائی ہوئی چیزوں میں سے سائے بنائے اور پہاڑوں سے چھپ بیٹھنے کی جگہیں۔(80,81:16)

☆...... والدین اور اقرباء کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے اور والدین اور اقرباء کے ترکے میں عورتوں کا حصہ ہے خواہ کم ہو یا زیادہ فرض کیا ہوا حصہ ہے۔(7:4)

☆...... مومنوں کی مدد کرنا ہمارے اوپر لازم ہے اور نہ ہمت ہارو اور نہ غمگین ہو اگر تم مومن ہو تو تمہیں سربلند ہو گے۔(130:3)

☆...... کتاب ہے جس کو ہم نے تیری طرف اتارا ہے کہ تو لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لائے۔(1:14)

☆......اور ہم نے تیریطرف قرآن نازل کیا تاکہ جو کچھ لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اس کو ان کے سامنے بیان کردے تاکہ وہ غور کریں۔(44:16)

☆......ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ اللہ جو کچھ تجھے سمجھائے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔(105:4)

☆......اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر شے کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت' رحمت اور بشارت ہے۔(89:16)

☆......لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی اور ہم نے جگمگاتا نور تمہارے اوپر اتار دیا۔(174:4)

☆......اور یہ کتاب جس کو ہم نے اتارا ہے مبارک ہے اس کی پیروی کرو۔(155:6)

☆......اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس کے سوا دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو۔(3:7)

آداب سیاست و حکومت

☆......اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔(یوسف:40)

☆......پس حکم اللہ کا ہی ہے جو سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے۔(مومن:12)

☆......بے شک تم میں سب سے زیادہ محترم و مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔(الحجرات:13)

☆......یقیناً اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں اس کو منتخب کر لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی عطا کر دی۔(بقرہ:247)

☆......اور ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت بخشی۔(ص:20)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکم کی اور اگر کسی معاملہ میں تنازعہ ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق کر دو۔(النساء:54)

☆......کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے حق کے بغیر قتل نہ کرو۔(بنی اسرائیل:33)

☆......اپنے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔(البقرہ:188)

☆......کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔(الحجرات:11)

☆......دین میں کوئی جبر نہیں۔(البقرہ:256)

☆......تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔(6:109)

☆......پس تم لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو اور اس قانون حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آ جائے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرو۔(المائدہ:48)

☆......اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے پس وہ لوگ کافر ہیں۔(المائدہ:440)

☆......اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک وہی عزت والا ہے جو زیادہ متقی ہے۔(الحجرات:13)

☆......بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔(النحل:90)

☆......اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ (النساء:58)

☆......لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے' انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔ (المائدہ:8)

☆...... کہہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔(زمر:9)

☆......اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(آل عمران:104)

☆......اور بری بات کے مشہور کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔(النساء:148)

☆......اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔(نور:27)

☆......زمیں میں چلو پھرو اور دیکھو کس طرح کائنات کو تخلیق کیا گیا۔ (العنکبوت:20)

☆......زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔(الجمعہ:10)

☆...... کسی انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی کچھ جو اس نے کمایا۔(النجم:39)

☆......ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پانے کا حق دار ہے(الطور:21)

☆...... اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھ کر صبر کرو اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ (آل عمران:200)

☆......اور تم ان کے لئے تیار کرو جو کچھ کر سکتے ہو قوت اور سرحدوں پر گھوڑے باندھنے سے تم اس کے ذریعہ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ گے اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے۔ (الانفال:60)

☆...... نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو۔ (المائدہ:205)

☆......وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ کہیں کہ جو ان کی ضرورت سے بچ جائے وہ سب خرچ کرو۔ (البقرہ:219)

☆......اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمدرد اور دوست نہ بناؤ۔ (آل عمران:128)

☆......اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ (الانفال:61)

اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو پھر اگر وہ رک جائیں تو سزا ظالموں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں۔ (بقرہ:193)

☆......اور تم دیکھو گے کہ لوگوں میں سے اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کرنے پر دوڑتے ہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں نہایت برے کام ہوتے ہیں بھلا ان کے علماء اور قائدین انہیں گناہ کی بات کرنے اور حرام کے کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے بلاشبہ وہ بھی اتنا ہی برا کرتے ہیں۔ (المائدہ:63.62)

☆......اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بے شک خوب سنتا اور جانتا ہے۔ کون شخص ہے جو کہ اللہ کو قرض دے' ایسا اچھا قرض کہ اللہ اس کو دوگنا بلکہ کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ:245:244)

☆......اللہ تم کو انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا

ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو اور اللہ کا عہد پورا کرو جب کبھی آپس میں عہد کرو اور جب کبھی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو اس لئے کہ تم اللہ کو ضامن بنا چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے اللہ اس کو جانتا ہے۔ (النحل:90:91)

☆......اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اگر مسلمان ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ (بقرہ:278)

☆......ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور تم جانتے بھی ہو۔ (بقرہ:188)

☆......اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلے کرو۔ (النساء:58)

☆......اور جب ان کے پاس کوئی امن کی یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو رسول اور اپنے حاکموں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔ (النساء:83)

☆......اے ایمان والو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں نادانی سے کسی قوم کو نقصان دو اور پھر کل کو اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔ (الحجرات:6)

☆......اے ایمان والو! جب تم کان میں بات کرو تو گناہ اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی بات مت کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی بات کرو اور ڈرتے رہو، اللہ سے جس کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے۔ (مجادلہ:90)

☆......اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طرح سے (بات کرو) جو بہتر ہو۔ سوائے ان کے جو ان میں سے بے انصاف ہوں اور یوں کہو کہ جو ہم پر اترا ہے اور جو تم پر اترا ہے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔ (العنکبوت:46)

☆...... مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے تو اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس حالت میں کہ تم ان سے (ان کے شر) بچاؤ کی صورت پیدا کرو اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(آل عمران:28)

☆...... منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں سو عزت تو ساری اللہ ہی کے واسطے ہے۔(النساء=139-138)

☆...... اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے (یاد رکھو) تمہارا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(الانعام=160)

☆...... وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو وہ نماز پڑھتے ہیں' زکوۃ دیتے ہیں' نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا حکم دیتے ہیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(الحج=41)

☆...... مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر جو نیک عورتیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور اللہ کی حفاظت میں پیٹھ پیچھے نگہبانی کرتے ہیں اور جن عورتوں کی سرکشی کا اندیشہ ہو تو ان کو سمجھاؤ (اور اگر وہ نہ مانیں تو) ان کو سونے سے الگ کر دو (پھر بھی نہ مانیں) تو ان پر سختی کرو (لیکن ضرب ایسی نہ ہو جس کا نشان رہے) اور اگر فرماں بردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت تلاش کرو۔ بے شک اللہ سب سے بلند و برتر ہے۔(النساء=34)

☆...... اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں چاہیں گے تو صلح کرا دیں تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا

خبردار ہے۔ (النساء=35)

☆......اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ایسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ اور مردوں کو عورتوں پر درجہ ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (البقرہ=228)

☆......اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کے لئے ان کاموں کا صلہ ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کے لئے ان کاموں کا صلہ ہے جو انہوں نے کئے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (النساء=32)

☆......جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم ایک اچھی پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ (النحل=97)

☆......اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا تل بھر حق نہیں رہے گا۔ (النساء=124)

☆......اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ (بقرہ=208)

☆......بے شک اللہ سے اس کے بندے ہی جو سمجھ وادراک رکھتے ہیں' ڈرتے ہیں۔ (فاطر=28)

☆......اے ایمان والو! پاکیزہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم نے تمہارے واسطے زمین سے پیدا کی ہیں ان میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور اس میں سے گندی چیز دینے کا ارادہ نہ کرو کہ تم کبھی اس کو نہ دو مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ (بقرہ=267)

کہہ دو کہ تم آؤ میں سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی (کے اندیشے) سے مار نہ

ڈالو کیونکہ تم کو اور ان کو ہم رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ (یعنی بری نظریانیت) ان کے پاس بھی نہ جانا اور اس جان کو جس کو (مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے نہ مار ڈالو مگر حق پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم کو عقل آئے اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طرح سے جو بہت اچھا ہو (یعنی جس سے اس کا فائدہ ہو) یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ تمہارا رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو (یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا عہد بحیثیت مسلمان پورا کرو) ان باتوں کا تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے سو اس پر چلو اور مت چلو اور راستوں پر کہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں۔ یہ تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔ (الانعام 151=153)

احادیث نبویہؐ اور حقوق العباد (حقوق انسانی)

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے جس طرح اپنی ذات اور اپنے خالق حقیقی کی مشیت سے دنیائے انسانیت کو محبت واخوت، امن و سلامتی، احسان و غفران اور دیگر آداب زندگانی سے روشناس کیا یہ اسی کا صدقہ ہے کہ آج عالم انسانیت کے اہل فکر و ہنر کو شرف آدمیت کے حوالہ سے اپنے حق کے لئے جادہ پیما ہونے کا حوصلہ ملا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی پر محیط اقوال و معارف کو احادیث کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ تعلیم نبوی کا سب سے بڑا موضوع شرف انسانیت تھا اور اس حوال سے کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ صلہ رحمی، ماں باپ کے ساتھ سلوک بچوں سے محبت، چھوٹوں کی محبت، بڑوں کی عزت، اپنے بھائی کو اپنے ہی مانند سمجھنا، ہمسایوں کے ساتھ سلوک، غلاموں کے ساتھ سلوک، غلاموں کا قصور معاف کرنا، اہل و عیال کی پرورش، یتیموں کی پرورش، بیوہ کی خبر گیری، حاجت مندوں کی امداد، اندھوں کی دست گیری، عام انسانوں کے ساتھ ہمدردی، قرض داروں پر احسان،

فریادیوں کی فریاد رسی‘ خلق کو نفع رسانی‘ مسلمانوں کی خیر خواہی‘ جانوروں پر شفقت اور رحم‘ محسنوں کی شکر گزاری‘ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق‘ بیماروں کی خدمت و عیادت‘ رشک وحسد کی ممانعت‘ دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت‘ شجاعت و بہادری، لڑائی کے میدان سے بھاگنے کی برائی‘ امیر وامام کی اطاعت‘ مداومت عملی‘ اپنے ہاتھ سے کام لینا‘ شیریں کلامی‘ خوش خلقی‘ فیاضی‘ بدزبانی سے اجتناب‘ مہمان نوازی‘ شرم و حیا‘ حلم و وقار‘ غصہ کو ضبط کرنا‘ عفو ودرگزر‘ صبر و تحمل‘ حسب ونسب پر فخر یا اترانے کی مذمت‘ بدگمانی کی برائی‘ کسی کے گھر میں بلااجازت داخل نہ ہونے اور کسی کے گھر میں ادھر ادھر تانک جھانک نہ کرنے کے احکامات‘ دوسرے بھائی کے پیٹھ پیچھے دعا کرنے کی برکات‘ رفق ونرمی‘ قناعت واستغنا‘ گداگری کی ممانعت‘ اپنے گناہوں کی پردہ پوشی‘ اپنے بھائیوں کے عیوب پر پردہ ڈالنا‘ چغلخوری کی ممانعت‘ تہمت لگانے کی برائی‘ غیبت کی ممانعت‘ بغض و کینہ کی ممانعت‘ دوسروں کی ٹوہ لگانے کی ممانعت‘ رازداری‘ تواضع‘ انکساری‘ امانت داری‘ گالی گلوچ کی ممانعت‘ منہ پر مدح و ستائش کی ممانعت‘ لعنت کرنے کی ممانعت‘ بخل کی ممانعت‘ فضول گوئی کی ممانعت‘ فضول خرچی کی ممانعت‘ کبروغرور کی مذمت‘ ہنسی مذاق کی برائی‘ نفس انسانی کی حرمت‘ ظلم کی مذمت‘ عدل وانصاف‘ تعصب کی مذمت‘ سخت گیری کی ممانعت‘ غم خواری وغم گساری‘ توکل‘ لالچ کی برائی‘ رضابالقضاء‘ ماتم کی ممانعت‘ قمار بازی کی ممانعت‘ سچائی کی ہدایت‘ جھوٹ کی ممانعت‘ جھوٹی گواہی کی ممانعت‘ جھگڑا فساد کرنے کی ممانعت‘ باہم مصالحت کی برکات‘ منافقت کی مذمت‘ وعدہ خلافی کی ممانعت‘ خیانت اور فریب کی ممانعت‘ شراب خوری‘ زناکاری اور چوری کی ممانعت‘ طہارت و صفائی‘ دوست و احباب کی ملاقات کے آداب‘ سلام و تحیت‘ مصافحہ و معانقہ اور دیگر آداب مجلس‘ آداب طعام‘ آداب لباس‘ آداب نشست و برخاست‘ آداب خانہ داری‘ سونے جاگنے کے آداب‘ عورتوں کے درجات اور ان سے متعلق اخلاق وسلوک کے ضروری آداب جیسے اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ انسان بڑا حیلہ طلب اور بہانہ جو فطرت کا حامل ہے وہ لفظوں کے ہیر پھیر

میں پناہ لیکر یا چند رسمی آداب پر قناعت کر کے مطالب حاصل کرنے کا فطری حیلہ جو ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے انسان کی فطری کمزوریوں کی گہرائی میں جا کر ان کا دیرپا حل پیش کیا ہے۔ ذیل میں آنحضرت ﷺ کی جامع تعلیمات کے ہی حوالہ سے آپ کے چند جامع فرمودات کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ سیرۃ النبی ﷺ کی ضیاء پاشی سے منور ہونے والی گلشن انسانیت کی روشن کرنوں کا نور دیکھا جا سکے۔

دائرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد:۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کوئی ایک دوسرے سے کٹے ہوئے یا علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط اور پیوست ہیں۔ ایک کی ادائیگی سے دوسرے کی بھی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا عمل چونکہ اللہ کی طرف سے۔ ہے لہٰذا اس کی ادائیگی سے اللہ کے حکم کی ادائیگی ہو گی اور اس طرح حقوق اللہ کے زمرے میں آئے گی اور یہ عبادت شمار ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"راستے۔ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی نیکی ہے۔"

راستہ میں پڑا ہوا پتھر چونکہ مخلوق خدا کو تکلیف دیتا ہے اس لئے اس کے ہٹانے کو بھی حقوق اللہ کی ادائیگی میں متصور کر کے نیکی مانا جائے گا۔

حقوق اللہ میں مندرجہ ذیل اہم پہلوؤں پر ایمان لانا ضروری ہے

1۔ توحید باری تعالیٰ　　2۔ قیام صلوٰۃ یا عبادت

3۔ ادائیگی زکوٰۃ　　4۔ اہتمام صیام

5۔ ادائیگی مناسک حج　　6۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا جہاد

اللہ تعالیٰ نے اپنی ترتیب میں حقوق العباد کو اپنے حقوق کی نسبت زیادہ اہمیت دی ہے۔ عام لوگوں میں غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ حقوق اللہ کو حقوق العباد پر برتری حاصل ہے اس لئے وہ نماز، روزہ کا کچھ اہتمام کر لیتے ہیں لیکن حقوق العباد کی نگہداشت نہیں کرتے جس کے

نتیجہ میں عدل واحسان کا فقدان ہو جاتا ہے اور معاشرہ نفاق 'انتشار' عدم اطمینان اور تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ حقوق اللہ میں کوتاہی تو شاید اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی کے طفیل عفوو درگزر کی وجہ سے معاف ہو جائے لیکن حقوق العباد یعنی حقوق انسانی کے سلسلے میں کئے جانے والے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی کی کوئی امید نہیں ہے کیونکہ بندے کا گناہ تو بندہ ہی معاف کر سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی حوالہ سے فرمایا کہ کیا جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جس کے پاس درہم، دینار نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں! مفلس وہ ہے جو آخرت میں اس حال میں جائے گا کہ اس کے پاس نماز بھی ہو گی' روزہ بھی ہو گا' زکوٰۃ بھی ادا کی ہو گی اور حج بھی کر لیا ہو گا مگر وہ گناہ جو لوگوں کو گالیاں دے کر' غیبت کر کے یا کسی فرد کا حق مار کر مفاد اٹھایا ہو گا وہ اسے کیسے جنت میں جانے دے گا۔ جن کا حق مارا ہو گا وہ اس کی نیکیاں لے کر جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں کی ہوں گی تو اس پر لوگوں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے اور وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اسی وجہ سے محسن انسانیت خیر الانام حضرت محمد ﷺ فرماتے تھے کہ بڑھ چڑھ کر نیکیاں کیا کرو اور کبھی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو چاہے ایک کھجور کا صدقہ ہی کیوں نہ ہو۔

حقوق العباد پر اللہ تعالیٰ کا زور اس لئے بھی ہے کہ حقوق العباد کی روگردانی سے خود بنی نوع انسان کو نقصان ہوتا ہے۔ عدل و توازن برقرار نہیں رہتا۔ ظلم پھیلتا ہے اور عفوواحسان سکڑتا ہے۔ اخوف و مساوات ختم ہوتی ہے اور ظاہر ہے ایسا ماحول جہنم سے کم نہیں ہے اس لئے انسان کی جبلت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے جن کا کام تزکیہ نفس اور حکمت کی تعلیم تھا تاکہ خلافت ارضی پر مامور حضرت انسان کو فرائض خلافت کی ذمہ داریوں کے حوالہ سے تیار کر سکیں۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق اور نجات اخروی میں ان کی اہمیت کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جنت میں لے جانے والے اعمال یہ ہیں:

کہ اللہ کی عبادت ایسے خلوص سے کرو کہ اللہ کے سوا نہ صرف یہ کہ کسی غیر کی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ کی جو عبادت کرو' اس میں شرکت غیر کا شائبہ تک نہ ہو' خالصتاً اللہ کی عبادت ہو اور اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے میل جول اور حسن سلوک کرو۔

ایک اور ارشاد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار میں اٹا ہوا آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ربی کہتا ہے دعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا پینا، لباس اور نشو ونما سب حرام کی کمائی سے ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہو گی۔ حضرت وابصہ ابن معبدؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم پوچھنے آئے ہو کہ نیکی کیا ہے؟ اور گناہ کیا؟ میں نے عرض کیا، "ہاں! حضور ﷺ نے انگلیوں کو اٹھا کر اور میرے سینہ پر مار کر فرمایا۔

"اپنے آپ سے دریافت کر' اپنے دل سے دریافت کرو۔"

پھر فرمایا۔ "نیکی وہ ہے جس سے انسان خود مطمئن ہو جائے اور اس کے دل کو اطمینان ہو جائے۔ اور گناہ وہ ہے جس سے انسان کا ضمیر خلش محسوس کرے اور جس سے اس کے سینہ میں شک پیدا ہو جائے۔

جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کے حقوق پر دست درازی کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی حفاظت کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اگر وہ کسی کی جان لیتا ہے تو اس کی جان لے لی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی کی تہمت لگا کر بے عزتی کرتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے غیر معتبر ٹھہر جاتا ہے اسی طرح کوئی محفوظ مال چراتا ہے تو گویا وہ اپنے بھائی کا حق مار کر جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے غرضیکہ یہ سارے جرائم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے خلاف ہوتے ہیں تو اس سے بندوں کا خالق متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس نے معاشرے میں ایسے لوگوں کی سرکوبی کے لئے حدود کا تعین کر دیا ہے جو کہ قرآن وحدیث میں بیان کر دی گئی ہیں۔

حقوق نفس

نفس سے مراد انسانی جان ہے جو کہ شخصیت انسانی کی تمام ظاہری و باطنی کیفیات پر محیط ہے۔ لہٰذا نفس کے حقوق وہی ہوں گے جو انسان کے جسم اور اس کی روح کے حقوق ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے فرمایا۔

"بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔"

قرآن مجید میں وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ اس کی طاقت کے مطابق اس کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی ہے جو اس نے کیا۔ (البقرہ=2)

اور قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے کہ

"اپنی جانوں اور اپنے اہل خانہ کی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ شعراء کی آیت 214 نازل فرمائی کہ "اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ" تو آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو (جہنم سے) بچالو۔ میں تم کو عذاب الٰہی سے ذرا بھی بچا نہ سکوں گا۔ پھر آپ نے نام لے لے کر بنی عبد مناف، حضرت عباسؓ بن عبد المطلب اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ سے کہا۔

"میں آپ کو اللہ کی گرفت سے ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔" پھر آپؐ نے اپنی بیٹی سے کہا۔ "اے فاطمہؓ میری بیٹی! تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو لے لو مگر میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اکرم ﷺ سے مکہ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا۔ "نادان ہجرت بہت مشکل کام ہے تم اگر سمندروں کے اس پار رہتے ہوئے بھی نیک عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کو

ضائع نہیں کرے گا اور اس کا اجر تم کو مل کر رہے گا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا۔
"کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں اور کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟" اس نے عرض کیا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تو پھر زکوٰۃ ادا کرتے رہو"

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی بستر پر جانے لگے تو اسے چاہئے کہ پہلے بستر کو جھاڑ لے اسے نہیں معلوم کہ اس کے پیچھے اس پر کیا چیز آئی پھر کہے اے میرے مالک! میں تیرے ہی نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھ رہا ہوں اور تیرا ہی نام لے کر اسے بستر سے اٹھاؤں گا۔ اگر اس دوران تو میری روح قبض کرے تو اس پر رحم فرمائیو اور اگر تو اسے آزاد رکھے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
"سفر ایک طرح کا عذاب ہے جس کی وجہ سے انسان کھانے پینے اور سونے سے محروم رہتا ہے اس لئے مسافر چاہئے کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوتے ہی اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچنے میں جلدی کرے۔" (بخاری 19:26)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔
"سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑو۔" (بخاری 49:79)

☆...... حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انصار میں سے چند لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے کچھ طلب کیا آپؐ نے انہیں دے دیا انہوں نے پھر مانگا آپؐ نے پھر عطا فرمایا حتیٰ کہ جو کچھ آپؐ کے پاس موجود تھا سب ختم ہو گیا پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں اس کے دینے میں دریغ نہیں کرتا اور تم سے بچا کر نہیں رکھتا لیکن جو شخص سوال کرنے سے باز رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبر آسان کر دیتا ہے اور کسی کو کوئی عطائے الٰہی صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت والی نہیں ملی۔" (بخاری 8:24)

☆...... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حیا صرف بھلائی لاتی ہے۔" (بخاری 77:78)

☆...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کے پاس جانے سے خود کو بچاؤ ایک انصاری نے دریافت کیا یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔ (بخاری 111:67)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے تو اللہ اسے بڑھاتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔ (بخاری 23:97)

☆...... حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کرتے وقت ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ خرچ اس کا صدقہ بن جاتا ہے۔ (بخاری 1:291)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسانوں کے جسم میں جتنے جوڑ ہیں ان میں سے ہر ایک پر صدقہ واجب ہے ہر روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو دو آدمیوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دینا بھی صدقہ ہے اور کسی کی مدد کرنا اس طرح کہ اسے اپنی سواری پر بٹھا کر اس کا سامان لاد کر منزل تک پہنچادے یہ بھی صدقہ ہے اور کلمہ خیر یا اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے مسجد کو جاتے ہوئے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستہ میں ایذا رساں چیز ہٹانا صدقہ ہے۔ (بخاری 128:56)

☆...... حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "انسان کا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا کمر پر اٹھا کر لانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے جو اسے کچھ دے یا انکار کر دے۔ (بخاری 52:24)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم کچھ خرید و یا بیچو تو کہہ دیا کرو لاخلابہ (یعنی بلا کسی دھوکہ کے عیب ذکر کر دیا کرو)"

(بخاری 48:34)

☆...... حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''سود کا کھانا تباہ و برباد کر دینے والا کام ہے اس سے بچو۔ (بخاری 23:55)

☆...... حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو کسی سے حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بن کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلقات یا بول چال ترک کرے۔ (بخاری 57:78)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بھائی نہ تو اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو ظلم یا تکلیف میں مبتلا دیکھ سکتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کا کفیل ہو جاتا ہے اور جو شخص کسی ایک مسلمان کی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (بخاری 3:46)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

''بدگمانی سے بچو' کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور نہ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنو' نہ ٹوہ لگاؤ نہ دوسرے کے سودے پر محض دھوکہ دینے کے لئے بڑھ کر قیمت لگاؤ' نہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو' نہ باہم بغض رکھو اور نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔' (بخاری 80:78)

☆...... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس بندے کو اللہ نے رعیت کا حاکم و محافظ بنایا اس نے بھلائی اور خیر خواہی کے تقاضوں کے مطابق رعیت کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔'' (بخاری 8:93)

☆...... حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حکومت اور امارت اگر تم کو مانگنے اور طلب کرنے پر ملی تو ساری ذمہ داری تمہارے سر ہو گی اور اگر بے مانگے تم کو ملے گی تو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔ (بخاری 1:83)

☆...... حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جب کوئی حاکم مقدور بھر کوشش کر کے کسی معاملہ کا فیصلہ کرتا ہے اور درست فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں لیکن اگر پوری کوشش کے باوجود اس کا فیصلہ غلط ہو جاتا ہے تو اس کو پھر بھی ایک اجر ضرور ملتا ہے۔" (بخاری 21:96)

☆...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی فیصلہ کرنے والا دو شخصوں کے درمیان کسی جھگڑے کا ہرگز فیصلہ نہ کرے جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔ (بخاری 13:93)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص کسی مسلمان کو اس کے مال سے محروم کرنے کی خاطر حاکم کے حکم پر یا دیدہ دلیری سے جھوٹی قسم کھائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہو گا۔ (بخاری 3:65)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان ان کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ کعبہ تک پیدل جائے گا آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس سزا سے بے نیاز ہے جو یہ شخص خود کو دے رہا ہے۔" آپؐ نے اسے حکم دیا کہ "سوار ہو جاؤ" (بخاری 27:28)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے منہ سر پیٹا گریباں چاک کیا اور زمانہ جاہلیت کے فقرے بولے اور نعرے

لگائے وہ ہم میں سے نہیں۔ (بخاری 39:23)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم سے چھٹکارا دے گا۔ (بخاری 1.49)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کتنا اچھا ہے کسی شخص کے لئے جو اسے یہ موقع میسر آئے کہ وہ اپنے رب جلیل کی عبادت بھی بحسن و خوبی کرے اور اپنے دنیاوی آقا کی بھی خیر خواہی اور خدمت بجا لائے۔ (بخاری 16:49)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "اپنی وضع قطع مشرکوں سے مختلف رکھو' داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔" (بخاری 63:77)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "ناخن تراشنا' مونچھیں کتروانا' ختنہ کرنا اور غیر ضروری بال صاف کرنا فطری باتیں ہیں۔" (بخاری 63:77)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر اپنے لئے پیغام نکاح دے جب تک کہ پہلا شخص اس جگہ نکاح کا ارادہ ترک نہ کر دے یا اس کو اپنے پیغام پر پیغام دینے کی اجازت نہ دے دے۔ (بخاری 45:67)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عورت سے نکاح چار اوصاف کی بناء پر کیا جاتا ہے۔ 1۔ مال و دولت دیکھ کر۔ 2۔ اچھے حسب و نسب کی خاطر۔ 3۔ حسن و جمال کی وجہ سے۔ 4۔ دینداری کی بناء پر۔ تم کسی دیندار عورت کے حصول میں کامیابی حاصل کرو۔ (بخاری 10:67)

☆...... حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اولاد اسی کی ہوگی جس کی بیوی یا لونڈی کے بستر پر پیدا ہوئی اگرچہ اس کی مشابہت کسی اور سے ملتی ہو اور زانی کے حصہ میں محرومی اور بے نصیبی ہے۔ (بخاری100:34)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ' اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو تو اسے توڑ ڈالو گے۔" (بخاری80:67)

حرمت نفس انسانی

حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی آئے، قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کی متلاشی تھی، اچانک قیدیوں میں اسے ایک بچہ مل گیا، اس نے فوراً اسے اپنے پیٹ سے چمٹا لیا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ رسول خدا ﷺ نے یہ دیکھا تو پوچھا: "کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: "نہیں! خدا کی قسم! جہاں تک اس کا بس چلے گا وہ اسے آگ میں نہیں پھینکے گی۔" حضور ﷺ سن کر فرمانے لگے: "جتنی عورت اپنے بچے پر مہربان ہے خدا اس سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

ایسا شفیق خالق کائنات کبھی انسانی جان پر ظلم و ستم، بے انصافی اور بے جا قتل ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ اور نبی ختم الرتبت سید المرسلین حضرت ﷺ جنہیں خدا نے دونوں جہانوں کے لئے رحمت اور رؤف و رحیم کہا ہے، بھلا انسانی جان کو اپنے دائرۂ رحمت سے کیسے نکال سکتے ہیں۔

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنی ذات پر کرتے

ہو۔"(بخاری=2:49)

☆...... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(بخاری=5:2)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور اسے چاہئے کہ مہمان کا احترام کرے اور اسے چاہئے کہ اگر بولے تو بھلائی کی بات کرے، ورنہ خاموش رہے۔"(بخاری=31:78)

☆...... حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے کا احترام کرے اور اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن رات خاطر مدارات کرے اور تین دن رات اسے اپنے ساتھ کھانے میں شامل کرے اور جو اس سے بھی بڑھ جائے وہ پھر اس کے لئے صدقہ ہے اور اسے چاہئے کہ اگر بولے تو بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (مسلم: کتاب الایمان، باب 19)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ تم غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو خواہ شناسا ہو یا اجنبی سلام کرو۔"(بخاری=6:2)

☆...... حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ سے فرمایا: "نرمی کا برتاؤ کرنا، سختی نہ کرنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا جو ان کے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث ہوں، نفرت پیدا کرنے والی باتوں سے بچنا اور خوش دلی سے آپس کا اتفاق قائم رکھنا۔"(بخاری=60:64)

☆...... "آسانی پیدا کرو اور سختی میں مبتلا نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری دو اور ایسی باتیں نہ کرو جن سے نفرت پیدا ہو۔"(بخاری=11:3)

☆...... ''اگر تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑائی کرے تو اسے چاہئے کہ منہ پر مارنے سے اجتناب کرے۔'' (بخاری=20:49)

☆...... ''بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور نہ چھپ کر دوسروں کی بات سنو، نہ ٹوہ لگاؤ نہ دوسرے کے سودے پر محض دھوکہ دینے کے لئے بڑھا کر قیمت لگاؤ، نہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ باہم بغض رکھو، نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (بخاری=85:78)

☆...... مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بھائی نہ تو اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو ظلم یا تکلیف میں مبتلا دیکھ سکتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کا کفیل ہو جاتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (بخاری=3:46)

☆...... ''تم سے پہلی جو امتیں گزری ہیں، ان میں سے ایک شخص زخمی ہو گیا اور زخموں کی تکلیف سے اس قدر بے چین ہوا کہ اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، جس کے نتیجہ میں زیادہ خون بہہ جانے سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میرا بندہ خود کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا، اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔'' (بخاری 50:60)

☆...... ''جس شخص نے خود کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی، وہ جہنم میں جائے گا اور وہاں بھی مسلسل اسی طرح پہاڑ سے گرائے جانے کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خود کو ہلاک کیا، وہ بھی جہنم میں زہر ہاتھ میں لئے خود کو اسی زہر سے ہلاک کرتا رہے گا اور ہمیشہ اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا اور جس شخص نے خود کو لوہے کے کسی ہتھیار سے ہلاک کیا، وہ جہنم میں یہی ہتھیار ہاتھ میں لئے مسلسل اسے اپنے پیٹ میں مار کر خود کو ہلاک

کرتا رہے گا اور ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔" (بخاری=56:76)

☆......"جب دو مسلمان آپس میں تلوار سے لڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں۔ مقتول اس لئے جہنم میں جائے کہ وہ خود بھی تو اپنے مقابل کو قتل کرنے کا خواہش مند تھا۔" (بخاری=22:2)

☆......"تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں اسی طرح حرام و محترم ہیں، جیسے حج کے مہینہ میں مکہ مکرمہ میں عرفہ کا دن ہے اور یاد رکھو عنقریب تم کو اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے، سو وہ تم سے تمہارے عملوں کے بارے میں باز پرس کرے گا تو خیال رہے کہ تم میرے بعد دوبارہ ایسے گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں لڑنے لگو اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو اور ہاں! ہر حاضر موجود پر لازم ہے کہ وہ یہ احکام ان لوگوں تک پہنچائے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔" (بخاری=77:64)

☆......"جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔" (بخاری16:65)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "سات تباہ و برباد کر دینے والے کاموں سے بچو، وہ یہ ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا
2۔ جادو کرنا
3۔ اس جان کو ہلاک کرنا جس کا ہلاک کرنا اللہ نے حرام کیا ہے
4۔ سود کھانا
5۔ یتیم کا مال ہڑپ کرنا
6۔ جنگ کے دن منہ موڑ کر بھاگ جانا
7۔ پاک دامن بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگانا۔ (بخاری=23:55)

☆......"مومن پر لعنت بھیجنے کا گناہ مومن کو قتل کرنے کے برابر ہے۔" "مومن پر کفر کی تہمت لگانے یعنی کافر کہنے کا گناہ بھی مومن کو قتل کرنے کے برابر ہے۔" (بخاری=44:78)

☆...... "اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔" (بخاری=15:78)

☆...... "کسی شخص کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا ہے۔" (بخاری100:78)

☆...... "بدترین انسان ہو ہے جس کی بدکلامی سے بچنے کے لئے لوگ اس سے ترک تعلقات کرلیں۔" (بخاری=48:78)

☆...... "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری)

☆...... "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" (مستدرک=159:4)

☆...... "تم لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلمان بن جاؤ گے۔ (ترمذی شریف)

☆...... "تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جب تک وہ اور لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اور جب تک وہ آدمی کو صرف خدا کے لئے پیار نہ کرے۔ (مسند احمد=272:3)

حق کفالت انسانی

انسانی ضروریات کی کفالت کے حوالے سے محسن انسانیت نے بہت کچھ فرمایا۔ چند ایک فرمودات کا ذیل میں کیا کیا جاتا ہے۔

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "خرچ کرو تاکہ میں بھی تم پر خرچ کروں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور دن رات بے تحاشا خرچ کرنا بھی اس میں کچھ کمی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پست کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے۔" (بخاری=2:65)

☆...... "جب کوئی شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا

ہے اور اللہ تعالیٰ تک پاک چیز ہی پہنچتی ہے تو اللہ اسے بڑھاتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔" (بخاری=23:97)

☆......"مسلمان جب اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کرتے وقت ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ خرچ اسکا صدقہ بن جاتا ہے۔" (بخاری=1:96)

☆......"صدقہ دو اور اس لئے کہ ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے جب ایک شخص صدقہ دینے کے لئے نکلے گا اور اسے لینے والا کوئی نہ ہو گا۔" (بخاری=9:24)

☆......"انسان کا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا کمر پر اٹھا کر لانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے جو اسے کچھ دے یا انکار کر دے۔" (بخاری=10:34)

☆......"جو شخص لوگوں سے ہمیشہ مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہو گی۔" (بخاری 52:24)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ یہ اسے دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا ضرورت مند اور محتاج ہو۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جب تم کو کوئی مال بغیر لالچ کئے اور بلا مانگے ملے تو اسے لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ آئے اس کے پیچھے مت پڑا کرو۔" (بخاری=51:24)

☆......"غلے اور اناج کو قبضہ میں لینے سے پہلے آگے فروخت نہ کیا جائے۔" (بخاری=55:34)

☆......"عمدہ کھجوروں کے بدلے میں گھٹیا کھجوریں زیادہ مقدار میں دینے کی بجائے پہلے گھٹیا کھجوریں بیچو، اس سے جو رقم حاصل ہو، اس سے اعلیٰ قسم کی کھجوریں خرید لیا کرو۔" (بخاری=89:34)

☆......رسول کریم ﷺ نے سونے کو چاندی کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔ (بخاری=80:34)

☆...... حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول خدا ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے، جنہوں نے بالوں کے کمبل اوڑھے ہوئے تھے، وہ امداد کے مستحق معلوم ہوتے تھے، ان کی غربت دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہوکر مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''لوگو! بچے ہوئے مال سے غریبوں کی امداد کرو، زیادہ نہ ہو تو ایک صاع غلہ ہی سہی یا آدھا صاع، ورنہ ایک مٹھی یا آدھی مٹھی۔ تم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو آتش دوزخ سے بچائے، خواہ ایک کھجور یا آدھی کھجور ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ اگر اتنا بھی نہ مل سکے تو اچھی بات کے ساتھ سہی کیونکہ تمہیں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، وہ تم سے یہی کہے گا جو میں سے کہتا ہوں کہ کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دیئے تھے۔ بندہ عرض کرے گا ہاں! خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہاں ہے وہ جو تو نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے۔ اس وقت بندہ آگے پیچھے دائیں اور بائیں دیکھے گا مگر دوزخ کی گرمی سے بچنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے گا۔ پس کم از کم نصف خرما دے کر دوزخ سے بچنے کا سامان کرو۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو ملائم طریقے سے جواب دے دیا کرو کیونکہ مجھے یہ خوف بالکل نہ ہے کہ تم فاقہ کشی کا سامنا کرو گے کیونکہ خدا تمہارا ناصر ہے اور وہی دینے والا ہے حتیٰ کہ تنہا عورت مدینہ اور حیرہ کے درمیان سفر کرے گی اور اس کی سواری پر چور چکار کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ (زادالمعاد)۔ (بخاری شریف)

☆...... تم لوگوں نے خشک سالی کی شکایت کی ہے اور یہ کہ اس سال وقت پر بارش نہیں ہوئی، ایسے موقعوں پر خداوند تعالیٰ نے تم کو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پھر فرمایا سب تعریف خدا کی ہے جو مخلوق کا پالنے والا رحمٰن و رحیم ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی تو ہی خداوند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں۔ ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما اور اسے ایک مقررہ وقت تک ہمارے لئے قوت اور روزی کا وسیلہ قرار دے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، اتنے میں بادل آیا گرجا، چمکا اور خدا کے حکم

سے برسا گیا۔(ابوداؤد)

☆...... "ہر بچہ اپنا رزق اور اپنی قسمت ساتھ لے کر آتا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں کھلاتا بلکہ وہ خدا ہی ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور وہی ہر جاندار کی روزی کا پرسان ہے۔"(سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی 208:6)

☆......ایک موقع پر ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جب خود کھائے اسے کھلائے' جب خود پہنے تو اسے پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے اور نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لئے اس کو علیحدہ کرے۔(ابن ماجہ کتاب النکاح)

☆...... "جو صلۂ رحمی یعنی حق قرابت ادا نہیں کرتا، وہ کبھی جنت میں داخل نہ کیا جائے گا۔(بخاری کتاب الادب باب صلہ الرحم)

☆...... "جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہئے کہ صلۂ رحمی کرے۔"(بخاری ایضاً)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرو نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی ان کے پڑوس میں ایک یہودی بھی رہتا تھا، چنانچہ آپ نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ کیا تم نے میرے یہودی ہمسایہ کو بھی بھیجا؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھا وہ اس پڑوسی کو ترکہ میں حصہ دار نہ بنا دیں۔(ابوداؤد کتاب الادب باب حق الجار)

☆......ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی عدالت میں ایک یتیم نے ایک شخص پر نخلستان کے متعلق دعویٰ پیش کیا مگر وہ دعویٰ ثابت نہ کر سکا اور آپ ﷺ نے وہ نخلستان مدعا علیہ کو دلا دیا۔ وہ یتیم اس پر رو پڑا۔ آپ کو بڑا رحم آیا اور مدعا علیہ سے فرمایا: کہ تم یہ نخلستان اس کو دے دو، خدا تم کو اس کے بدلہ جنت دے گا۔ وہ اس ایثار پر راضی نہ ہوا۔ ابوالدحداح نامی صحابی حاضر تھے، انہوں نے اس شخص سے کہا کیا تم اپنا یہ نخلستان میرے فلاں باغ سے

بدلتے ہو۔ اس نے آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً بدل لیا اور وہ نخلستان اپنی طرف سے اس یتیم کو ہبہ کر دیا۔"

☆...... فرمایا۔ "جو شخص بیوہ اور بے سہارا عورتوں، مسکینوں اور یتیموں کی خدمت و بہبود کے لئے کوشش کرتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی مانند ہے جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں یا ان لوگوں کی مانند ہے جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں۔ (بخاری 2:69)

☆...... "اپنی زمین پر خود کاشت کرو یا دوسرے کو کاشت کے لئے دیدو یا پڑی رہنے دو اپنی زمین کو کرایہ پر یا چوتھائی حصہ بٹائی پر یا کھجور اور جو کے چند وسق کے بدلے میں نہ دو۔" (بخاری=18:41)

☆...... "بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسا خدا کی راہ میں دوڑنے والا۔" (بخاری شریف)

☆...... "جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو خدا اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اور جو کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

☆...... "کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے غم کو ہلکا کرے گا تو خدا اس کے غم کو ہلکا کرے گا اور فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں، اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے۔" (ابوداؤد)

☆...... "جس شخص کو یہ پسند ہو کہ خدا قیامت کی تکلیف سے اس کو نجات دے تو وہ تنگدست قرض دار کو مہلت دے یا اس کو قرض معاف کر دے۔ (صحیح مسلم کتاب البیوع)

☆...... "جو شخص محتاج ہو کر اپنی ضرورت کو انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے، اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی لیکن جو شخص اس کو خدا کے سامنے پیش کرتا ہے تو ممکن ہے خدا اس کو بے نیاز کر دے، خواہ مرگ ناگہانی کے ذریعہ خواہ فوری مال کے ذریعہ سے۔" (ابوداؤد)

☆...... آنحضرت ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے اور سود پر گواہ ہونے والے اور سود کی دستاویز لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔" (ابوداؤد)

☆......رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو اونٹ ہانک کر لے جاتے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا یہ قربانی کا اونٹ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔" (بخاری 103:25)

☆......رسول کریم ﷺ نے قربانی کے گوشت کے بارے میں فرمایا: "کھاؤ، مستحق لوگوں کو کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرلو (گزشتہ سال) لوگ تکلیف میں تھے اس لئے میں نے چاہا تھا کہ تم ان کی مدد کرو اور گوشت تقسیم کرو۔" (بخاری=16:73)

☆...... "جب تم میں سے کوئی کسی ایسے شخص کو دیکھے جسے مال زر تم پر برتری ہو تو اسے چاہئے کہ ایسے لوگوں پر بھی نظر ڈالے جو اس سے کم تر ہوں۔" (بخاری=30:81)

☆......"سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ تم غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاؤ اور ہر شخص خواہ شناسا نہ ہو اسے سلام کرو۔" (بخاری 6:2)

تعلیم وتربیت انسانی

معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ نے انسان کی تعلیم وتربیت کے حق پر بڑا زور دیا ہے کیونکہ علم خدا کا نور ہے جس کی روشنی میں انسان خداشناسی کا ادراک کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے چند فرمودات اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں:

☆...... "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔" (ابن البر، کتاب العلم)

☆...... "علم کا حاصل کرنا ہر مرد وزن پر فرض ہے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

☆......"عالم کی روشنائی شہید کے خون جتنی مقدس ہے۔" (احیاء العلوم 12:1)

☆...... "جو شخص علم کی تلاش کے لئے نکلتا ہے وہ خدا کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔" (ترمذی شریف: کتاب العلم)

☆...... "حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے وہ جہاں اسے پائے اس کا زیادہ حق دار ہے۔" (ترمذی کتاب العلم)

☆...... "علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔" (مسند دارمی)

☆...... "بے شک ان چیزوں میں سے جو مومن کو موت کے بعد پہنچتی ہے یعنی اس کے عمل اور نیکیاں، ان میں سے ایک عمل ہے، جسے اس نے حاصل کیا اور پھیلایا۔" (مشکوٰۃ: کتاب العلم)

☆...... "میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور پھر اس کو پھیلایا۔" (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆...... "جس نے علم کی کوئی بات پوچھی، جس کا اسے علم ہے پھر اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔" (مشکوٰۃ: کتاب العلم)

☆...... "تعلیم دو اور سختی نہ کرو کیونکہ علم سختی سے بہتر چیز ہے۔" (جمع الجوامع للسیوطی)

☆...... "آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔" (بخاری: کتاب العلم)

☆...... "آنخضرت ﷺ جب کلام فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تاکہ لوگ اسے خوب سمجھ لیں۔" (بخاری: کتاب العلم)

☆...... "کائنات میں گھڑی بھر کا تفکر و تدبر ساٹھ سالہ عبادت سے بہتر ہے۔" (ابن حبان: کتاب العظمہ)

☆...... "جس کو قرآن سیکھنا ہو فلاں صحابی کے پاس جائے اور جس کو ترکہ کی تقسیم کا حساب سیکھنا ہو تو فلاح صحابی کے پاس جائے۔" (طبقات ابن سعد: عہد نبوی کا نظام تعلیم)

☆...... "اچھے انداز میں خوبصورت سوال آدھا علم ہے۔" (مشکوٰۃ: کتاب الادب)

☆...... "میٹھا بول صدقہ ہے۔" (بخاری: کتاب الادب)

☆...... "جو شخص کسی نیکی پر کسی کو آمادہ کرے تو اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا نیک کام کرنے والے کو۔" (مسند بزار للطبرانی)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ کچھ لوگ نوافل اور خدا کی عبادت میں مشغول ہیں اور کچھ لوگ فقہ کی تعلیم و تعلم میں منہمک۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں لوگ ہی اچھا کام کر رہے ہیں البتہ ایک کام زیادہ اچھا ہے۔ جو لوگ خدا سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ ان کے متعلق خدا کی مرضی ہے کہ چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے، البتہ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں اور جہالت کو دور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خود میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اس حلقے میں اپنے لئے جگہ بنائی جہاں درس ہو رہا تھا۔ (ابن عبدالبر کتاب العلم 97)

☆...... "جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے: پھر اس کو آزاد کر کے باضابطہ نکاح کر لے تو اسے دگنا ثواب ملے گا۔" (ابن عبدالبر: کتاب العلم 26)

☆...... "یقیناً علماء انبیاء کے وارث ہیں۔" (بخاری 10:3)

☆...... "زمین پر عالم کی مثال ایسی ہے جیسی ستاروں کی آسمان پر ہے جو بحر و بر کی تاریکیوں کو روشن کرتے ہیں۔ اگر ستارے ماند پڑ جائیں تو راہنما بھی بھٹکتے پھریں۔" (مسند احمد)

☆...... "جو شخص صبح سویرے علم حاصل کرنے یا علم کی تعلیم دینے کے لئے گھر سے نکلے تو اسے ایک مکمل حج کا ثواب ملتا ہے۔" (طبرانی کبیر عن ابی امامہ)

☆...... "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے تم میں ایک ادنیٰ آدمی پر میری فضیلت ہو جو شخص لوگوں کو اچھی تعلیم دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی

ساری مخلوق' یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں اور مچھلیاں سمندر میں دعائے خیر و برکت و رحمت کرتی ہیں۔" (کتاب العلم ابن عبد البر)

☆......"فرشتے علم کے طلب کرنے والے کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں تاکہ ان کو راضی رکھا جائے۔" (مشکوۃ شریف)

اصول جنگ و حرمت انسانی

آنحضرت ﷺ نے جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ میں بدل دیا اور اس کے لئے حرب و ضرب اور قتال کے نئے اصول متعین کئے، جن میں کم سے کم انسانی جانوں کے اتلاف اور امن پسند انسانوں کی بقاء کو ممکن بنایا گیا۔ آپ ﷺ کا ایک خطبہ جو آپ ﷺ نے جہاد پر بھیجتے وقت دیا، آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں کفار سے لڑنا، بد عہدی اور خیانت نہ کرنا، مردوں کے ناک کان نہ کاٹنا، بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب کافر دشمنوں سے مقابلہ ہو، ان کے سامنے (یکے بعد دیگرے) تین باتیں پیش کرنا جن میں سے کسی ایک کو بھی مان لیں تو ان سے ہاتھ روک لینا۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا، اگر منظور کر لیں تو ان سے ہاتھ روک لینا۔ پھر ان سے کہہ دینا کہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجرین کے پاس آکر سکونت اختیار کر لیں اور ان کو بتا دینا کہ ایسا کرنے پر ان کے ساتھ مہاجرین جیسا سلوک کیا جائے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان کو بتلا دینا کہ وہ دوسرے دیہاتی مسلمانوں کی طرح سمجھے جائیں گے اور مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے لیکن مال غنیمت میں سے اس وقت تک حصہ نہیں پا سکیں گے جب تک خود جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر نہ لڑیں۔ پس اگر وہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرنا، اگر مان جائیں تو ہاتھ روک لینا ورنہ خدا کا نام لے کر ان کے خلاف لڑائی شروع کر دینا اور جب کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ اللہ اور رسول کو ذمہ دار ٹھہرا کر تم سے امان طلب کریں تو اس بات کو قبول نہ کرنا بلکہ اپنے اپنے باپ دادا اور رفقاء کی ذمہ داری پر پناہ دیا کرنا کیونکہ اگر کسی

وقت عہد شکنی ہو جائے تو آباء واجداد اور رفقاء کار کی عہد شکنی اللہ اور رسول کا ذمہ توڑ دینے سے آسان ہے، اسی طرح اگر قلعہ کے محصورین خدائی فیصلہ کی شرط پر صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو راضی نہ ہونا بلکہ ہمیشہ اپنے فیصلہ کی شرط پر امان دیا کرنا کیونکہ معلوم نہیں تم ان کے متعلق صحیح خدائی فیصلہ معلوم کر بھی سکتے ہو کہ نہیں۔(ابن ماجہ)

ہمسایہ اقوام کے ساتھ حکمت عملی

اسلام امن و آشتی کا دین ہے۔ یہ جارحانہ تسلط اور دیگر اقوام کی تباہی و بربادی کا مقصد نہیں رکھتا۔ اس کا ثبوت آپ ﷺ کے وہ معاہدے ہیں جو آپ ﷺ نے فاتح ہونے کے بعد مفتوح اقوام سے کئے۔ ایک ایسا ہی معاہدہ جو آنحضرت ﷺ نے عیسائی اقوام کو لکھ کر دیا۔ عہد نامہ کے الفاظ مجموعی طور پر حسب ذیل تھے۔

1۔ دشمن کے ساتھ مخالفت کی جائے گی۔

2۔ حفاظت کا ٹیکس ادا کرنے کے لئے خود ان کو ٹیکس وصول کرنے والے کے پاس جانا پڑے گا۔

3۔ مذہب سے ان کو برگشتہ نہیں کیا جائے گا۔

4۔ ان کی جان محفوظ رہے گی۔

5۔ مال محفوظ رہے گا۔

6۔ قافلہ اور تجارت محفوظ رہے گی۔

7۔ اراضی محفوظ رہے گی۔

8۔ پادری اور گرجوں کے مجاور اپنے عہدوں سے برطرف نہیں کئے جائیں گے۔ ان کے قبضہ میں جو کچھ ہے، وہ انہی کے قبضہ میں رہے گا۔

9۔ عشر ایک خاص ٹیکس ہے جو مسلمانوں کو دینا پڑتا ہے نہیں لیا جائے گا۔

10۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

11۔ ان کے ملک میں فوج نہیں بھیجی جائے گی۔

12۔ عقیدے اور مذہب کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

13۔ وہ حقوق جو پہلے سے چلے آرہے ہیں، ان کے لئے بھی یہی شرائط ہوں گی۔

14۔ جو لوگ اس وقت غیر موجود ہیں، ان کے لئے بھی یہی شرائط ہوں گی۔

اس طرح اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا جو عالمی تصور ہے وہ سراپا محبت واخوت انسانی اور بھلائی، نیک سلوک پر مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ دو اقوال کافی حد تک بنیاد کو واضح کر دینے کے لئے کافی ہوں گے۔

1۔ تمام بنی نوح انسان آدم کی اولاد ہیں اور اس طرح تم سب بھائی بھائی ہو۔ کسی کالے کو گورے پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محترم صرف وہی ہے جو زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

2۔ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہی ہے جو اس کی مخلوق کے لئے زیادہ حسن سلوک اور بھلائی کرنے والا ہے۔

3۔ دین سراپا بھلائی کا نام ہے۔

4۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو لیکن سرکشی، بغاوت اور برائی کے کاموں میں کوئی مدد نہ کریں۔

عدل اجتماعی

آنحضرت ﷺ نے جس دین کی دعوت دی، اس میں مظلوم کی دادرسی کے لئے آسان، فوری اور منصفانہ نظام انصاف تشکیل دیا گیا تھا۔ اس میں کسی خاص قوم، نسل، رشتہ یا رنگ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہ تھا۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمودات حقوق انسانی کے اتلاف پر اس کے خلاف چارہ جوئی کی منصفانہ بنیادوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

☆...... "بنی اسرائیل اس کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے اور امراء سے درگزر کرتے۔ خدا کی قسم! میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اسے یہی سزا ملتی۔"

(بخاری: کتاب الحدود)

☆...... "تین باتیں ایمان کا جزو ہیں۔ (1) مفلسی میں بھی خدا کی راہ میں دینا۔ (2) دنیا میں امن وسلامتی پھیلانا۔ (3) خود اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی انصاف کرنا۔"

☆...... "بنی اسرائیل میں اخلاقی زوال اس وقت شروع ہوا اور برائی پھیلنا شروع ہوئی جب ان کے علماء نے پہلے برائی سے منع کیا اور پھر بعد میں لوگ نہ رکے تو وہ ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور کھانے پینے لگ گئے۔ صحبت کے اثر سے وہ بھی ایسے ہی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ان پر لعنت فرمائی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: "نہیں جب تک ظالم کا ہاتھ نہ پکڑو اور اس کو حق پر نہ جھکادو۔" (جامع ترمذی)

☆...... دستور مدینہ کی شق 48 اور 50 میں درج تھا:

"ہر گروہ اپنے حصہ کا ذمہ دار ہو گا جو اس کی جانب ہو گا، اوس کے یہود، ان کے موالی اور خود ان کے لئے وہی شرائط ہوں گی جو اس دستور والوں (اہل مدینہ) کے لئے ہیں۔ اہل مدینہ کے ساتھ مکمل وفاشعاری کے۔ وفاشعاری کو اپنایا جائے گا نہ کہ غداری کو۔

"کمانے والا جو کماتا ہے وہ اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے، یہ دستور کسی ظالم اور غدار کے آڑے نہ آئے گا۔ جو کوئی باہر نکلے گا امن کا مستحق ہو گا اور جو کوئی گھر میں بیٹھا رہے گا وہ مدینہ میں امن کا مستحق ہو گا۔ بجز اس کے جو ظلم کرے گا غداری کرے گا۔"

☆...... "مظلوم کی دہائی سے ڈرو کیونکہ اس کی دہائی اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔" (بخاری 58:4)

☆...... عمرو بن حزم کو جب تکنیکی ماہر کے طور پر گورنر نجران کے معاون کے طور پر مقرر کیا تو انہیں آنحضرت ﷺ نے حکم دیا۔

"غیر جانبداری کے ساتھ انصاف کرنا اور ظلم و زیادتی سے احتراز کرنا۔"

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا قاضی مقرر کیا تو انہیں جو ہدایات

دیں وہ عدل کی مقتضیات کے حوالہ سے ناگزیر بنیاد تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب تک دونوں فریق اپنی اپنی بپتا سنا نہ لیں اور پورا معاملہ تم پر واضح نہ ہو جائے، کبھی فیصلہ نہ دینا۔"

☆......یہودیوں نے جب مقدمہ کے دوران تورات کے احکامات چھپائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں خدا کا قانون، اس کی کتاب اور اس پر عمل کو دوبارہ زندہ کرنے والا پہلا آدمی ہوں گا۔"

☆......دستور مدینہ کی دفعہ 26 میں تھا:

"یہود کے لئے اپنا دین ہو گا اور مسلمانوں کے لئے اپنا دین ہو گا۔ اس میں ان کے موالی اور وہ خود شامل ہوں گے، البتہ جو ظلم و غداری کا ارتکاب کرے گا، وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔"

☆......بنو اسد کے نام آنحضرت ﷺ نے جو ہدایات بنی طے کے حوالہ سے دیں وہ عدل اجتماعی کے حوالہ سے روشنی کا خزانہ ہیں، آپ ﷺ نے حکم دیا:

"بنو طے کے پانی اور زمینوں کی طرف نہ جائیں کیونکہ ان کے پانی تمہارے لئے جائز نہیں ہیں، نہ ہی ان کی زمینوں میں داخل ہوں، مگر وہ جو داخل کئے جائیں اور جو اس (فرمان) سے روگردانی کرے گا وہ محمد ﷺ اس کے ذمہ سے بری ہیں۔"

☆...... مطرف بن کاہن باہلی کے نام ایک مکتوب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی بنجر زمین کو قابل کاشت بنائے گا، جس میں مویشیوں کے لئے چراگاہ اور میدان بھی ہوں تو وہ زمین انہی کی ہو گی۔ ان لوگوں پر صرف تین گائیوں میں سے ایک گائے اور چالیس بکریوں پر ایک بکری اور پچاس اونٹوں پر ایک پورا اونٹ زکوٰۃ واجب ہو گی اور زکوٰۃ دینے والا ان کی زکوٰۃ چراگاہوں میں ہی ادا کرے گا اور انہیں اللہ کی امان حاصل ہو گی۔"

☆......قبیلہ بنی وائل کے نام لکھے گئے مکتوب میں فرمایا:

"جو اسلام لائے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اپنے غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ ادا کرتے ہیں اور جو اپنے اسلام پر گواہی دیں، مشرکوں سے الگ تھلگ رہیں انہیں اللہ کی امان حاصل ہے اور محمد ﷺ انہیں ہر ظلم سے بچائیں گے اور انہیں ان کی زمین سے بے دخل نہیں کیا جائے گا، نہ ان سے عشر لیا جائے گا اور ان کا عالم انہی میں سے مقرر کیا جائے گا۔"

☆......اہل نجران کے نام لکھے گئے مکتوب میں فرمایا۔

"اہل نجران اور ان کے ساتھیوں کے لئے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا ذمہ ہے۔ ان کی جانیں، ملت (مذہب)، ان کی زمین، اموال، ان کے غائب افراد، موجود افراد، ان کے کارندے، ان کی نمازیں سب کی ضمانت ہے۔ ان کے کسی پادری کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ نہ کسی راہب کو اس کی راہبانیت سے ہٹایا جائے گا، نہ کسی واقف کو اس کی وقفائیت سے برطرف کیا جائے گا۔ جو کچھ جائیداد قلیل یا کثیر ان کے قبضے میں ہے، وہ ان کی رہے گی۔ کوئی سود نہ ہوگا اور زمانۂ جاہلیت کے کسی خون کا قصاص نہ ہوگا۔ ان میں سے اگر کوئی اپنا حق مانگے تو ان کے درمیان ایسے انصاف کرنے والے ہوں گے جو نہ ظالم ہوں اور نہ ظلم کرنے دیں اور جس نے (اسلام سے پہلے) کچھ سود کھایا ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ تم میں سے کسی کا کوئی مواخذہ دوسرے کے ظلم کے لئے نہیں کیا جائے گا۔ اس معاہدے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم ظاہر کردے، جب تک یہ خیر خواہ رہیں، آپس میں امن و سلامتی سے رہیں اور ظلم سے مجبور نہ کردیئے جائیں۔" (الطبقات لابن سعد 1:287)

☆......"جب بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگران بنائے، وہ مرتے دم اس حال میں مرے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ غداری کرتا تھا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا۔" (مسلم: کتاب الامارہ)

☆......"وہ امام جو لوگوں پر مقرر ہے وہ نگران کار ہے، اس سے اس کی زیر نگرانی

اشخاص کے متعلق باز پرس ہوگی۔" (بخاری 2:1057)

☆...... "جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگران بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا۔" (مسلم: کتاب الامارہ)

☆...... "اللہ تعالیٰ ان سے (حکمرانوں) ان کے (رعایا) کے متعلق باز پرس فرمائے گا جن کی نگرانی اس نے ان کے سپرد فرمائی ہے۔" (بخاری: ایضاً)

☆...... "اے اللہ جو کوئی میری امت کی کسی بات کا (حکومت کے کسی حصہ کا) بھی نگران ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی ان پر سختی کرنا اور جو ان سے مہربانی سے پیش آئے تو تو بھی اس پر مہربانی فرمانا۔ (مسلم: ایضاً)

☆...... "بلاشبہ سب لوگوں سے زیادہ محبوب خدا سے قریب امام عادل ہوگا اور خدا کے نزدیک سب سے مبغوض اور خدا سے دور وہ امام ہوگا جو ظالم ہوگا۔" (ترمذی: کتاب الاحکام)

☆...... "امام ڈھال اس کے پیچھے اس کی پناہ میں لڑا جاتا ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے مطابق حکم کرے اور عدل کرے تو اس کو اس کا بڑا انعام ملے گا۔ اور اگر غیر تقویٰ کا حکم کرے اور عدل نہ کرے تو اس کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔" (نسائی)

☆...... "بلاشبہ خدا ان لوگوں کو عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں۔" (مسلم: 2:397)

☆...... "تمہارے غلام، تمہارے غلام ہیں، انہیں وہی کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں ویسا ہی لباس فراہم کرو جیسا تم خود پہنتے ہو، اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور جسے تم معاف کرنا نہ چاہو تو انہیں فروخت کر دو، مگر ان پر تشدد نہ کرو۔"

☆...... "آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔" (جمع الفوائد 395)

☆...... "تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

کامیابی کے اہم اصول

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کی سنت یا آپ کے طریق زندگی کیا ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

1:۔ معرفت و عرفان میرا راس المال یعنی سرمایہ حیات ہے۔

2:۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔

3:۔ محبت میری اساس یا بنیاد ہے۔

4:۔ شوق میرا راہوار یا سواری ہے۔

5:۔ ذکر الٰہی میرا مونس ہے۔

6:۔ اعتماد میرا خزانہ ہے۔

7:۔ غم میرا رفیق ہے۔

8:۔ علم میرا ہتھیار ہے۔

9:۔ صبر میرا لباس ہے

10:۔ رضا میرا مال غنیمت ہے۔

11:۔ تواضع وانکساری میرا فخر ہے۔

12:۔ زہد میرا پیشہ ہے۔

13:۔ یقین میری طاقت وتوانائی ہے۔

14:۔ صدق میرا حامی وشفیع ہے۔

15:۔ طاعت میری کفایت کرنے والی ہے۔

16:۔ جہاد میرا خلق ہے۔

17:۔ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (کتاب الشفع القاضی عیاض)

نظام خلافت راشدہ اور حقوق انسانی / حقوق العباد

عہد خلافت راشدہ، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے آئینہ میں نظم مملکت اسلامیہ کا امین ثابت ہوا اور اس دور میں سلطنت اسلامیہ پھیلی اور انسانی اقدار اور مسائل کے حوالہ سے بڑے کڑے امتحان میں ثابت قدمی اور استقلال کی راہ اپنائی گئی۔ ذیل میں خلفائے کے اربعہ میں یکے بعد دیگرے ان کے عہد میں حقوق انسانی کے حوالہ سے کی گئی امتیازی باتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

عہد صدیقی

رحلت پیغمبر ﷺ کے بعد جب آپ کو بار خلافت کی ذمہ داری کے لئے منتخب کر لیا گیا تو آپ نے جو پہلا خطبہ دیا وہ آپ کے آئندہ کے نظام حکمرانی کا پیش لفظ تھا۔ آپ نے فرمایا:

”اے لوگو! مجھے تم پر اختیار دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سے بہترین انسان نہیں ہوں اگر میں حق پر رہوں تو میری حمایت کرنا اور اگر میں غلطی پر ہوں، تو مجھے حق کی راہ پر لگانا۔ حق وفاداری ہے اور جھوٹ بغاوت اور غداری ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہیں وہ میرے لئے طاقتور ہوں گے، جب تک کہ میں ان کا حق انہیں نہ دلادوں اور میرے لئے طاقتور اس وقت تک کمزور ہیں، جب تک میں ان سے کمزور کا حق چھین نہ لوں۔ اگر کوئی قوم راہ خدا میں جہاد چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ انہیں ذلت میں مبتلا کر دے گا۔ کسی قوم میں وسیع پیمانہ پر برائی پھیلنے سے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرمادیتا ہے۔ میری اطاعت کرو اس وقت تک جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں ان کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت واجب نہیں ہے۔“

☆......زکوٰۃ کا نظام مملکت اسامہ کے مالیاتی نظام کا اہم حصہ ہے، جہاں سے غریبوں اور ضرورتمندوں کی کفالت کی جاتی ہے۔ جب لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تو آپ نے ان

کے خلاف جہاد کیا اور انہیں زکوٰۃ دینے پر مجبور کر دیا۔

☆...... آپ نے حضرت اسامہ بن زید کی کمان میں فوجوں کی شام روانگی کے فیصلے پر ثابت قدمی سے عمل کیا اور ان لوگوں کے اعتراضات کو رد کر دیا جو حضرت اسامہ کی قیادت پر اس لئے معترض تھے کہ آج سلطنت اسلامیہ کو اندورنی خطرات کا سامنا ہے۔(2) اسامہ عمر کے چھوٹے اور ایک غلام کے بیٹے ہیں، (3) فوج کی کمان کی سر براہی کسی بڑے خاندان کے فرد کو دی جانی چاہئے۔

☆......ہر نسل، ہر علاقے اور ہر طبقہ کے فرد کو یہ حق دیا کہ وہ حکومت کی کسی بھی درجہ کی ذمہ دار شخصیت کے خلاف شکایت کرے اور اس شکایت کے کرنے پر کوئی خوف نہ رہے، چنانچہ اسی حوالہ سے جب سپہ سالار فوج حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف شکایت ہوئی تو آپ نے اسے باقاعدہ سنا اور حکم دیا کہ مقتول کا خون بہا ادا کیا جائے اور ادا کر دیا گیا۔

☆......پورے عہد صدیقی میں قانون کی حکمرانی کا اہتمام رہا جو کہ بالکل انصاف اور غیر جانبداری کے اصولوں پر قائم تھی۔ بلالحاظ مرتبہ، دولت، رنگ، نسل یا سرکاری منصب ہر ایک پر مساوی طور پر قانون کا اطلاق ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا گیا اور ہر صوبے میں قاضی مقرر کئے گئے جو کہ عوام کی عزت و آبرو، مال اور جان کی حفاظت اور حرمت کے لئے مددگار تھیں۔ ریاست کسی شہری کی آزادی، روزگار اور دیگر حقوق میں مداخلت کا ارتکاب نہیں کر سکتی تھی۔

☆......خود خلیفہ بھی عدالت کے سامنے جوابدہ تھا۔

☆......مہاجر بن امیہ صنعا کے قاضی تھے، انہی کے سامنے دو گانے والی عورتیں لائی گئیں، جن کے خلاف شکایت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالی والے گانے گاتی ہیں۔ باقاعدہ سماعت کے بعد جب جرم ثابت ہو گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں اور ان کے سامنے کے دانت اکھاڑ دیئے جائیں۔ بعد میں جب اس فیصلہ کی

خبر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اس پر کڑا احتساب کرتے ہوئے لکھا:

"آپ نے عورتوں کے بارے میں جس فیصلے کا حکم دیا ہے، اگر وہ آپ نہ دے چکے ہوتے تو میں ان کے قتل کا حکم دیتا ہوں کیونکہ پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والے عام سزا کے مستحق نہیں۔ اگر عام مسلمان یہ کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اگر یہ امت کے کسی فرد سے ہو، جسے مسلمانوں کی پناہ حاصل ہو تو وہ باغی اور غدار قرار پاتا ہے۔ اگر میں نے تمہیں پہلے اس معاملہ میں کچھ ہدایات بھیجی ہوتیں تو تمہیں میری طرف سے کچھ ناخوشگوار بات پہنچی ہوتی۔ مزاج ٹھنڈا رکھو اور لوگوں کو مسخ نہ کرو کیونکہ یہ یقیناً گناہ ہے اور ناپسندیدہ فعل ہے، سوائے قانون کے تحت کی گئی کارروائی کے۔" (طبری 277:3)

☆......اہل حیرہ کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا تھا اس میں ذمی رعایا کے حقوق کی واضح رعایت کی گئی تھی: "ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم کئے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس کی ممانعت نہ ہو گی اور تہوار کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔"

یہ مسلمانوں کی غیر مسلموں سے رواداری کی اہم دلیل ہے جو عہد صدیقی میں برابر ملحوظ خاطر رکھی جاتی تھی۔

☆...... جزیہ اور ٹیکس کی شرح نہایت آسان تھی اور صرف ان لوگوں پر مقرر کرنے کا حکم تھا جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس طرح حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے اور باقی پر صرف دس درہم سالانہ جزیہ مقرر تھا۔ معاہدے میں شرط یہ بھی تھی کہ بوڑھا، اپاہج یا مفلس ہونے کی صورت میں جزیہ سے بری کر دیا جائے گا اور بیت المال سے ان کی کفالت کی جائے گی۔

☆...... خلق اللہ کی نفع رسانی اور خدمت گزاری سے انہیں لطف حاصل ہوتا تھا۔ عہد خلافت میں بھی آپ کی پالیسی بایں طور پر غالب تھی۔ ضعیف، بیمار اور مفلس لوگوں کی

دامے درمے سخنے ظاہر اور خفی دونوں صورتوں میں مدد کرتے تھے۔

عہد فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو اسلامی تاریخ کا سنہرا باب مانا جاتا ہے۔ آپ کے عہد میں انسانی حقوق کے باب میں اتنے روشن واقعات رقم کیے گئے کہ انہیں اس مختصر مضمون میں سمونا مشکل ہے، تاہم اس سلسلہ میں صرف اہم پہلوؤں کو بالاختصار ذیل میں دیا جاتا ہے۔

☆...... آپ کے عہد میں بھی قرآن و سنت ہی نظام حکمرانی کا بنیادی مرکز و منبع تھے۔ نئے اور الجھن والے مسائل میں مشاورت کی جاتی۔ اس سلسلہ میں عراق کی مفتوحہ زمینوں کے حوالے سے آپ نے جو کمیٹی تشکیل دی اور اس کے سامنے اپنی طرف سے جو بیان دیا وہ حقوق کے ضمن میں بڑا بنیادی نوعیت کا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

"آپ نے دلائل سن لئے، شاید یہ سوچتے ہوں کہ میں انہیں ان کے حق سے محروم کرنا چاہتا ہوں، میں نے مفتوحہ مال غنیمت ان میں تقسیم کر دیا ہے، تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ زمین اور کاشت کار ایک مشترکہ وقف کے طور پر ریاست کے کنٹرول میں رہیں، کاشتکار زمین پر ایک مقررہ رقم کا خرج ادا کریں اور فی کس کے حساب سے جزیہ دیں۔ خراج اور جزیہ مسلمانوں کے لئے ایک مستقل ذریعہ آمدنی بن جائے۔ فوج، بچے اور آئندہ نسلیں اس مشترکہ وقف سے مستفید ہوں ہمیں اپنی سرحدوں کی نگرانی کے لئے ایک مستقل فوج رکھنے کی ضرورت ہے۔ مختلف مفتوحہ علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کرنی ہیں، اگر زمین اور کاشت کار ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے تو پھر ان منصوبوں پر خرچ کے لئے رقم کہاں سے آئے گی۔"

کمیٹی نے فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن حنیف اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو زمین کی پیائش پر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ خراج و جزیہ کا تعین کریں۔

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قانون شرعیہ سے آگاہی کے لئے ادارے قائم کیۓ اور مختلف صوبوں میں ماہرین قانون کا تقرر کیا جو لوگوں کو قانون اسلامی کی تعلیم دیں۔ یہی ماہرین قانون ہی ان علاقوں میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے اور عوام الناس میں یہ اعلان کیا گیا کہ وہ قانونی امداد کے لئے ان کی راہنمائی سے فائدہ اٹھائیں۔

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دائرہ حکومت بہت پھیل گیا تھا اور مفتوحہ علاقوں میں رومیوں اور ایرانیوں کے قائم کیۓ گئے قوانین کا سامنا تھا اور مختلف النسل، علاقائی اور مذہبی گروہوں سے بھی سابقہ تھا۔ آپ نے عدالتی نظام کو وسعت دی اور اسے انتظامیہ سے حسب سابق علیحدہ طور پر منظم رکھا اور اس طرح اس دور میں جو عدالتی اصول، طریق کار اور فیصلے مرتب ہوئے وہ آئندہ فقہا کے لئے مطالعہ کا بہت بڑا موضوع بنے۔

☆...... اس دور کے عدالتی نظام کی اہم خوبیاں درج ذیل تھیں، جو حقوق انسانی کے تقاضوں کا بہت بڑا چارٹر ہیں:

1:۔ انصاف بلا لحاظ مرتبہ، نسل، علاقہ، فریقین کو مہیا کیا جائے۔

2:۔ ایک عام آدمی بھی صوبہ کے گورنر کے خلاف استغاثہ دائر کرنے کا مجاز ہے۔

3:۔ عدالت مدینہ کے دروازے خلافت کے تمام شہریوں کے لئے ہر وقت اور بلا خرچ کھلے رہتے۔

4:۔ شکایات موصول ہونے پر تفتیش ہوتی، بظاہر شہادت پر فرد جرم عائد ہوتی اور پھر ملزم کی جوابدہی کے بعد فیصلہ کیا جاتا۔

5:۔ دوران شکایت اگر ملزم کوئی اہم عہدہ پر ہوتا اور اس کا فیصلہ پر اثرانداز ہونے کا امکان ہوتا تو اسے معزول کر دیا جاتا۔

6:۔ ملزم کو اپنی صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاتا۔ حالات و تنقیحات اٹھانے کا اسے کا پورا حق تھا۔

7:۔ شکایت کنندہ اصل حالات بیان کرنے اور مدد دینے کے لئے ہر خوف، سے مبرا اور آزاد ہوتے۔

8:۔ دوران جرح ملزم جواب دینے کے لئے پابند ہوتے۔

9:۔ فیصلہ قران و سنت کی روشنی میں ہوتا۔ دیگر مذاہب کے نجی معاملات میں ان کی روسے فیصلے کئے جاتے۔

☆......ماہرین قانون کو ملزم یا مدعی کی طرف سے یا عدالت کی مدد کے طور پر پیش ہونے کی اجازت تھی۔

☆......ہر سال حج کے موقع پر سالانہ عدالت عام لگتی، جس میں ہر صوبے کا گورنر پیش ہوتا اور اپنے بارے میں لگائے گئے الزامات کا جواب دیتا۔ ایک موقع پر آپ نے لوگوں کو فرمایا:

"اے لوگو! میں نے تم پر اپنے گورنر اس لئے مقرر نہیں کئے کہ وہ تمہارے طمانچے لگائیں، تمہاری عزت پر دھبے لگائیں اور تمہارے اموال خورد برد کریں۔ میں نے انہیں اس لئے مقرر کیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور سنت رسول کی تعلیم دیں۔ ان میں سے اگر کوئی اس سے تجاوز کرے تو مظلوم اس کی زیادتی کی شکایت کرے، میں اس کی دادرسی کروں گا۔

☆......خلافت نے لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لئے معاون اور سرپرست ادارے کے طور پر کام کیا جس سے بہت سے مظلوم طبقات دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

☆......یروشلم کے عیسائیوں سے جو آپ نے معاہدہ کیا وہ انسانی حقوق کی ضمانت کا بہت بڑا ثبوت تھا۔ اس میں یہ درج تھا

"یہ ایک دستاویز امن ہے جو اللہ کے خادم عمر امیر المومنین نے ایلیا کے لوگوں کے لئے منظور کی۔ وہ انہیں جان، مال، گرجا، صلیب، بیمار و صحتمند اور ہر مذہبی فرقہ کو امان دیتے

ہیں۔ ان کے گرجا قبضہ میں نہ لئے جائیں گے اور نہ ہی انہیں منہدم کیا جائے گا۔ وہ کم نہیں کئے جائیں گے اور نہ ہی ان کی وسعت کو کم کیا جائے گا۔ ان کی صلیبوں اور کوئی دوسری چیز ان کی جائیداد کم کی جائے گی۔ مذہب کے معاملہ میں ان پر کوئی زبردستی نہ ہوگی۔ ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ کوئی یہودی اہل ایلیا کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اہل ایلیا اسی طرح جزیہ ادا کریں گے جس طرح دوسرے شہروں کے لوگ کرتے ہیں۔ وہ ایلیا سے رومیوں اور بت پرستوں کو نکال دیں گے۔ ان میں سے جو چلے جائیں گے، ان کی جان و مال اس وقت تک محفوظ رہیں گے جب تک وہ اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچتے۔ اور ان میں سے جو ٹھہرے ہوں گے وہ امن میں ہوں گے۔ وہ اہل ایلیا کی طرح جزیہ دیں گے۔ اہل ایلیا میں سے جو لوگ اپنے جان و مال کے ساتھ رومیوں کے ساتھ جائیں گے اور اپنے گرجے اور صلیبیں خالی کر دیں گے، وہ اپنے جان و مال، گرجوں اور صلیبوں کے ساتھ اس وقت تک محفوظ رہیں گے، جب تک کہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچیں۔ غیر ملکیوں میں سے جو ایلیا میں کوئی قتل کئے بغیر رہ رہے ہیں اگر رہنا چاہیں تو اہل ایلیا کی طرح جزیہ ادا کرینگے۔ جو ایسا کرنا چاہیں وہ رومیوں کے ساتھ جا سکتے ہیں۔ جو اپنی قوم میں واپس جانا چاہیں ان سے اس وقت تک کچھ نہیں لیا جائے گا جب تک ان کی فصلیں کاٹی جائیں۔ اس معاہدہ کے مندرجات پر اللہ، اس کے رسول، ان کے جانشینوں اور تمام مومنین کی ضمانت ہے۔ جب تک وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔"

☆...... شہر بسوس کی عیسائی آبادی سرحد کی دوسری جانب اپنے ہم مذہبوں کے لئے مخبری میں ملوث پائی گئی، یہ معاہدہ کی خلاف ورزی تھی۔ بے وفائی کی اطلاع مدینہ دی گئی۔ معاملہ سزائے موت کا مستوجب تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نرمی کا سلوک کرنے کا کہا اور یہ اس لئے کہ وہ محض ذمی تھے۔ آپ نے امیر کو حکم دیا کہ ان کی جائیداد اور املاک، زمین، مویشی اور اموال کی ایک فہرست تیار کرو ہر چیز کی دگنی قیمت انہیں دے دو اور انہیں کسی دوسری جگہ ہجرت کرنے کا حکم دے دو۔ اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو انہیں سال کی

مہلت دو اور پھر جلاوطن کر دو۔ انہوں نے تنبیہ پر عمل نہیں کیا، چنانچہ انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔

☆...... آپ نے حکم دیا کہ صدقات میں سے یہودی، عیسائی اور دوسرے مذاہب کے غریبوں کو بھی وظیفہ دیا کرو۔

☆...... آپ نے ایک عیسائی بھکاری کو جزیہ معاف کر دیا، جس نے بتایا کہ جزیہ ادا کر کے دیگر ضروریات زندگی کے لئے بڑھاپے کے باعث بھیک مانگنے پر مجبور ہوں، جس پر آپ نے فرمایا کہ اس آدمی کو دیکھو اور اس جیسے دوسروں کو، بخدا ہم نے ان سے انصاف نہیں کیا، ہم نے اس کی جوانی کھالی۔ بڑھاپے میں اسے ذلیل کیا۔

☆...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی رائے کے اعلانیہ اظہار کا پورا پورا موقع فراہم کیا۔ ہر شخص آزادی سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا۔ آپ اکثر فرماتے:

"مجھ کو تمہارے مال میں اسی طرح حق ہے، جس طرح یتیم کے مال میں اس کے مربی کا ہوتا ہے اگر میں دولت مند ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر صاحب حاجت ہوں گا تو اندازہ سے کھانے کے لئے لوں گا۔ لوگو! میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہئے۔ ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر صرف نہ ہونے پائے، ایک یہ کہ تمہارے روزینے بڑھاؤں اور تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو خطروں میں نہ ڈالوں۔"

☆...... حکام پر نکتہ چینی کی عام آزادی حاصل تھی۔ معمولی سے معمولی آدمی خود خلیفہ پر اعتراض کرنے سے نہ چوکتے۔ ایک شخص نے ایک موقع پر کئی بار کہا: "اے عمر! خدا کا خوف کرو۔ اے عمر! خدا کا خوف کرو۔" ایک شخص نے بڑھ کر اسے روکنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہیں کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں گے تو یہ بے مصرف ہیں اور ہم نہ مانیں۔" یہ آزادی مردوں کو ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی حاصل تھی۔

رفاء عام کے لئے سڑکیں، پل، نہریں، مسجدیں، گرجے اور مہمان و مسافر خانے بنوائے۔ نئے شہر اور نئی آبادیاں تعمیر کروائیں۔

☆......مدینہ میں جب قحط پڑا تو اس مصیبت کو کم کرنے کے لئے بڑے سرگرم رہے۔ لوگوں کی بھوک اور افلاس پر بڑے رنجیدہ ہوتے۔ ہر مسلمان کے لئے فی ماہ دو مد گیہوں اور دو قسط سرکہ مقرر کیا۔ باہر کے صوبوں سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا۔ لاوارث بچوں کو دودھ پلانے اور پرورش و پرداخت کا انتظام کیا۔ غرباء و مساکین کے روزینے مقرر کردیئے۔ اس کا جب آپ نے اعلان کیا تو ایک شخص نے پوچھا۔ کیا غلام کے لئے بھی ہے، تو آپ نے فرمایا، ہاں غلام کے لئے بھی، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ لوگوں میں اس سے مفت خوری نے جنم لیا ہوگا۔ درحقیقت یہ روزینے انہی لوگوں کے لئے تھے جو یا تو قومی خدمت کے لائق تھے یا ضعف کے باعث کسب معاش سے معذور تھے

☆......اپنے کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے اور نہایت تکلیف و عسرت کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ آپ نے زہد، قناعت اور خودداری کی جو مثالیں چھوڑیں، دنیا کی تاریخ اس کا ثانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

☆......ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا: "امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا۔" آپ فوراً بولے: "مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے جو شخص مسلمانوں کا والی ہے، وہ ان کا غلام بھی ہے۔"

☆......اپنی غیر معمولی مصروفیات کے باوجود بیکس، اپاہج اور مجبور و معذور افراد کی خدمت کے لئے ضرور وقت نکالتے، مدینہ کے اکثر نابینا اشخاص اور ضعیف اشخاص آپ کی خدمت گزاری سے مستفید ہو رہے تھے اور اکثر کو یہ پتہ بھی نہ تھا کہ ان کی خدمت کرنے والا امیر المومنین عمر فاروق ہے۔"

☆......عہد فاروقی میں شاہ و گدا، امیر و غریب، مفلس و مالدار سب کو ایک جیسے حقوق حاصل تھے، کسی کو کوئی ترجیح یا امتیاز حاصل نہ تھا۔

☆...... حضرت ابو موسیٰ الاشعریٰ بصرہ کے قاضی تھے تو انہیں ایک خط بھیجا، جس میں وہ ہدایات دیں جنہیں حقوق انسانی کے حوالے سے زریں ہدایت نامہ کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے لکھا:

"قضا محکم فرض الٰہی اور قابل اتباع سنت رسول ﷺ ہے۔ اگر کوئی دعویٰ تمہارے سامنے پیش ہو تو اس کا فیصلہ پورے غور و خوض کے بعد کرو اور اسے نافذ کرو کیونکہ صحیح فیصلہ کا اعلان بغیر اس کے نفاذ کے بے سود ہے۔ اپنی عدالت اور مجلس میں لوگوں سے یکساں برتاؤ کرو تاکہ اعلیٰ نسب والا کم سے ناانصافی کی توقع نہ کرے اور کمزور تمہارے ظلم سے خوف زدہ نہ ہو۔ بار ثبوت مدعی پر ہے اور منکر پر قسم ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، بشرطیکہ اس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہو جائے۔ کل اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا تو آج پورے مقدمہ پر غور کر لو، بدایذ اور رشد کے بعد اس سے رجوع کر سکتے ہو کیونکہ انصاف ندیم ہے اور حق کی طرف مراجعت باطل پر اصرار سے بہتر ہے۔

جن معاملات میں شبہ ہو اور قرآن و سنت نبوی ﷺ میں حکم نہ پاؤ تو ان پر بار بار غور کرو۔ ان کی مثال اور اشباہ پہچانو اور قیاس سے کام لو اس پر اعتماد کرو جو تمہاری نظر میں اللہ کو پسندیدہ اور حق کے مشابہ ہو۔ حق مدعی التوا میں رکھو یا مقررہ میعاد میں ثبوت طلب کرو، اگر وہ ثبوت پیش کرے تو اس کا حق دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ دو کیونکہ شبہ دور کرنے کا یہ بہتر طریقہ ہے۔ اندھیروں کو چھانٹو اور عذر طلب کرو۔

تمام مسلمان باہم عدل میں سوائے مجلود فی الحد کے یا مجرب جھوٹے گواہ کے یا سرپرستی یا قرابت میں مشکوک کے اللہ کو تمہارے دلی بھیدوں سے تعلق ہے اور ثبوت اور قسم پر سزا موقوف رکھتا ہے۔ فریقین کی موجودگی میں عدالت میں بے چینی، برہمی، جھنجھلاہٹ اور تکبر سے احتراز کرو۔ اس کا اجر اللہ پر واجب ہے۔ یہ بموجب اجر الٰہی اور انعام آخرت ہے۔

جو اپنے اور اللہ کے مابین معاملات میں مخلص ہو، خواہ وہ اس کے اپنے ہی خلاف ہو اللہ اسے ان معاملات میں کافی ہوگا۔ جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہیں جو لوگوں سے بناوٹ

کرے جبکہ اس کے مخالف اللہ اصلیت جانتا ہے تو وہ راز فاش اور فعل آشکار کر دے گا۔ تم اللہ کے ثواب کے متعلق کیا سوچتے ہو جو وہ یہاں رزق اور آخرت میں اپنی رحمت کے خزانے دیتا ہے۔" (کنزالعمال جلد سوم، ابن قتیبہ :العیون الاخبار 66:1)

عہد عثمانی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارہ سالہ خلافت کا نصف اول نہایت پر سکون رہا۔ فتوحات کی کثرت کے سبب مال غنیمت اور محاصل میں بے شمار اضافہ ہوا۔ تجارت اور زراعت کو ترقی ملی، جس کے نتیجہ میں معاشرہ خوشحالی اور عیش و تنعم کا شکار ہو گیا۔ مفتوحہ اقوام کے افراد نے بنوہاشم اور بنوامیہ کے پرانی چشمک، عربی عجمی کشمکش اور یہودیوں اور مجوسیوں کی درپردہ دشمنی نے بغاوتوں کے جراثیم پیدا کر دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فطری نرم دلی، بردباری اور تحمل نے سازشی عناصر اور آمادہ بر فساد لوگوں کو کھل کھیلنے کا موقع فراہم کر دیا۔ نفرت اور بغاوت کی اس آگ کے مراکز کوفہ، بصرہ اور مصر تھے۔ عمال کے خلاف افتراپردازی اور دروغ گوئی کو دور دراز کے علاقوں کے اندر وسیع سطح پر پھیلا دیا گیا، جس پر ایک فتنہ الکبریٰ کو ابھرنے کا موقع ملا۔ حالانکہ یہ سب کچھ چند مہمل اور جزوی اختلافات کے سوا کچھ نہ تھا۔ بایں ہمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عوام الناس کی خیر و خوبی، مسائل و مشکلات سے آگاہی اور مناسب ازالے کا مکمل اہتمام رکھا، جس کی وجہ سے چند شورش پسند عناصر کی مذموم کارروائیوں کے باوجود تمام سلطنت میں امن وامان اور انصاف کا دور دورہ تھا۔ ذیل میں آپ کی انسانی حرمت، حقوق انسانی کی اہمیت اور عوام الناس کے فوز و فلاح کے حوالہ سے حکمت عملی کا بخوبی اندازہ لگانے کے لئے چند اہم اقدامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆......خلافت کے ابتدائی چھ سال میں آپ نے لوگوں پر انعام واکرم کی بارش کر دی اور لوگوں کو سزا دینے میں بھی جلدی سے کام نہ لیتے لیکن چھ سال کے بعد جب آپ نے چند قریبی رشتہ داروں کو گورنر بنایا تو آپ کے خلاف شورش پسندوں نے بغاوت وسرکشی کی

صورت کھڑی کر دی لیکن آپ نے ان کے خلاف پھر بھی تحمل و بردباری سے کام لیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام واپس جاتے ہوئے جب آپ پر حملہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں تو آپ نے فرمایا:

"میں رسول اللہ ﷺ کا قرب اور ہمسائیگی کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا۔ اگرچہ اس میں میری گردن کاٹ دی جائے۔"

حضرت امیر معاویہؓ کہنے لگے: "میں اہل شام کا ایک لشکر آپ کی حفاظت کے لئے بھیج دوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں مدینہ میں لشکر رکھ کر حضور کے ہمسایوں یعنی اہل مدینہ کے رزق میں کمی کر دوں اور دار الہجرت والنصرت (مدینہ طیبہ) کے رہنے والوں کو تنگ کروں؟ (یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا)

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: "امیر المومنین! پھر آپ کے ساتھ ضرور دھوکہ کیا جائے گا اور آپ سے ضرور لڑائی کی جائے گی۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: "میرا اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی سب سے بڑا کارساز ہے۔"

☆...... ثمامہ بن حزن القشیری سے روایت ہے کہ محاصرہ کے روز میں گھر پر موجود تھا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چھت پر چڑھ کر لوگوں کے سامنے آئے اور فرمایا:

"میں تمہیں اللہ اور دین اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ میں چاہ رومہ کے سوا میٹھا پانی کہیں نہ تھا، جس کو آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر میں نے اہل مدینہ کے لئے خرید کر وقف کر دیا۔ اور آج تم مجھے اس کنوئیں کا پانی پینے سے منع کرتے ہو اور میں مجبوراً کھاری پانی پیتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ اور دین اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نبوی ﷺ نمازیوں کے لئے جب تنگ ہو گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی تحریک پر میں نے لوگوں سے ان کے گھروں کی زمین بھاری داموں خرید کر اس میں توسیع کروادی تھی اور آج تم لوگ مجھے

اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہو۔"

☆...... حضرت حماد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس دن سے زائد حضرت عثمان کا محاصرہ قائم رہا مگر اتنی طویل مدت میں کوئی لفظ آپ کی زبان سے ایسا نہ نکلا جس سے کوئی بے حوصلگی یا کم ہمتی کا شائبہ بھی ہوتا۔ محاصرے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کھانا ملتا تھا نہ پانی، مگر صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔ گھر میں سینکڑوں جانثار موجود تھے، جن میں اکثریت اکابر صحابہ مہاجرین و انصار کی تھی، مگر آپ نے امت میں افتراق وخونریزی کے خوف سے سب کو سختی کے ساتھ غنڈوں کا مقابلہ کرنے سے روک دیا اور خود جام شہادت نوش کر گئے۔ اس صبر و شکیب' ضبط و تحمل اور مظلومیت کی مثال تاریخ انسانی میں کم ہی ملے گی۔

☆......جب خلافت کا منصب سنبھالا تو لوگوں سے فرمایا:

"میرے نازک کندھوں پر یہ بار گراں ڈال دیا گیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے۔ سن لیں! میں کتاب و سنت کی اتباع کرنے والا آدمی ہوں۔ میں اپنی طرف سے بدعت و ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ سن لیں! کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے بعد تمہارے مجھ پر تین حق ہیں۔ (1) حضرات شیخینؓ کی اتباع۔ (2) جن امور پر امت کا اجماع ہو جائے اور اہل خیر کی سنت پر عمل پیرا ہونا۔ (3) اپنے آپ کو تم سے روکے رکھنا سوائے ان امور کے جن کو تم خود واجب کر لو۔"

سن لو! بلاشبہ دنیا ایک "سبز باغ" ہے۔ جو لوگوں کے دلوں کو لبھاتی ہے اور اس کی طرف بہت سے لوگ جھک جاتے ہیں۔ پس تم دنیا سے دل نہ لگاؤ اور نہ ہی اسے مضبوط پکڑو یہ مضبوط و محکم نہیں ہے۔ جان لو کہ دنیا کسی کو نہیں چھوڑتی، سوائے اس کے جو اسے چھوڑ دے۔"

☆......دولت و ثروت اور مال و جائیداد کے حوالہ سے عرب میں آپ کے مقابلہ میں کوئی شخص نہ تھا مگر جب خلافت کا بار گراں سر پر آیا تو آمدنی کے ذرائع مسدود و محدود ہو

گئے۔ جبکہ فیاضی و سخاوت اور صلہ رحمی کے لئے دریادلی سے خرچ کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے۔

جس وقت میں نے منصب خلافت سنبھالا تھا تو میں پورے عرب میں اونٹوں اور بکریوں کا سب سے زیادہ مالک تھا اور آج میرے پاس ایک بکری اور ایک اونٹ بھی نہیں، سوائے ان دو اونٹوں کے جو حج کے لئے ہیں۔

☆...... حضرت عمرو بن العاص والی مصر نے اسکندریہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے دوران جب ذمیوں کے ساتھ نامنصفانہ سلوک کیا تو آپ نے انہیں فوراً معزول کر دیا۔

☆...... آپ نے جن نوعمر جوانوں کو گورنر لگایا ان کی فتوحات کی وسعت ان کی انتظامی اور سیاسی و فوجی تجربہ کاری کی غماز ہے۔ جن کی اجمالی تفصیل درج ذیل ہے۔

1:۔ ولید بن عقبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جزیرہ کے گورنر رہ چکے تھے۔

2:۔ سعید بن العاص نے طبرستان اور آرمینیہ فتح کیا۔

3:۔ عبداللہ بن ابی السرح نے طرابلس اور قبرص کو زیر نگیں کیا۔

4:۔ عبداللہ بن عامر نے کابل ہرات، بحستان اور نیشاپور کو زیر نگیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان جوانوں کو باصلاحیت دیکھتے ہوئے ذمہ داری پر لگایا لیکن آپ کی نرم دلی کی وجہ سے باغی گروہ نے اس کو فساد کا پیش خیمہ بنا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی کے جواب میں فرمایا:

"لوگ کہتے ہیں کہ مدینے میں میں اپنے خاندان والوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ فیاضی کرتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف کبھی مائل نہیں کیا ہے، بلکہ میں صرف ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح میری ساری فیاضی میرے اپنے ہی مال تک محدود ہے۔ مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کے لئے۔ میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی اپنے مال سے گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا حالانکہ میں اس زمانے میں بخیل و حریص تھا اور اب جبکہ میں اپنی

خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں، زندگی ختم ہو چکی ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و عیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی بار ایسا نہیں ڈالا ہے کہ اس قسم کا الزام دینا جائز ہو۔ اور جو کچھ وصول ہوا وہ انہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر صرف ہوا۔ میرے پاس صرف خمس آتا ہے اور اس میں سے بھی میرے لئے کچھ لینا جائز نہیں۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورے کے بغیر مستحقین میں صرف کیا۔ خدا کے مال میں ایک پیسے کا بھی تصرف نہیں کیا جاتا۔ میں اس سے کچھ نہیں لیتا ہوں۔ یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں تو اپنے ہی مال سے۔"

☆...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمال کو جو ہدایات تھیں وہ سراسر حقوق انسانی اور رفاہ عامہ پر محیط تھیں۔ مثلاً ایک مکتوب میں لکھا:

"واضح ہو کہ خدا نے حکام اعلیٰ کو اس بات کی تاکید ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کریں اور اس بات کی تاکید نہیں کی کہ رعایا سے ٹیکس وصول کریں۔ مسلمانوں کے اولین حاکم رعایا کے خادم تھے۔ محصل ٹیکس نہ تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حکام اعلیٰ خدمت رعایا کے اصل منصب سے ہٹ کر ٹیکس اور خراج وصول کرنے کی تگ و دو میں لگ گئے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو حیا، ایمانداری اور ایفائے عہد سب رخصت ہو جائیں گے۔ یاد رکھئے، سب سے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مفاد اور معاملات سے دلچسپی لیں۔ اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے رعایا کو بہرہ ور کریں اور اسلام کے جو حقوق ان پر ہیں وہ ان سے وصول کریں۔ مسلمانوں کے بعد ذمیوں کے معاملات و مفادات سے آپ کو گہری دلچسپی ہونی چاہئے۔ آپ کے ذمہ ان کے جو حقوق ہیں، وہ ان کو دیجئے اور ان کے ذمے آپ کے جو حقوق ہیں وہ ان سے لیجئے۔ ذمیوں کے بعد دشمنوں سے آپ کا طرز عمل درست ہونا چاہئے۔ ایمانداری اور وفائے عہد کے ذریعے ان پر فتح حاصل کیجئے۔

☆...... خراج پر مامور افسران کو آپ کی ہدایات تھیں۔

"واضح ہو کہ خدا نے مخلوق کو حق و انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے اس لئے وہ بس حق و

انصاف ہی قبول کر سکتا ہے۔ لہٰذا جب آپ خراج وصول کریں تو حق و انصاف سے کام لیں اور جب دوسروں کے حقوق ادا کریں تو حق و انصاف سے ادا کریں۔ میری طرف سے دیانتداری کی سخت تاکید کی جاتی ہے اور اسی پر ثابت قدمی سے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دیانت کا دامن سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھ سے چھوٹے اور اگلی نسلوں کے بددیانتوں میں آپ کو بھی شریک کیا جائے۔ امانت و دیانت کے ساتھ ضروری ہے کہ آپ عہد و پیمان پر بھی قائم رہیں۔ کسی یتیم کا حق نہ ماریں اور نہ کسی معاہد کے ساتھ زیادتی کریں۔ کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے مواخذہ خود خدا کرے گا۔"

27ھ میں جب نجرانیوں کا ایک وفد آپ کے پاس شکایت لے کر آیا تو آپ نے والی کوفہ کو خط لکھا اور سختی سے ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرنے کا حکم دیا۔ خط کی عبارت ملاحظہ ہو جو آپ کی ذمیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے بہتر سلوک کی غماز ہے۔ آپ نے لکھا:

"میں اس معبود کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ اسقف عاقب اور نجرانیوں کے اکابرین، جو اس وقت عراق میں مقیم ہیں مجھ سے ملے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ اور مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ تحریر بھی دکھائی ہے جس میں انہوں نے یمن میں متروکہ اراضی کے عوض نجرانیوں کو عراق اور شام میں اراضی دینے کا حکم دیا تھا۔ تم اس بدعنوانی سے بھی واقف ہو جو مسلمانوں کی طرف سے ان کے ساتھ ہو گئی۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے ان کے جزیے میں تیس حلے (چھ سو روپیہ سالانہ) کی تخفیف کر دی ہے اور میں سفارش کرتا ہوں کہ ان کو وہ سب اراضی دے دی جائے جو حضرت عمرؓ نے ان کو عراق میں دلوائی تھی۔ اس کے علاوہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دو کہ ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں کیونکہ یہ ذمی ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔"

☆......ایک خطبے میں فرمایا۔

"لوگو! میں تمہاری شکایتیں دور کرتا رہا ہوں۔ میں تمہیں مطمئن اور خوش دیکھنا چاہتا

ہوں۔ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کروں گا۔ میرا طرز عمل ستودہ اور سلوک اچھا ہوگا۔ جس گورنر کو تم ناپسند کرو گے اس کو معزول کر دوں گا اور جس کو چاہو گے گورنر بنادوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میری روش ویسی ہی ہوگی جیسی شیخینؓ کی تھی اور میں مقدور بھران کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ یہ بات تم کو نہ بھولنا ہوگی کہ انسان غلطیاں کرتا ہے اور میرے گورنر بھی غلطیوں سے مبرا نہیں۔ اس تحریر کے ذریعے میں خدا اور سارے مسلمانوں سے معذرت کرتا ہوں۔ تم کو جو باتیں ناپسند تھیں یا ہیں وہ بخدا میں چھوڑ دوں گا اور کوئی ایسی بات نہ کروں گا جو تم کو ناگوار ہوگی۔ خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے اور تمہارے قصور معاف کر دے گا۔"

اس خطبہ اور تحریر سے عوام دوستی اور عوامی قیادت کا جذبہ ترحم پوری طرح جھلک رہا ہے جو آج کی جمہوریت میں بھی بمشکل نظر آئے گا۔

عہدی علوی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہادت کے بعد مفسدین کا ایک گروہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا اور ان سے درخواست کی، کہ وہ خلیفہ کے طور پر ان کی بیعت قبول کر لیں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ مانے لیکن جب مہاجرین وانصار کے جید زعمانے مجبور کیا تو آپ نے خلیفہ بننا قبول کر لیا۔ آپ نے فوراً وہ عمال بدل دیئے جن کے بارے میں لوگوں میں اضطراب پایا جاتا تھا۔ آپ نے حالات کی اصلاح کے لئے لوگوں کو اعتماد میں لینے کے لئے وفود روانہ کئے اور جہاں پر کسی شرانگیزی کا کوئی خطرہ تھا وہاں پر حسب ضرورت قوت کا مظاہرہ بھی کیا۔ لیکن شرپسندوں نے مسلمانوں میں جو اختلاف کی آگ بھڑکائی تھی وہ برابر بڑھتی گئی۔ جنگ جمل وصفین ہوئی اور فریقین کے بہت سے جوان اور سرکردہ لوگ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غلبہ تو حاصل ہو گیا مگر انتشار کی آگ کبھی نہ بجھ پائی۔

☆...... حضرت امیر معاویہ ان دنوں شام کے گورنر تھے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی عزیزوں میں سے تھے، انہوں نے قاتلین عثمان کی گرفتاری اور سزا میں تساہل

کو مسئلہ بنا کر حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اس اختلافات کی خلیج اور بڑھ گئی اور یہ سلسلہ اختلافات پورے عہد علوی پر محیط رہا۔ باہمی انتشار اور قتال نے عالم اسلام کے مفاد کو بڑا نقصان پہنچایا اور آج تک یہی اختلاف امت مسلمہ کو تقسیم کئے آرہا ہے۔

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بایں ہمہ صورتحال کے اپنے عہد خلافت میں جس نظام حکمرانی کو اختیار کیا اس میں انصاف، احترام اور عام آدمی کے ادنیٰ مفاد تک کو ملحوظ رکھا اور اس طرح حقوق انسانی یعنی رعایا کے مفاد کو کبھی مجروح نہ ہونے دیا۔ ذیل میں چند واقعات بطور یادداشت ذکر کئے جاتے ہیں۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب بازار سے گزرتے تھے تو بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے، بوجھ اٹھانے والوں کی مدد کرتے اور اگر کسی کی کوئی چیز گر جاتی تو اسے اٹھا کر دیتے خواہ وہ جوتی کا تسمہ ہی کیوں نہ ہو۔

☆......ایک بار بازار سے کچھ کھجوریں خریدیں تو باندھ کر اپنے کندھے پر رکھ کر گھر چل دیئے۔ راستے میں ایک شخص نے روکا اور عرض کیا امیر المومنین! یہ بوجھ میرے سر پر رکھ دیجئے۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بوجھ بچوں کے باپ کو ہی اٹھانا ہوگا۔"

☆...... عہد علوی میں زکوٰۃ مسلمانوں کی ہر قسم کی جائیداد پر وصول کی جاتی تھی اور اس کو غرباء، مساکین، مسافروں اور مجاہدین کی کفالت پر صرف کیا جاتا تھا۔ ناداروں کے قرضے ادا کئے جاتے اور غلاموں کو بیت المال سے ادائیگی کر کے انہیں آزادی دلائی جاتی۔ تالیف قلب کے لئے بھی بیت المال سے امداد کی جاتی۔ زکوٰۃ اور محاصل کے جمع کرنے پر مامور لوگوں کا کڑا احتساب کیا جاتا اور انہیں آپ نے جو ہدایات دی ہوئی تھیں وہ احترام انسانیت اور بددیانتی کے خاتمے کی بہت بڑی ضمانت دیتی ہیں۔

"اللہ وحدہٗ لاشریک کے تقویٰ کے ساتھ اپنے کام پر روانہ ہونا۔ خبردار کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا۔ خبردار! کسی مسلمان کی طرف سے اس حال میں نہ گزرنا کہ تمہیں وہ ناپسند کرنے لگے۔ خدا کے مقرر کئے ہوئے حق سے زیادہ کچھ نہ لینا۔ جب کسی علاقے میں پہنچو تو

آبادی کے باہر کنوئیں پر اترنا کسی کے گھر میں نہ اترنا اور پھر سکون اور وقار کے ساتھ آبادی میں جانا۔ لوگوں کو سلام کرنا اور اگر وہ صاحب سلامت کریں تو پریشان نہ ہونا اور انہیں بتانا کہ آپ کو خلیفہ نے بھیجا ہے کہ تمہارے مال سے خدا کا حق وصول کریں۔ آپ بتائیں کہ کیا خدا کا کوئی حق تمہارے مال میں واجب الادا ہے۔ جسے خلیفہ کے سپرد کیا جائے۔ اگر وہ انکار کریں تو حجت نہ کریں اور اگر ہاں کہیں تو اس کے ساتھ جائیں۔ کسی کو ڈرانا یا دھمکانا نہیں بلکہ جو کچھ پیش کریں لے لینا۔"

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو بیت المال میں زیادہ آمدنی نہ تھی۔ مصر اور شام جو زرخیز تھے اور کثیر آمدنی کا ذریعہ تھے اب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عملداری میں تھے اور اس پر خانہ جنگیوں نے مالی حالات مزید خراب کر دیئے لیکن اس کے باوجود آپ نے مالی وصولیوں کیلئے جبر نہ کیا اور مستحقین کی ضروریات سے پہلو تہی نہ کی اور کبھی غیر مستحق کو ترجیح نہ دی۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی تھے ایک دفعہ انہوں نے بیت المال سے اپنی ضروریات کی کفالت کے لئے بھاری مالی امداد کا تقاضا کیا جس پر آپ نے فرمایا کہ آپ بازار جائیں اور دونوں کے قفل توڑ کر جو کچھ ملے لے لو۔ اس پر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے آپ مجھ سے چوریاں کروانا چاہتے ہیں؟" جواباً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے مسلمانوں کے اجتماعی مال سے بھاری رقم بلاجواز جاری کروا کر چوری اور خیانت نہیں کروانا چاہتے چنانچہ وہ ناراض ہو کر چلے گئے لیکن آپ نے غلط کام نہیں کیا۔

☆...... شیر خوار بچوں کے لئے آپ نے بیت المال سے تنخواہ مقرر کر دی تھی اور اس طرح کسی گھر میں نو مولود کی پرورش و پرداخت کے حوالے سے کوئی بوجھ نہیں پڑتا تھا۔

☆...... زیاد کے نام جو کہ بصرہ کے گورنر تھے آپ نے لکھا۔

"قسم کھاتا ہوں، سچی قسم کہ مسلمانوں کے معاملے میں تیری ذرا سی بھی خیانت سن لوں گا تو اسی شدت سے پیش آؤں گا کہ تو بے سر و سامان ہو کر رہ جائے گا۔ تیری پیٹھ بوجھ ہو

جائے گی اور تو کہیں کا بھی نہیں رہے گا۔"

آپ کا یہ فرمان عمال کے محاسبے اور آپ کی سخت انتظامی گرفت کا آئینہ دار ہے جو کہ صرف اور صرف رعایا کی فلاح اور بھلائی کے حوالے سے ہے۔

☆...... مصر کے گورنر کے نام ایک خط میں رعایا کے حوالہ سے لکھا۔

"رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔ لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہیں، جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں، تم اپنے عفوودر گزر کا دامن خطاکاروں کے لئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لئے اپنا دامن عفوو کرم پھیلا دے۔

کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خلیفہ کے اوپر حاکم خداوند تعالیٰ کی ذات ہے۔ خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی وصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپی ہے۔

خبردار رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنادیا گیا ہوں اور میں ہی سب کچھ ہوں، کبھی شیخی نہ بگھارنا اور یہ نہ سوچنا کہ اب سب عوام میری تابع ہو گئی ہے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے، دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لئے بلاوا آتا ہے۔"

آگے لکھا۔

"یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے اور معلوم ہے خدا جس کا حریف بن جائے اس کی صحبت باطل ہو جاتی ہے۔ وہ خدا سے لڑائی لگانے کا مجرم ہوتا ہے یہاں تک کہ باز آجائے اور توبہ کرلے خدا کی نعمت کو اس سے بڑھ کر بدلنے والی اور خدا کی عقوبت کو اس سے زیادہ بلانے والی کوئی چیز نہیں کہ آدمی ظلم اختیار کرے۔ یاد رہے خدا مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کی تاک میں ہے۔

تمہیں سب سے زیادہ پسند وہ راہ ہونی چاہئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیان، انصاف کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔ عوام کی ناراضی خواص کی رضامندی کو بہالے جاتی ہے اور خواص کی ناراضی عوام کی رضامندی کے ہوئے ہوئے گوارا کرلی جاتی ہے۔"

☆...... مسلمانوں اور غیر مسلمانوں پر یکساں نظر رکھتے اور بیت المال سے دونوں کی برابر حسب ضرورت وحق امداد فرماتے۔ اور یہی حال پوری سلطنت میں تھا۔

☆...... آپ فرمایا کرتے تھے۔

"آگاہ ہو جاؤ۔ ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

(1) وہ ظلم جو بخشا نہ جائے گا۔ یہ ظلم شرک ہے۔ (2) دوسرا وہ ظلم جو ترک نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ ظلم ہے جو بندے ایک دوسرے پر کرتے ہیں اس کا قصاص و تلافی آخرت میں بہت سخت ودشوار ہے۔ (3) تیسرا وہ ظلم جسے بخش دیا جائے گا اور جس کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ ظلم ہے جو ارتکاب معصیت کے باعث انسان خود اپنے نفس پر کرتا ہے۔

ان تینوں کے کرنے سے اجتناب کرو۔

☆...... در خلافت پر کوئی حاجب مقرر نہ ہوتا تھا، نہ دربان، نہ امیر، نہ کروفر، شاہانہ، عین اس وقت جب قیصر وکسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر وجواہر اگل رہی تھی، اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا۔ ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "میری تلوار کا کون خریدار ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا۔"

☆...... بچوں کے حقوق کا احساس اس حکم سے بخوبی ہوگا کہ آپ نے زانیہ عورت پر حد جاری کرنے کا حکم وضع حمل تک موخر کر دینے کا حکم دیا تاکہ اس بچہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے جس کا کوئی قصور نہیں۔ ایرانی شورشوں سے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے حفاظتی قلعے بیت المال سے تعمیر کروائے۔ گھوڑوں کی پرورش، معذور اور نادار افراد پر زکوۃ

موقوف کردی۔

☆...... فارس اور کرمان کے عجموں نے جب بغاوت کی تو آپ نے زیاد بن ابیہ کو اس پر مامور کیا۔ اس نے بہت جلد امن و سکون پیدا کردیا بغاوت کے ختم ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں کے ساتھ اس قدر رحم دلانہ اور لطف و مدارت کا سلوک کیا کہ ایران کا بچہ بچہ منت پذیری کے جذبات لبریز ہو گیا۔ اور لوگ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے طریق جہانبانی نے نوشیروانی طرز حکومت کو بھی مات کردیا۔ خلفائے راشدین کے منصفانہ سلوک، رواداری اور فیاضانہ مروت و کرم کے یہ چند ایک واقعات تھے جن سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں تمام انسانوں کے ساتھ بطور رعایا کسی حکمران کو کس طرح کا سلوک روا رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور خلفائے راشدین کے دور میں عملی طور پر اس کو کس طرح سچ کر دکھایا گیا۔

تدوین فقہ اسلامی اور حقوق انسانی کی رعایت

فقہ سے مراد لغوی طور پر کسی شے کا علم اور فہم ہے لیکن اصطلاحی طور پر مسائل و احکام شرع کے فہم واستنباط کا علم ہے یہ احکام دین اور دنیا اور ایک لحاظ سے علم دین کے اصول و فرع پر حاوی ہے۔ بالکل نئی انسانی مسائل کی صورتوں اور ضرورتوں کو قرآن و سنت کی اساسی تعلیم کی روشنی میں ان کے مناسب احکام کے استنباط کا عمل اجتہاد کہلاتا ہے۔ فقہ اسلامی کے چار ماخذ ہیں۔

☆...... قرآن مجید: شریعت کا اصل الاحول ہے۔ اس میں عقائد کا بیان مفصل ہے اور عبادات و حقوق کا بیان مجمل ہے۔

☆...... حدیث و سنت رسول ﷺ: آنحضرت ﷺ جو کہ شارح قرآن اور قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔ اس لئے آپ کے قول و فعل پر مبنی یہ ذخیرہ دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ اس میں عقائد کی اساسی تعلیم کے ساتھ حقوق و معاملات کا تفصیلی و تشریحی ذکر ملتا ہے۔

☆..... اجماع: ایسی متفقہ آراء جن پر کسی وقت امت کے علماء وصلحاء نے کامل اتفاق کیا۔ یہ ماخذ بھی عوام الناس کو درپیش نئے مسائل ومشکلات کے حوالہ سے اس دور کے علماء وصلحاء کا متفقہ فیصلہ آنے والے لوگوں کے لئے اصولی تعلیم کا باعث بنتا ہے۔ یہ ماخذ بھی حقوق الناس سے کامل بحث کرتا ہے۔

☆..... قیاس: قیاس سے مراد کسی شرعی حکم کو کسی مصلحت کی بناء پر کسی دوسرے امر کے شرعی حکم کے حصول کے لئے بنیاد بنانا ہے۔ یہ اجماع سے وسیع تر اور آسانی سے مکمل العمل حجت ہے۔ اس کا حکم آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی یمن بنا کر بھیجتے وقت کیا تھا۔ یہ ماخذ بھی حقوق انسانی کے مناسب تحفظ اور مداوا کے لئے غور وفکر کی روشن راہیں کھولنے کا کام کرتا ہے۔

بعض اہل علم نے فقہ کے دس اصول قرار دیئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(1) قرآن مجید۔ (2) سنت۔ (3) خلفائے راشدین کا تعامل۔ (4) اجماع۔ (5) قیاس۔ (6) قرآن وسنت کے عدم خالف نظام جو مختلف ادوار میں حکمرانوں نے رواج دیئے۔ (7) ثالثوں کے فیصلے جو قرآن و سنت کے خلاف نہ ہوں۔ (8) ہدایات رسول کریم ﷺ وصحابہ کرام وتابعین عظام وغیرہ، یا فقہائے کرام کے مشورہ سے اس دور کے حکمرانوں نے جاری کیں۔ (9) بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے قانون سازی (غیر ملکیوں سے سلوک) جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔ (10) عرف یا عادت یا رواج و روایات جن سے قرآن وسنت کی نفی نہ ہو۔

فقہ اسلامی مندرجہ ذیل چھ ادوار میں منظم ومرتب ہوئی۔

(1) عہد نبوی ﷺ۔ (2) عہد کبار صحابہ کرامؓ یعنی خلفائے راشدین کا عہد۔ (3) عہد صغار صحابہ کرامؓ وتابعین کرام۔ (4) عہد جید فقہائے کرام یعنی تیسری صدی ہجری تک کا دور۔ (5) آئمہ کے اجتہادات پر نقد کا دور۔ (6) دور تقلید۔

ہر دور کی فقہ کا بنیادی اصول قرآن وسنت کی کامل پیروی کرتے ہوئے اس کی قریب

ترین روح تک پہنچ جانے کے لئے بدرجہ غایت کوشش کرتا تھا۔ اس کے لئے وہ حد درجہ محنت اور قوت غور و فکر کو کام میں لاتے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے پیش نظر یہ بھی رہتا کہ فرد و اجتماع کے تعلق میں انسانی نفسیات اور عقل و تجربہ کا رخ کس طرف زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ قلت تکلیف انسانی طبائع کے لئے مالا یطاق یعنی دشواری سے بھی بچنے کی کوشش کرتے۔ لاخرر ولاخرار اور تیسروا ولاتعسروا ہمیشہ پیش نظر رہتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بڑا مشہور قول ہے کہ حضرت عمر جب بھی کوئی راستہ اختیار کرتے، اسے ہم انتہائی آسان پاتے۔ جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تو انہیں بہت سے نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ نئے ماحول اور تہذیب و تمدن سے سامنا ہوا تھا۔ جہاں پر ان لوگوں کے مستحکم رواج موجود تھے۔ چنانچہ لازمی طور پر عرف و عادات کے معاملے میں فیصلہ کن راستہ اختیار کیا گیا۔ جو باتیں قرآن و سنت سے متصادم نہ تھیں، ان سے تعرض نہ کیا گیا اور جو قرآن و سنت کے خلاف تھیں، انہیں ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔

احناف نے قیاس خفی کو استحسان کے نام کے ساتھ فقہ کا ایک اور ماخذ بنایا جس کا مطلب ہے کہ کسی مسئلے کو اس کے حکم کے باب میں اس کے نظائر سے کاٹ دینا یعنی ازروئے قیاس ظاہر جو حکم ہونا چاہئے یا اس کے نظائر سے جو قیاس ہوتا اس سے ہٹ کر کوئی اور فیصلہ کرنا۔ استحسان کی دو قسمیں ہیں۔ (1) استحسان قیاسی۔ (2) استحسان ضرورت۔ احناف نے پہلے استحسان قیاسی ہی کو زیادہ اہمیت دی ہے کیونکہ اگر وہ قیاس سے انحراف بھی کرتے ہیں تو اس طرح اس کے مقابلے میں قوی تر قیاس سے کام لیتے ہیں۔

استحسان سے مقصود دراصل یہ تھا کہ شریعت کی حدود میں رہ کر انسانوں کے مابین زیادہ سے زیادہ عدل و انصاف زیادہ سے زیادہ دفع ضرر زیادہ سے زیادہ آسانی اور زیادہ سے زیادہ اجتماعی و انفرادی خیر کی صورتیں میسر کرنا ہے۔ اگر قیاس ظاہر کی رو سے معاملات و روابط انسانی میں زیادہ مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہوں تو شریعت کا منشا (دین خیر خواہی کا

نام ہے) پورا کرنا زیادہ راست قدم ہو گا اور اس طرح قیاس سے انحراف کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہ ہو گا۔ مالکیوں نے اس طریقے کو اور بھی وسعت دی۔

فقہ حنفی کے امتیازی خصائص میں یہ امر شامل ہے کہ احکام کا اسرار فطرت انسانی پر اور مصلحت عامہ پر مبنی ہونا محض اس لئے واجب الاتباع نہیں کہ اس میں انسانوں کی بھلائی ہے اور افعال اپنے نتائج و اثرات کے لحاظ سے اچھے یا برے ہوتے ہیں۔ فقہ حنفی اصولی عقلی و تمدنی کا تطابق کرتی ہے۔ اس میں انسانی سطح پر (خدا کے احسان عام کے طور پر) غیر مسلموں سے فیاضی وکشادگی کا میلان پایا جاتا ہے۔

فقہ مالکی حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا دلبستان ہے۔ الموطا ان کا مجموعہ حدیث پہلا مجموعہ ہے جو فقہی مضامین کی ترتیب سے تیار کیا گیا۔ انہیں فقہ میں حجازی فقہ کا امام کہا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کے طریق فقہ میں کتاب و سنت کے بعد قیاس بھی لائق اعتماد ہے۔ آپ اہل مدینہ کے تعامل اور اقوال صحابہ کرامؓ کو سند مانتے ہیں۔ جہاں یہ نہ ہوں وہاں وہ حدیث کے بعد دلیل خاص یا قیاس سے کام لیتے ہیں۔ دلیل سے مراد ان کی مصالح مرسلہ ہے۔ احناف میں جس طرح استحسان کو اہمیت دی گئی ہے فقہ مالکی میں استصلاح (مصالح مرسلہ) کو اہمیت حاصل ہے۔ مصالح مرسلہ کی غایت کسی مقصد شرعی کی حفاظت ہے لیکن اس مقصد کا شرعی ہونا لازمی ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہو۔ یا اس کے بطلان یا عدم صحت کی کسی نص معین سے تصریح اس کی نہ ہوتی ہو۔ مرسلہ سے مراد غیر معینہ ہے۔ یہ نئی دلیل یا مصلحت مرسلہ یا استصلاح (یعنی کسی حکم کو ایسے معنوں کے ساتھ منسلک کر دینا جو مصلحت عامہ اور منشائے شریعت کے موافق ہو) چند شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً مصلحت کا اصول تب صحیح ہو گا جب مسئلے کی روح شریعت کے مطابق ہو۔ صورت عبادات کی ہو یا معاملات کی، یا ضروریات زندگی کی ہو، حکم تعیشات سے متعلق نہ ہو ضروریات سے ہو یعنی ان چیزوں سے جن سے مذہب، جان، مال اور نسل وغیرہ کی حفاظت مقصود ہو۔

فقہ شافعیؒ حضرت ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس الشافعی کا دبستان فقہی ہے۔

آپ حدیث میں امام مالکؒ کے شاگرد تھے جبکہ فقہائے احناف میں سے امام محمد بن حسن ایشیبانی سے ان کا گہرا تعلق رہا۔ اس کے علاوہ حسن بن زیاد ٹولوی سے بھی ملاقات تھی۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "الرسالتہ فی الاصول" اور "کتاب الام" ان کی فقہ کا بہت بڑا سرچشمہ ہیں۔ شافعی مسلک بڑی حد تک فقہ حنفی اور فقہ مالکی کے درمیان مفاہمت کی سعی پر مبنی ہے۔ یہ اہل الحدیث اور اہل الرائے کے درمیان بین بین رائے کا تعابق کرتا ہے لیکن جھکاؤ اہل الحدیث کی طرف زیادہ ہے۔

استنباط احکام میں قرآن مجید کے ظاہری معنوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث میں خبر واحد پر عمل کرتے ہیں اور تعامل صحابہ میں بھی جس کی تائید حدیث سے ہو جاتی ہے۔ اجماع کے بھی قائل ہیں لیکن اس شرط پر کہ انس کے خلاف کا عمل نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ شرط سخت مشکل ہے۔ احناف کے استحسان اور مالکیوں کے استصلاح دونوں کے مخالف ہیں لیکن استدلال کو جائز سمجھتے ہیں جو کہ قیاس کی ہی ایک شکل ہے۔

فقہ حنبلی امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا دبستان فقہ ہے۔ آپ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کی تصنیف "المسند" ہے جو کہ چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ اصول میں ان کی کتاب "الناسخ والمنسوخ" اور "کتاب العلل" ہیں ان کے مسلک کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ آپ اجتہاد نا برائے کو بالکل نہیں مانتے اور فقط قرآن و حدیث کو سند مانتے ہیں۔ ان کے مسلک کے پانچ اصول ہیں۔

(1) قرآن وحدیث

(2) صحابہ کرام کے فیصلے

(3) صحابہ کرام کے اقوال

(4) مرسل اور ضعیف احادیث اول الذکر کے بعد سند ہیں۔

(5) قیاس

یہ مسلک اپنی شدت اور مصلحت عامہ کا زیادہ نہ لحاظ رکھنے والا ہے۔ جن کی وجہ سے

اسے قبولیت عامہ کم حاصل ہوئی ہے۔

اہل سنت کے مندرجہ بالا مکاتب فکر اور اہل التشیع کے درمیان بنیادی مسئلہ امامت کا اختلاف تھا مگر مسئلہ اجتہاد دلائل شرعیہ' اصول و فروع اور عبادات و معاملات کی بعض جزئیات میں بھی بنیادی اختلاف کی وجہ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہ اسلامی ایک وسیع مشرب ہے جس کا قانون صرف ایک جزو کہا جا سکتا ہے۔ جس میں معاملات وعصوبات کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بڑا فرق اور بھی ہے کہ فقہ اسلامی اپنی ریاست کے اعتبار سے جہاں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون ہے وہاں مروجہ قانون (عرف عام میں) انسان کا اور سوسائٹی کا بنایا ہوا مجموعہ ضوابط کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا نے لفظ قانون کو فقہی اصلاح کے طور پر شاذونادر ہی کہیں استعمال کیا ہے۔

فقہ وسیع تر اصطلاح ہے جس کا اطلاق دین (عقائد و عبادات) معاملات و عقوبات' احکام لسطانیہ' مخاصمات اور سیئر پر ہوتا ہے۔ موجودہ دنیوی قانون کی غرض و غایت صرف عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل ہے جبکہ فقہ اسلامی میں یہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی منظم تدبیر بھی، جس کے ذریعے افراد کو داخلی طور پر بہتر اور صالح تر بنانا مطلوب ہے۔

شریعت اسلامی میں فرد اور معاشرہ دونوں کے جبلی تقاضوں کی رعایت کی گئی ہے۔ شریعت چونکہ کسی ایک زمانے یا ملک سے خاص نہیں ہوتی ہے اس لئے اس کے احکام آفاقی اور مبنی بر انصاف برائے جمیع نسل انسانی ہیں۔ مساوات' حریت' اخوت' شورائیت اور تحدید اختیارات حاکم اس کی اہم اصولی نظیریں ہیں۔ اس کے اجتہادات میں مرد و زن کی نفسیات کی پوری پوری رعایت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ عدل و انصاف کی بنیاد پر ان کے معاشی' سماجی اور اخلاقی حقوق و فرائض کو پورے عقلی توازن کے ساتھ اٹھان دی گئی ہے۔ قیاس' استحسان' استصلاح' استصواب اور اجتہاد عہد بہ عہد کے معاشرتی و تمدنی تغیرات سے تباہ کرنے کی ایک وقیع بنیاد ہے جو اسے تاقیامت کسی جمود سے دوچار ہونے کے خطرات سے بچا رکھنے کے لئے

کافی ہے۔ یہ آفاقی اور بین الاقوامی روح سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

فقہ اسلامی کی تدوین قرآن مجید کے مطابق قانون فطرت سے ہم آہنگ کرنے کا دعویٰ ہے جیسے "نرمی کرو، سختی نہ کرو، خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو" کے اصول پر ڈھالا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا کا قول اس فقہ کا رکن اعظم ہے۔ فقہ اسلامی طیب چیزوں سے فائدہ اٹھانے اور ناپاک چیزوں سے مجتنب رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ آزادی انسانی پر کوئی قدغن نہیں بلکہ فطرت انسانی کے عذرات پر اثرانداز ہونے والے نقصان دہ عوامل سے اسے تحفظ دیتا ہے۔ شریعت مبدا کے لحاظ سے الوھی اور غایت کے لحاظ سے انسانی ہے۔ اس کا مقصد نوع انسانی کا فائدہ ہے۔ یہ مکمل انسان (یعنی روح و جسم) کی رعایت کرتی ہے۔ اس میں اس کی روح کی نشوونما کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی توضیح ملتی ہے۔ یہ ایک معاشرتی حقیقت ہے جس کا ایک رخ جماعت کی طرف اور دوسرا فرد کی طرف ہے۔

فقہ اسلامی آزادیٔ انسان کی علمبردار ہے اور اگر اس کی آزادی میں کوئی بندش موجود ہے تو وہ بلاوجہ نہیں ہے۔ اس کا تعین مصلاح عامہ اور مفاد انسانی کے لئے ہے۔ آزادی کے معنی اختیار تمیزی کی قوت ہے۔ آزادی کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک نہیں جو خالق کائنات ہے۔ اس لئے اصل طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور رسول اللہ ﷺ پیغمبر ہدایت ہیں جو بنی نوع انسان کو اس کی فطرت سے روشناس کرانے کے لئے مبعوث کئے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور اس طرح اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

دور جدید میں فقہ اسلامی کی افادیت و اہمیت اسی طرح مسلم ہے جس طرح روز اول میں تھی اور جدید مسائل سے یہ اسی طرح نباہ کرے گی جس طرح ماضی میں اس نے دنیا کے مسائل پر اپنا فیصلہ دیا ہے۔ جس طرح ماضی میں اس کی افادیت مسلم رہی اور تاریخ انسانی کو اس نے متوازن و منصفانہ معاشرتی ضوابط سے ہم آہنگ رکھا اسی طرح اب کے بعد آنے والے مسائل انسانی کے بارے میں بھی یہ کسی جمود یا تنگ دامانی سے دوچار نہ ہو گی۔ اجتہاد کا

دروازہ ہر دور میں اس کی افادیت کو حیات نو دیتا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے اپنے ایک خطبہ میں اسی حوالہ سے فکر انگیز تجاویز دی ہیں۔ اس میں مغرب کے ناروا اور انسانیت کش نظریات و تجربات کی تردید کرتے ہوئے مثبت اقدار' اخلاق اور اصولیائے زندگی پر مبنی صائب فکری کی ترویج دینے کی اپیل کی ہے۔ آپ نے فقہ اسلامی کے جدید مسائل کے تناظر میں تشکیل جدید پر زور دیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "اسلام میں قانون سازی اور اجتہاد" و "فقہ کی تدوین جدید اور اس کے تقاضے" امین احسن اصلاحی کی "تدوین جدید" حمید اللہ صدیقی کی "قانونی اسلامی کی تشکیل نو" امام ابوزہرہ کی کتاب "اسلامی قانون اور اجتہاد" اور مولانا مودودیؒ کی کتاب "پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی عملی تدابیر" گراں قدر مطالعات ہیں۔

اس وقت ترکی' مصر اور بہت سے عرب ممالک میں بھی فقہ اسلامی کے تناظر میں قوانین حکومت کی تشکیل جدید کا کام ہو رہا ہے جس میں حقوق انسانی کی رعایت پر بہت ہی زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں المحصانی کی فلسفۃ التشریع الاسلامی' احمد مصطفیٰ الزرقاء کی المدخل الفقہی العام اور اس کے علاوہ عبدالقادر 'عودہ شہید' سید قطب شہید' امام ابوزہرہ اور الاستاذ دوالیبی جیسے ماہرین کی آراء فقہ اسلامی کی دور جدید میں افادیت اور اس کے ممکنات پر سیر حاصل معلومات بخشتی ہیں جس سے حقوق انسانی کے حوالہ سے اسلام کی روشن تعلیمات کا اندازہ ہوتا اور اس حوالہ سے ضروری قانون سازی کے لئے نشان راہ کا پتہ چلتا ہے۔

عصر حاضر کے انسانی مسائل اور اسلام

اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ صنعتی اور معاشی انقلاب نے انسانی رشتوں کا تقدس ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اخوت' صلہ رحمی یا باہم محبت والفات کی باتیں اب ضیاع وقت متصور ہوتی ہیں۔ انسانی جذبات واحساسات پر مشینوں کی حکومت ہے۔ ذرائع ابلاغ کی برق رفتاری

نے جگہ جگہ اور ملک ملک میں انسانیت کی تذلیل اور قتل و غارت کی چنگھاڑ سے انسان کا ذہن مسموم کر کے رکھ دیا ہے اور آج کسی قتل کا ذکر سن کر کسی آنکھ میں آنسو تک نہیں ٹپکتا۔ عقیدہ، رنگ، زبان اور علاقائی امتیازات کی تفریقات عالمی چارٹر میں تو حرام ہیں لیکن امن کے نام پر زیر بار اقوام اور کمزور ممالک کا استحصال انہی تفریقات کے علی الرغم کیا جارہا ہے۔ آج بھی ترقی پذیر ممالک میں کالے کو گورے کے برابر وہ برابری نصیب نہیں جہاں بروقت انسانی حقوق کے نام پر غریب ممالک کا حقہ پانی بند کیا جاتا ہے۔ عقل بے لگام ہے۔ فکر و نظر بے راہرو ہے۔ ذہنی اطمینان اور سکون دل بھلا ایسے ماحول میں کب مل سکتا ہے جہاں پروفیسر جوڈ کے بقول "انسان نے پرندوں کی مانند ہوا میں اڑنا اور مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنا تو سیکھ لیا ہے لیکن اسے انسانوں کی طرح زمین پر رہنا اور چلنا نہ آیا ہے۔

ہر سال اربوں من غلہ اگتا ہے اور ضرورت سے زائد غلہ سمندر میں تو ڈبو دیا جاتا ہے لیکن انسانیت کے علمبردار وہی غلہ قریب میں بھوک و افلاس میں تڑپتے ممالک کو نہیں دیتے کیونکہ ان کے بقول ان کی مذہبی یا سیاسی بیداری کی سزا اسی طور سے ممکن ہوتی ہے۔

معاشی عدل و انصاف ناپید ہو چکا ہے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کی جان کے درپے ہے۔ اشتراکی ممالک کا مزدور جو کل آہنی شکنجوں میں کسا تھا آج بھی اس کی آزادی اسی طرح بدترین سرمایہ داری کے انسانیت کش قانونی جالوں میں جان بلب ہے۔

فلسفہ تاریخ کے ماہر آرنلڈ جے ٹامن بی نے اس پر کیسا خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔

"جدید انسان کا حال جوئے کے اس کھلاڑی کی مانند ہے جس نے اپنے داؤ بڑھاتے بڑھاتے جہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اس کا بینک اکاؤنٹ اس کی معاش اور اس کی زندگی سب بساط پر رکھے ہیں۔ تعطل بڑا خطرناک ہے اور وہ سوچتا ہے کہ بازی مار لینی چاہئے لیکن اسے اپنے ہنر پر بھروسہ نہیں ہے جس کے بل پر اسے کامیابی مل سکے۔"

انسانیت کو اخلاقی بحران کا سامنا ہے۔ مادی تدابیر سے ان کا ازالہ ناممکن ہے۔ جب تک عالمی دعویدار انسانیت اپنے اندر کا انسان زندہ نہیں کرتے جو کہ ذاتی مفادات اور "ہمہ

اوست'' کے زعم میں دوسرے انسان کے وجود سے ہی متنفر ہی نہیں بلکہ اس سے خلاصی کی تدابیر اختیار کرنے کے درپے ہیں۔ سید قطب شہید نے آج کے ماحول کو جاہلیت سے تعبیر کیا ہے جس نے حاکمیت کی باگ ڈور ایک انسان کے ہاتھ میں دے کر دوسرے انسان کو اس کا محکوم اور مجبور محض بنادیا ہے اور یہ وہی سیدھی سادی صورت ہے جس سے انسان قدیم جاہلیت میں آشنا تھا۔ جس طرح ماضی میں اسلام نے آمریت و حاکمیت کے بت توڑے اور انسانی جبر واقتدار کے شکنجوں کو توڑ کر جاں بلب انسانیت کو حیات نو سے آشنا کیا تھا۔ آج پھر اسی اسلام کی حیات آفرین تعلیمات کی تشکیل و تدوین جدید کی ضرورت ہے۔ جو آج پھر انسان کو انسان کی بندگی و غلامی سے نکال کر خالق کائنات کی عبودیت کی لذت سے آشنا کر دے۔

آج کا انسان انفرادی اور اجتماعی سطح پر جس بے دردی سے استحصال کا شکار ہے اور اسلام میں اس کے درد کا مداوا کیونکر ممکن ہے اس کا جائزہ آئندہ کے صفحات میں لیا جائے گا تاکہ معاشرت انسانی کو درپیش اخلاقی' سماجی' معاشی' سیاسی اور تہذیبی مسائل کے ممکن حل کی بنیادوں کو تلاش کیا جاسکے۔

انفرادی حقوق

نظام کائنات کا محور انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور جس کے لئے کائنات کی ساری رنگینیاں مسخر کردی گئی ہیں۔ اس کے اردگرد اس کی احتیاجات اور تعلقات کے دائرے کھنچے ہیں۔ قریب ترین دائرہ اس کا اپنا گھر ہے جہاں اس کے متعلقین میں اس کے اپنے بیوی بچے' والدین اور اعزہ واقربا ہیں۔ اس سے اگلا دائرہ اس معاشرہ کا ہے جس میں اٹھتا بیٹھتا اور کام کرتا ہے اور جو اس کی زندگانی کی ضروریات کی کفالت میں اس کا مددگار و معاون بنتا ہے۔ اس میں اس کے ہمسائے' دوست احباب' رفقائے کار' ہم پیشہ و ہم مکتب ہیں۔ اس دائرے سے آگے دائرہ ریاست کا دائرہ جس کا وہ ایک باشندہ ہے اس میں یا تو وہ حکمران ہے یا اس کا تعلق رعایات سے ہے۔ ریاست کے دائرے سے آگے ایک اور وسیع

دائرہ ملت اسلامیہ کا دائرہ ہے یہ اسلامی اخوت کے رشتہ کا دائرہ ہے۔اس سے آگے بہت بڑا وسیع دائرہ انسانی اخوت کا دائرہ ہے جس میں اولادِ آدم کے سب افراد بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔انسان دنیا میں خدا کا نائب ہے۔اسے خلیفۃ الارض کا منصب ملا ہے۔اس لئے خلیفۃ اللہ ہونے کے ناطے خداوند قدوس سے اس کا تعلق بھی ایک بہت بڑے دائرے کو تشکیل دیتا ہے جس سے اس کی ذمہ داریوں کا ایک نیا سلسلہ ابھرتا ہے۔جب انسان کا تعلق کائنات ارض کی ایک ایک چیز سے مسلم ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی اس کی ہر چیز سے متعلق ہے۔جمادات سے بھی کہ ان کو بے موقع صرف نہ کیا جائے۔نباتات سے بھی کہ ان کی نشوونما اور تربیت کا موقع دیا جائے' حیوانات سے بھی کہ ان کو بے سبب تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے اور انسانوں سے بھی کہ ان کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے اور ان سے اپنے تعلق انسانیت کو بھرپور طریقے سے ادا کیا جائے۔خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے مناسب طور پر وہ کام لے۔غرض اس طرح انسان کے تعلقات کا دائرہ کائنات کے وسیع کینوس پر پھیلتا پھیلتا اس کے اپنے نفس کی اصلاح کے مرکز پر سمٹ کر رہ جاتا ہے۔اشیائے کائنات کے ساتھ انسان کے انہی تعلقات کے حقوق و فرائض جنم لیتے ہیں۔وہ حقوق جو ایک انسان کی اپنی نشوونما' آزادی' تعلیم' روزگار اور دیگر معاشرتی استحقاقات سے متعلق ہے۔وہ اس کے انفرادی حقوق ہیں۔جبکہ وہ حقوق جو اسے معاشرتی فرد ہونے کی وجہ سے ملتے ہیں وہ اس کے اجتماعی حقوق کہلاتے ہیں۔ذیل میں انسان کے انفرادی حقوق کا اجمالاً فرداً فرداً مطالعہ کیا جاتا ہے۔

حق حیات

دنیا میں دو قسم کے تصور حیات موجود ہیں۔

(1)انسانی زندگی محض طبعی زندگی ہے اور ایک انسان محض طبعی قوانین کے مطابق زندہ رہتا ہے اور مر جاتا اور جب اس کے تنفس کی آمدورفت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو اس

کے ساتھ ہی اس کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو عصر حاضر کی زبان میں مادی نظریۂ حیات کہتے ہیں۔

(2) دوسرا تصور حیات یہ ہے کہ جسم کے علاوہ انسان میں ایک اور شے بھی ہے جسے اس کی ذات یا نفس کہا جاتا ہے یہ قوانین طبعی کے ماتحت نہیں آتا۔ یہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور اس طرح انسان مرنے کے ساتھ بھی نہیں مرتا۔ اگر اس نفس کی دیکھ بھال اور نشو و نما کی جائے تو نہ صرف انسان کی دنیاوی زندگی خوشگوار رہتی ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی وہ مزید ارتقائی مراحل طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

اس طرح نفس انسانی بعض ظاہری و باطنی کیفیات کے مجموعہ کا نام ہے اور اس طرح انسانی حیات کے حق سے مراد اس کے طبعی و روحانی کے جملہ تقاضوں کی زندگی یا نشو و نما کے حقوق مراد ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں

(1) طبعی حیات نفس انسانی کا حق یعنی حرمت جان کا حق

(2) طبعی احترام نفس انسانی کا حق یعنی احترام انسانیت کا حق

(3) طبعی تعلیم و تربیت نفس انسانی کا حق یعنی نشو و نما و تعلیم انسانی کا حق

(4) ہدایت نفس انسانی کا حق

(5) حق معاشرت و بود و باش

(6) حق روزگار و کسب معاش

(7) حق صحت و توانائی

(8) حق مجلس و آزادیٔ اظہار

(9) حق تفریح و آزادیٔ حرکت

(10) حق خاندان و اولاد

(11) حق مساوات و برابری

(12) حق ملکیت و جائیداد

(13) حق امن و سکون

(14) حق عدل و سماجی انصاف

(15) حق مذہب و عقیدہ

(16) حق سیاست و حکومت

(17) حق خلوت و تنہائی

(18) حق صرف مال

(19) حق آزادئ تعلقات

(20) حق حریت فکر و عمل

(21) حق مشاورت واستفادہ

(22) حق حکمرانی وراہنمائی

(23) حق امداد و معاونت

(24) حق کفن ودفن

☆...... حرمت نفس انسانی کے حوالہ سے قرآن مجید کا دوٹوک فیصلہ ہے۔

"جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (النساء:93)

☆...... سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

"کسی جان کے قتل کا ارتکاب کبھی نہ کرو مگر یہ کہ اللہ نے حرام کیا سوائے اس کے جب حق اس کی اجازت دے۔" (آیت:33)

☆...... دوسری جگہ ارشاد ہوا:۔

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے نہ مار ڈالو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔ (آیت:31)

☆..... ''اور آپس میں خون مت کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔'' (النساء:29)

☆..... ''اور نہ مار ڈالو اس جان کو (خواہ اپنی ہو) جس کو اللہ نے محترم کیا ہے مگر جائز طور پر (جیسے قاتل، مرتد اور زانی کا قتل) تم کو یہ حکم ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔''

''رسول اکرم ﷺ گھر پر آرام فرماتے تھے کہ ایک لڑکی کو اس کے والدین اس حالت میں اٹھا لائے کہ وہ آخری دموں پر تھی۔ اس نے زیورات پہنے ہوئے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی حالت کو دیکھ کر پوچھا تو والدین نے بتایا۔ ''فلاں یہودی نے لڑکی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

''آنحضرت ﷺ نے لڑکی کی طرف دیکھا تو اس نے تصدیق کر دی جس پر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ تورایت کے احکام کے مطابق اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا جائے۔''

قرآن مجید کے مطابق ہر وہ انسان جو کسی انسان کی جان مارتا ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے کہ قصاص میں جس نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کے بدلہ میں اس کو بھی اتنا ہی نقصان پہنچایا جائے۔

''اور ہم نے لکھ دیا ہے اس کتاب میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جس نے معاف کیا تو وہ گناہ سے پاک ہوا اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے متعلق قصاص کا حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم (بے انصاف) ہیں۔'' (المائدہ:45)

ورثاء مقتولین کو حق دیا گیا ہے کہ وہ مقتول کے قتل کا خون بہا لے لیں اور قاتل کو معاف کر کے اس کی جان بخشی کر دیں۔ سورۃ بقرہ کی آیت 178:179 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اے ایمان والو! تم کو مقتولین کے بارے میں قصاص (خون کے بدلے خون) کا حکم

دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد (جس نے قتل کیا) اور غلام کے بدلے غلام (قاتل) اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (دینی) بھائی (یعنی مقتول کے وارث) معاف کر دیں تو (دیت یعنی خون بہا) پیروی کریں نیکی کی۔ یہ رب کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے (کہ چاہو قصاص لو' چاہو دیت یعنی خون بہا اور چاہے معاف دو) پھر جو اس فیصلہ کے بعد زیادتی کرے (مثلاً خون بہا بھی لے اور قتل بھی کرے) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے تاکہ تم (خون ریزی سے قصاص کے ڈر) بچتے رہو۔"

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو کسی نے قتل کر دیا۔ ان کے ساتھی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو عمر میں بڑا ہو وہ بات کرے۔ بات سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ پچاس قسمیں کھا کر اپنے مقتول (کی دیت) کے مستحق بن جاؤ۔" ورثاء نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! یہ معاملہ ایسا ہے جسے ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔" جس پر آپؐ نے فرمایا۔ "تو پھر یہودی پچاس قسمیں کھا کر اس الزام سے بری ہو جائیں گے۔" اس پر مقتول کے ورثاء نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! وہ تو کافر ہیں (یعنی جھوٹی قسم کھالیں گے) جس پر رسول کریم ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو اپنی طرف (حکومت) کی طرف سے دیت ادا کر دی۔" (بخاری=79:78)

امام نووی نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک مقتول کے وارث پچاس قسمیں کھائیں گے اور اگر وہ نہ کھائیں تو جن پر شبہ ہو ان سے قسمیں لی جائیں گی اگر قاتل کا پتہ نہیں چلے گا تو دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی کیونکہ حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ شہری کی جان کی حفاظت کرتی۔ مقتول کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قسم کھانے کی صورت میں قصاص نہیں ہوگا۔ صرف دیت لازم آئے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت

کے روز سب سے پہلے خون کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (بخاری= 48:81)

حرمت نفس انسانی کے حوالہ سے یہ کتنی بڑی اہمیت کا اظہار ہے کہ یوم حساب کے روز سب سے پہلے اسی کا حساب کتاب ہو گا اور اگر دنیا میں کسی نے حیلہ جوئی یا چرب زبانی یا اپنے تعلقات خاص سے یا کسی اور طریقے سے اپنے آپ کو قتل کرنے کے باوجود مواخذہ یا قصاص وغیرہ سے بچالیا ہے تو قیامت کے دن وہ بچ نہیں سکے گا۔ اور اسے اس عمل کا پورے کا پورا حساب دینا ہو گا۔

حق حیات کے حوالے سے ہر انسانی جان کے لئے حق آسائش بھی لازم آتا ہے۔ یعنی ہر انسان کو دنیا کے اندر خوشحال زندگی گزارنے کا حق ہے اور اس کے امن و سکون کے لئے اسے جائز طریقے سے اپنی کوشش کرنے کا حق بھی ہے۔

اسلام انسانی جان کی حرمت کا اس حد تک احساس رکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص فقر و فاقہ یا توہمانہ عقائد کی رو سے اپنی اولاد کو قتل کرے تو اس پر اس کو زبردست تنبیہ کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی طرف سے حاملہ عورت پر کئے جانے والے تشدد کی وجہ سے اگر بچہ مر جائے تو اس کا بھی مواخذہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مارا جس سے اس کے پیٹ کا بچہ ہلاک ہو گیا۔ یہ مقدمہ رسول کریم ﷺ کے حضور پیش ہوا تو آپؐ نے فریقین کا موقف سن کر فیصلہ دیا کہ اس پیٹ کے بچہ کی دیت لڑکا تھا یا لڑکی، ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا ہے۔" (بخاری=46:76)

امام نوری لکھتے ہیں کہ بچہ ہو یا بچی اگر مردہ نکلے تو خون بہا یہی ہے اور اگر زندہ نکلے اور اسی چوٹ کے اثر سے بعد میں مر جائے تو اس صورت میں پوری دیت ہو گی جو کہ سو اونٹ مرد کے لئے اور پچاس اونٹ عورت کے لئے واجب الادا ہیں۔ یہ دیت مجرم کے پدری رشتہ داروں پر واجب الادا ہو گی نہ کہ مجرم کی ذات پر، یہ موقف امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہ کا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کا وہ ارشاد روایت کیا ہے جس کے تحت پتہ چلتا ہے کہ کن امور کی وجہ سے کسی فرد کا خون بہانا جائز ہے۔
"رسول کریم ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کلمہ گو کا قتل صرف ان تین صورتوں میں جائز ہے۔
(1) جان کے بدلے جان یعنی جس کسی نے قتل کیا اس کے بدلہ میں اس کو قتل کیا جائے گا۔
(2) وہ شخص جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا۔
(3) وہ شخص جس نے دین اسلام چھوڑ کر جماعت مسلمین سے علیحدگی اختیار کرلی
"امام نووی لکھتے ہیں کہ "جان کے بدلے جان کے قانون کی رو سے قتل کا اختیار صرف مقتول کے ولی کو حاصل ہے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ قاتل کو قتل کرے۔" یہ بھی صرف اور صرف حکومت کی اجازت سے ممکن ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص کوئی قتل اس وقت کرتا ہے جب مقتول نے اس سے پہلے قتل کا ارتکاب کیا ہو تو پھر اس قتل کا مواخذہ نہ ہو گا۔ اور اگر بدلہ کے طور پر قتل کا ارتکاب کوئی دوسرا شخص کرے گا جس کا مقتول سے قریبی رشتہ نہ ہو گا اور اسے ولی ہونے کا حق نہ ہو گا تو اسے اس قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح اپنا دفاع کرتے ہوئے اگر کوئی کسی کا نقصان کر دے تو اس پر بھی کوئی تاوان نہیں ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر دانتوں سے کاٹا اور اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے چھڑانے کے لئے کھینچا تو اس کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ کر گر گئے پھر یہ دونوں جھگڑا لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے کاٹنے والے سے فرمایا۔ "کیا کوئی شخص اپنے بھائی کے اس طرح کاٹتا ہے جیسے اونٹ کاٹتا ہے۔ تم کو کوئی دیت نہیں ملے گی۔

☆...... منافق ہونے کے شک کی بناء پر کسی نمازی کا قتل نہیں کیا جا سکتا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی بات پر

رسول کریم ﷺ سے گستاخانہ لہجہ میں کہا۔ "اللہ سے ڈریئے۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟" آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں! ہو سکتا ہے وہ کبھی نماز پڑھتا ہو۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "بہت سے نماز پڑھنے والے (نماز میں) زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں؟" آپؐ نے فرمایا۔ "مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں یا ان کا پیٹ چیر کر دیکھوں۔" پھر آپؐ نے اس شخص کی طرف دیکھا جو پیٹھ موڑے جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن مجید روانی سے پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ایسے لوگ دین سے اس طرح خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔"

☆...... صلح کر لینا اور دیت لے کر معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری لڑکی کے سامنے کے چار دانت توڑ دیئے۔ رسول کریم ﷺ نے قصاص کا حکم دیا۔ بعد ازاں وہ لوگ باہم راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت لینا قبول کر لیا اس موقع پر جب آپؐ نے قصاص کا حکم دیا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا نے کہا تھا۔ بخدا اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے جب وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "یقیناً اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر اللہ کے بھروسے پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو سچ کر دیتا ہے۔"

☆...... خودکشی کرنا اپنی جان کا ہلاک کرنا ہے۔ اسلام نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے۔

سورۃ النساء میں ارشاد ہے۔ "اپنی جانوں کا قتل نہ کیا کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔"

اور سورۃ انعام میں فرمایا:۔

''اس جان کو کبھی ہلاک نہ کرو جس کو اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مگر یہ کہ حق اس کی اجازت دے۔''

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں سے ایک شخص زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر اس قدر بے چین ہوا کہ اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس کے نتیجے میں اس کا بہت سارا خون بہہ گیا اور اس طرح اس کی موت واقع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس حرکت پر فرمایا کہ میرا بندہ خود کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔ (بخاری=50:60)

ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس شخص نے خود کو پہاڑ سے گرایا اور خودکشی کر لی وہ جہنم میں جائے گا۔ اور وہاں پر اسے مسلسل پہاڑ سے گرائے جانے کے عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کی وہ بھی جہنم میں زہر ہاتھ میں لئے خود کو اسی زہر سے ہلاک کرتا رہے گا اور ہمیشہ اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا۔ اور جس شخص نے خود کو لوہے کے کسی ہتھیار سے ہلاک کیا وہ جہنم میں وہی ہتھیار ہاتھ میں لئے مسلسل اسے اپنے پیٹ میں مار مار کر خود کو ہلاک کرتا رہے گا اور ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔'' (بخاری 56:76)

فقہ اسلامی یا شریعت اسلامی میں مواخذہ پر اس قدر زور نہیں بلکہ صلہ رحمی، صلح جوئی اور باہم حق آشنائی کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے تاکہ انسانی جانوں کا کم سے کم اتلاف ہو۔ آپ نے ایک انسان کو دوسرے انسان کو گالی گلوچ کرنے منہ پر تھپڑ مارنے یا ظلم کرنے کو انتہائی ناپسند فرمایا ہے کیونکہ یہ سارے امور حیات انسانی کی توہین اور قدر ناشناسی کے زمرے میں آتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان حیات انسانی کی حرمت کے حوالہ سے آج کی حقوق انسانی کی تنظیموں کے لئے اسلام کا اصل چہرہ دکھانے کے لئے کافی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:۔

"جس کسی نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے پوری بنی نوع انسانی کا قتل کیا۔"
اسلام حرمت نفس انسانی کی عظمت کا اس لئے بھی قائل ہے کہ ہر انسان اللہ کی مخلوق ہے اور کل مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اس لئے خلق خدا کی زندگی کو نقصان پہنچانے والا اسلام کے نزدیک کسی طور پر بھی قابل معافی نہ ہے۔

حق روزگار و کساب معاش

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کی روزی کا ذمہ اپنے سر لیا ہے اور لوگوں کو حلال چیزیں کھانے اور زمین کے خزانوں سے محنت کر کے اپنے لئے اس کی نعمتیں اکٹھی کرنے کا حق دیا ہے۔
سورۃ نحل میں ارشاد ہے۔
☆...... "اللہ کی دی ہوئی حلال اور پاک روزی کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔" (آیت نمبر 114)
دوسری جگہ سورۃ المائدہ میں ارشاد خداوندی ہے۔
"کہہ دو کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں اگرچہ تمہیں ناپاک کی بہتات اچھی لگے سوائے عقل مندو، اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہاری نجات ہو۔" (آیت نمبر 100)
سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔
☆......وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔ (آیت 29)
☆...... سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا۔
"ہم نے زمین میں تم کو اقتدار بخشا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے معاشی ذرائع فراہم کر دیئے۔" (آیت 10)
☆...... سورۃ ابراہیم میں ارشاد ربانی ہے۔
"اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اسی کے

ذریعہ سے تمہارے رزق کے لئے پھل نکالے اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کیا جو پیہم گردش کر رہے ہیں اور دن اور رات کو تمہارے مفاد میں ایک قانون کا پابند کیا اور وہ سب کچھ نہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ (آیت32:34)

غرض اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ باور کرادیا کہ رزق کا معاملہ میرے پاس ہے اور میں جسے چاہتا ہوں جتنا چاہتا ہوں دیتا ہوں لیکن انسان کا یہ کام ہے کہ وہ اپنی محنت کر کے میرے پیدا کئے گئے زمین کے خزانوں سے اپنے لئے حصہ تلاش کرے۔ ایک دوسرے کی محنت پر ہاتھ ڈالنا حرام ہے۔ اپنی محنت سے رزق حاصل کرنا حلال ہے۔

سورۃ النساء میں ارشاد ہے۔

"ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور یہ کہ تمہارے درمیان تجارت ہو آپس کی رضامندی سے۔" (آیت:29)

سورۃ الانعام (آیت نمبر 165) میں واضح کر دیا کہ رزق کی کمی بیشی کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اس پر کسی قسم کا حسد کرنا یا دکھ کرنا غیر فائدہ مند ہے۔ دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

"دیکھو کس طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آخرت تو درجات کے فرق اور تفضیل میں اور بھی زیادہ ہے۔" (بنی اسرائیل: 21)

سورۃ زخرف میں فرمایا۔

"کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کی ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تاکہ ان میں سے کچھ لوگ کچھ دوسرے لوگوں سے کام لیں اور تیرے رب کی رحمت تو اس مال و دولت سے بھی بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔" (آیت:32)

کسب مال میں حلال طریقے اختیار کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حلال کمائی بڑھتی ہے جبکہ حرام کمائی دین و آخرت کی ذلت کا باعث ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حکام کے سامنے پیش کرو تاکہ کھا جاؤ جانتے بوجھتے ہوئے لوگوں کے مال گناہ کے ساتھ۔" (آیت 188)

اس آیت میں رشوت ستانی کے ذریعے سے حکام بالا کو رام کر کے دوسروں کے اموال ہڑپ کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا۔

"جو کوئی خیانت کرے وہ اپنے خیانت کئے ہوئے مال کے ساتھ قیامت کے روز حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔" (آیت 161)

اسی طرح چوری کر کے لوگوں کے مال کھانے کو حرام قرار دیا اور انہیں سزا دینے کا حکم دیا۔

سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے۔ (آیت نمبر 38)

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

یتیموں، غریبوں اور مسکینوں کا مال ہڑپ کرنے والوں کے لئے سخت ناگواری کا اظہار کیا گیا اور جہنم کی آگ میں ڈالنے کا عذاب سنایا گیا۔ سورۃ النساء (آیت نمبر 10) میں ارشاد ربانی ہے۔

"جو لوگ یتیموں کے مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔"

قرآن مجید کی ان مذکورہ بالا تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اپنی معاشی حکمت عملی میں آزاد ہے جس حد تک وہ انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے حوالہ سے فائدہ مند ہے۔ لیکن کسی ایسے روزگار کا حق نہیں جسے وہ دوسرے انسانوں کا حق مارنا شروع کر دے۔ اسلام

انسان کی اخلاقی برتری کو برقرار رکھتا ہے۔ وہ انسان کو معاشی حیوانیت کے درجے میں جانے نہیں دیتا۔ تعلیم و اخلاقی تربیت کو معاشی انصاف کے ساتھ منسلک کرتا ہے تاکہ انسانی معاشرہ میں یکساں اور منصفانہ طور پر وسائل رزق سے استفادہ ہوتا رہے۔ اگر کسی کے پاس وسائل زیادہ آجائیں تو وہ ازخود اپنے دوسرے بھائی بندوں جن کے پاس وسائل نہیں کو دے کر احسان کرے۔ اور اس طرح اسلام طبقاتی نزاع پیدا کرنے کی بجائے ایک دوسرے پر احسان و کرم اور عفو و درگزر کے ذریعے محبت و قربت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم ہر انسان کو یکساں مواقع' یکساں سیاسی و اخلاقی ماحول کار اور ہمدردانہ سرپرستی کا منصفانہ سہارا ضرور دیتا ہے۔ اس کے بعد ہر انسان اپنی صلاحیت کار اور اپنی محنت سے وسائل رزق حاصل کرتا ہے۔ اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا قائل نہیں یہ جبری نظام ہے جو کہ انسان کی فطری صلاحیتوں کے استعمال اور ان کی محنت کے جذبے کا استحصال ہے۔ اسلام انسانوں کو منصفانہ رویے اپنانے کی تلقین ہی نہیں کرتا بلکہ انہیں قانونی طور پر پابند بھی کرتا ہے۔ اسلام حرام ذرائع کو اپنانے کی اجازت نہیں دیتا اور ایسے وسائل سے کمائی گئی دولت کو اس کی دولت شمار نہیں کرتا۔ خیانت' رشوت' غصب' غبن' سرقہ' ناپ تول میں کمی' فحاشی کے کاروبار' قحبہ گری' مسکرات کی خرید و فروخت' دھوکہ دہی کی تجارت' سود کی کمائی' جوا' سٹہ بازی اور وہ تمام امور جو ناانصافی' دھوکہ دہی یا مفاد عامہ کے لئے مضرت رساں ہوں اسلام نے ان کی کمائی حرام قرار دی ہے اور قانونی طور پر ان کو ممنوع ٹھہراتا ہے۔ ان طریقوں کو چھوڑ کر آدمی زراعت' تجارت اور پیشہ ورانہ ہنر مندی سے جو کماتا ہے اسے حلال ٹھہراتا ہے اور اپنی میراث چھوڑنے کا اسے حق ہوتا ہے جو اس کے جائز ورثاء میں اسلامی طریقہ کے مطابق تقسیم کردی جاتی ہے۔ اسلام احتکار کو منع کرتا ہے۔ آدمی کو سیدھی سادھی تجارت کا حکم دیتا ہے۔ آپ کسی مال کو اس کی مانگ کے باوجود روک رکھنے کا حق نہیں رکھتے۔ اشیائے ضرورت کی قلت پیدا کر کے مہنگائی کو بڑھانا اسلام نے حرام کر دیا ہے کیونکہ یہ انسانی ضروریات کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے مترادف ہے۔

اسلام بے جا اجارہ داری اور ناجائز ملکیت کو بھی روا نہیں رکھتا کیونکہ وہ وسائل معاش سے عام لوگوں کے استفادے کو ناممکن بنادیتے ہیں۔ اجارہ داری صرف وہ جائز ہے جو اجتماعی مفاد کے لئے ناگزیر ہے۔ اسلام جدوجہد کا میدان سب کے لئے یکساں کھلا رکھتا ہے اور ہر شخص کو ہاتھ پاؤں مارنے کے لئے یکساں مواقع دیتا ہے۔ اسلام کسی خاص پیشہ کو خاص لوگوں کے لئے مخصوص کرنے کا کسی کو روادار نہیں سمجھتا۔ ہر آدمی کو اپنی پسند کا کاروبار' تجارت' پیشہ اور کسب معاش اختیار کرنے کا حق دیتا ہے۔ لیکن ناجائز طریقوں کو اپنانے اور بنی نوع انسان کے لئے تکلیف دہ کاروبار کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام انفرادی ملکیت میں اس کے بال بچوں' اس کی بیوی' اس کے قریبی رشتہ داروں' مظلوم و مقہور لوگوں اور اس کے قریبی ہمسایوں کا بھی حق مقرر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہر محلے' ہر گلی اور ہر کوچے میں جو لوگ خوشحال ہوں وہ بدحال اور محتاج لوگوں کی پرورش وپرداخت کا ذمہ لینے کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام ہر شخص کو حد وسعت تک اس شخص کی مدد کو پہنچنے کا حکم دیتا ہے جو محتاج ہو اور مدد مانگتا ہو۔ اسلام ہر شخص کو مال پر مال جمع کرنے کا خبط سوار کرنے کی بجائے لوگوں کی دستگیری اور ہمدردی سے خلائق خدا کے دل جیتنے میں خوشی محسوس کرتا دیکھنا چاہتا ہے اور یہی کائنات کی تخلیق کا اصل مقصد اور رضائے خداوندی ہے۔ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے بھلائی کے ہر کام میں دلچسپی لینا' محنت کرنا' بچوں کی پرورش وپرداخت' گھر کی ضروریات پوری کرنا' رشتہ داروں کی صلۂ رحمی کرنا' ہمسایوں کی مدد کرنا' محتاجوں' غریبوں اور ضرورت مندوں کی دستگیری کرنا اسلام کے نزدیک رزق میں کمی کا باعث نہیں بلکہ رزق میں وسعت اور مخلوق خدا میں رحمت و محبت کی افزائش سے امن وسکون کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حق مساوات

اسلام کے نظام اقدار میں ایک بنیادی عنصر مساوات کا اصول یا دوسرے الفاظ میں حق راستی اور انصاف کا حق ہے۔ مساوات کی اس قدر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کامل برابری

ہو اور معیارات میں کوئی فرق نہ ہو۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سارے انسان برابر ہیں مگر معیار کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ قابلیت و ہنر مندی میں برابر نہیں' حوصلوں اور ارادوں میں برابر نہیں' لیکن اس فرق کے باوجود انہیں ایک دوسرے پر ذات کے حوالے سے' نسل کے حوالے سے' رنگ کے حوالہ سے' قوم یا خاندان کے حوالہ سے' منصب یا مرتبے کے حوالہ سے یا معاشی و سماجی تفاوت کے حوالہ سے کوئی برتری نہیں۔ تمام انسان معاشرے کے برابر معزز شہری ہیں اور انہیں معاشرے میں برابر جینے کا حق ہے۔ معاشرے کے وسائل سے یکساں فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ ہر منصب اور پیشے میں جانے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کا حق ہے۔ اسلام میں برتری و فضیلت صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ ہر وہ آدمی فضیلت کا اتنا ہی حامل و حقدار ہوگا جو تقویٰ میں جتنا زیادہ' قوی اور معتبر ہوگا۔ نیکی' بھلائی اور روحانی حسن و خوبی انسانی برتری کے زیور اور کمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات میں مساوات انسانی کی توضیح ان الفاظ میں کر دی ہے۔

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک عزت و برتری والا صرف وہ ہے جو تمہارے میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔" (آیت:13)

نسل' رنگ یا معاشرتی حیثیت محض اتفاق ہیں۔ انسان کی حیثیت اللہ کی نظر میں ان وجوہات سے متاثر نہیں ہوتی۔ آئین اور قانونی حقوق کے اعتبار سے ہر انسان کو مساوی اور یکساں حقوق حاصل ہے اور اس کی اسلام میں بایں طور پر بنیادی وجوہات ہیں۔

(1) سارے انسانوں کو ایک ہی خدائے لم یزل نے پیدا کیا۔

(2) سارے انسان ایک ہی نسل انسانی سے ہیں جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے شروع ہوا۔

(3) مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اسے کنبہ کا ہر فرد ایک جیسا محبوب اور پیارا ہے۔

(4) ہر انسان پیدا ہوتے وقت ایک جیسا پیدا ہوتا ہے اس لئے اسے معاشرے میں بھی ایک جیسے یکساں اور مساوی حقوق ملیں گے۔

(5) ہر انسان مرتے وقت کچھ نہیں لے جاتا صرف اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس لئے ہر انسان کے لئے زمین پر ایک خاص وقت تک ایک جیسے مواقع کا ملنا ایک فطری حق ہے۔

مندرجہ بالا فطری اقدار کے ساتھ چند اقدار ایسی بھی ہیں جن کی اہمیت کا احساس کائنات کے فطری نظام کا تقاضا ہے۔

کائنات سے تعصب اور ایذارسانی کا خاتمہ تبھی ممکن ہے جب ہر انسان کو منصفانہ اور مساوی مواقع ملیں گے تو کسی کو دشمنی یا ایذارسانی پر کوئی چیز اکسا نہیں سکے گی۔ ظلم اور زیادتی کا اس طرح خاتمہ ہوگا۔ ایک خاص طبقہ کو بڑھاوا دینا دوسرے طبقات میں دلی نفرت پیدا کرتا ہے اور پھر اسی کی بنیاد پر ان کے اندر دشمنی پیدا ہوتی ہے جس کا اثر جنگ و تباہی کے عناصر کی افزودگی کی صورت میں ہوتا ہے۔ انصاف اور مساوات ہر انسان کا ایک فطری حق ہے اور کائنات کی تنظیم کا ایک فطری تقاضا بھی، جس سے نظام بشریت کو حیات ملتی ہے اور ہر انسان کو اپنی صلاحیتوں کے یکساں استعمال و آزمائش کا موقع ملتا ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر سے آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد مروی ہے جو انسانوں کو وسائل رزق خداوندی سے یکساں استفادے کے حق کی توضیح کرتا ہے۔

"آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ زمین خدا کی ہے اور بندے بھی خدا کے ہیں۔ جو شخص کسی مردہ زمین کو زندہ کرے گا وہی اس زمین کا زیادہ حقدار ہے۔" (ابوداؤد)

تو گویا ہر انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی محنت سے بر بنائے۔ پہلی آبادکاری کر کے مردہ زمین کو کاشت کے اس کا مالک بن سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ زمین پہلے کسی کی ملکیت نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک فرمان نبویؐ مروی ہے۔

"آنحضرت نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی ایک ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی دوسرے

کی ملک نہ ہو تو وہ ہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔" (بخاری)

اسلام اخوت انسانی کا درس دیتا ہے جو معاشرہ کی صحت و سلامتی کا مظہر ہے اور یہی اخوت انسانی مساوات انسانی کا دوسرا نام ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"خبردار کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تم میں سے برتر وہ ہے جسے پرہیز گاری میں فضیلت حاصل ہے۔"

اس لئے اسلام ایک شخص کو مساوات انسانی کی بنیاد پر مندرجہ ذیل معاملات میں یکساں بنیادوں پر حق دیتا ہے۔

(1) معاشرے کا ایک آزاد شہری ہے اور اسے دوسرے شہریوں کے برابر اتنے ہی حقوق حاصل ہیں جتنے کسی دوسرے کو۔

(2) حق روزگار کا برابر حق حاصل ہے اس کو کسی پیشہ کے اختیار کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ البتہ کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے کا اسے حق نہ ہوگا جو معاشرہ کے مفادات کے منافی ہو۔ کیونکہ اجتماعی مفاد بہرحال معاشرہ کے فرد کی حیثیت سے ایک عام انسان کا اتنا ہی مطلوب و مقصود ہے جتنا دوسرے معاشرے کا۔

(3) حاکم وقت یا حکمرانوں یا کسی بھی طبقے سے پہنچنے والی تکلیف پر دادرسی کا طالب ہو سکتا ہے۔

(4) وسائل رزق سے اپنا حصہ اپنی محنت سے حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی اس کی آمدنی پر رکاوٹ یا پابندی نہیں لگا سکتا۔

(5) معاشرہ کے اندر اور باہر ہونے والے واقعات اور اس کی کارگزاری پر تبصرہ کرنے کا اتنا ہی مجاز ہے جتنا کوئی دوسرا شہری ہو سکتا ہے۔

(6) محنت یا اجرت کو اپنی محنت کے بدلہ میں لینے کا حق رکھتا ہے۔ کوئی اس کی محنت کو کسی نامنصفانہ بنیاد پر کم کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

(7) حق ملکیت کا روادار ہے۔

(8) حق آزادی کو استعمال کر کے معاشرہ میں جہاں چاہے چلے پھرے اور جہاں چاہے بود و باش اختیار کرے مگر یہ اس کے اپنے وسائل اور اپنی معاشی ذمہ داریوں کے حوالے ہی ممکن ہے۔

(9) ہر پیشہ زندگی اختیار کر سکتا ہے جس کا معاشرہ میں کوئی قابل قدر مقام و مرتبہ ہے۔

(10) اپنے خاندان اور اولاد کی پرورش، تعلیم اور ان کی رہائش کے لئے اپنی خواہشات اور سہولیات کے مطابق جس درجہ میں رکھنا چاہے اسے رکھنے کا حق ہے۔

(11) آسائشات زندگی کو اختیار کرنے کا مساوی حق رکھتا ہے۔

(12) قانون کی رو سے سب شہریوں کے برابر مساوی درجہ اور حق رکھتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اپنا حق مانگ سکتا ہے۔

(13) رنگ، نسل، خاندان، زرومال، جسمانی خدوخال، مذہب، پیشہ و مرتبہ اور علاقے کے حوالہ سے کسی امتیاز یا تفریق کا روادار نہیں ہے۔

(14) روٹی، کپڑا اور مکان کسی فرد کا بنیادی حق ہے اور سلطنت اس کی کفیل ہے اگر کوئی شہری اپنی کسی معذوری یا مجبوری کی وجہ سے ان حقوق کے حاصل کرنے سے معذور ہے تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں سے ان حقوق کی کفالت کا دعویٰ کرے۔

(15) صحت، تعلیم، تفریح اور ترقی کے لئے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے کسی امتیاز کی بنیاد پر اسے روکا نہیں جا سکتا۔

(16) بنیادی ضروریات زندگی سے تعلق رکھنے والی اشیاء سے تمام انسانوں کی طرح ہر فرد برابر مستفید ہو سکتا ہے۔ آگ، نباتات، درخت، سبزہ، پانی، ہوا اور زمین تمام بنی نوع انسان کا مشترکہ سرمایہ ہے اور برابر کے مالک ہیں لیکن جس قدر کوئی فرد اپنی محنت سے اپنی ملکیت لے چکا ہوتا ہے اس پر کوئی دوسرا فرد قبضہ نہیں کر سکتا۔

(17) کسی فرد کو جب کوئی عہد کر لے اسے توڑنے کا حق نہیں۔ اس لئے اس کو توڑنے پر دوسرے کو احتساب کرنے کا حق حاصل ہے۔

(18) جان' مال' اولاد اور آسائشات کسی انسان کی بنیادی ملکیت ہیں اور سب انسانوں کو یہ حق رکھنے میں برابری حاصل ہے لیکن کسی شہری کو دوسرے کی جان' مال' اولاد اور آسائشات کو تج کرنے' ختم کرنے یا ناممکن بنانے کا حق نہیں۔ معاشرہ ہر فرد کے جان' مال' اولاد اور اس کی بنیادی آسائشات کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور ہر شخص کو اس حفاظت کے لئے کسی خاص امتیاز کا روا نہیں رکھا جاسکتا۔

(19) تحریر' تقریر' تنقید اور توضیح ہر فرد کے بنیادی حق ہیں۔ ہر فرد کو معاشرے میں ان حقوق کے اظہار کا حق حاصل ہے اور سب فرد اس میں برابر ہیں۔ کسی کو ان حقوق کے استعمال پر کسی بنیاد پر ترجیح یا تفوق نہیں دیا جا سکتا۔

(20) مرتبہ' منصب اور مقام میں تمام شہری اور افراد برابری رکھتے ہیں۔ ذمہ داری کی بنیاد پر امتیاز تو ہو سکتا ہے لیکن ذات کے حوالہ سے کسی فرد کو ان بنیادوں کی وجہ سے دوسرے فرد کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے' ناروا امتیاز برتنے اور کوئی ترجیحی مفاد حاصل کرنے کا حق نہیں ملتا۔

(21) عزت نفس' خودداری اور ذاتی حیثیت میں تمام افراد برابر ہیں۔ کسی کو اپنے بلند منصب' زرومال میں تفوق یا خاندانی نسب و شرف کی بنیاد پر دوسرے فرد کی عزت نفس' خودداری یا ذاتی حیثیت پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور اگر کوئی کسی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے اس معاملہ میں ایک جیسی سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

(22) قانون کی نگاہ میں امیر و غریب' حاکم و محکوم' جاہل و عالم اور چھوٹے یا بڑے کو برابری کا درجہ حاصل ہے۔ کسی کو انعام میں یا عقوبت میں امتیازی سلوک کا روادار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(23) جنسی تفریق کی وجہ سے کسی عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے اس کے

بنیادی حقوق میں امتیاز برتا نہیں جاسکتا اور ہر ایک کو ایک جیسی آسائشات و تفریحات کا حق حاصل ہے۔

(24) ذمہ داری کے تعین میں دائرہ کار زندگی مختلف ہونے کی وجہ سے معاملات مختلف النوع ہو سکتے ہیں۔ لیکن بنیادی ضروریات زندگی میں سب کا حق ایک جیسا' سب کی ذمہ داری پر گرفت و محاسبہ ایک جیسا اور انصاف تک رسائی ایک جیسی حاصل ہے۔ کسی انسان کو دوسرے انسان سے ترجیحی مفاد نہیں دیا جاسکتا۔

(25) تمام لوگوں کو تمام ممالک میں تمام بنیادی حقوق حاصل کرنے کا برابر حق ہے۔ کسی فرد کو شہری یا غیر شہری ہونے کی وجہ سے کسی بنیادی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

(26) انسانی بنیادوں پر ہر فرد کا حق برابر ہے کہ کسی کو کسی بھی جگہ' کسی بھی وقت' کسی بھی حالت میں کسی دوسرے انسان کے ساتھ ناانصافی یا ناروا سلوک کرنے کا حق نہیں ہے۔ ہر ایک کی جان' مال اور عزت نفس کا احترام سب پر یکساں فرض ہے۔

(27) نمائش' اظہار' ابلاغ یا تحریر و تقریر سے کسی انسان کو دوسرے انسان کا تمسخر اڑانے یا ہتک کا نشانہ بنانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

(28) کسی فرد کو کسی الزام میں اپنی صفائی دینے کا برابر کا حق حاصل ہے اور کوئی اسے اس بنیادی حق سے محروم نہیں کر سکتا اور اسے اپنی صفائی میں اپنی شہادات جمع کرنے اور نظائر سے استفادہ کرنے کا بنیادی حق ہے۔

(29) کسی فرد کو صرف الزام کی بنیاد پر ناروا تشدد اور خوف و تحریص کے ہتھکنڈوں سے کوئی بات جبری طور پر ماننے یا اگلنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(30) ہر شہری کو اپنی بود و باش' رہن سہن اور نجی زندگی میں اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق اپنے وسائل خرچ کرنے اور درجہ و معیار اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ کسی امتیاز' قانونی جبر کے تحت اسے اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ بشرطیکہ اس کے اس حق سے کسی دوسرے شہری کی دل آزاری یا آزادی پر کوئی قدغن نہ پڑتی ہو۔

(31) ہر فرد یا انسان کو اپنی آمدنی کو اپنی پسند اور خواہش کے مطابق خرچ کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ اپنے مال کو جس جگہ پر جس طریقے سے کسب معاش یا کفالت عامہ کے لئے لگانا چاہے اسے پوری آزادی حاصل ہے۔

حق خاندان و معاشرت

انسانی معاشرت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے رشتہ ازدواج سے چلا اور پھیلتا ہوا وسیع کائنات ارضی میں کروڑوں خاندانوں پر محیط ہو گیا ہے۔
قرآن مجید میں انسانی معاشرت کی توضیح کچھ اس طرح کی گئی۔

اے انسانو! تم سب کو خدا نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندان خاندان قبیلہ قبیلہ صرف اس لئے بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔(الحجرات:13)

اور اس طرح پتہ چلا عائلی زندگی انسانی معاشرت کا بنیادی ادارہ ہے اور میاں بیوی اس ادارہ کے بنیادی ستون ہیں اور میاں بیوی کا اختلاط اور اجتماع ہی خاندان کو جنم دیتا ہے جو اولاد کے وجود سے پھلتا پھولتا اور پھیلتا ہے۔

خاندان معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح قطرہ قطرہ مل کر بارش بنتا ہے اسی طرح کئی خاندان مل کر معاشرے کا وجود تشکیل دیتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام نے چار وجوہ کے باعث اولاد کی پرورش و پرداخت پر زور دیا ہے۔

(1) اللہ کی مخلوق باقی رہے۔

(2) رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ امت کی کثرت کے باعث فخر کروں گا۔

(3)اولاد صدقہ جاریہ ہے۔

(4) بچپن میں مر جائے تو والدین کی شفاعت کرے گی۔

نسل انسانی کی بقا کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاندان کی تشکیل مرد وزن میں نکاح کے ذریعے فرمائی۔ نکاح کی ضرورت کیوں ہوئی! نکاح کا مقصد صرف آئندہ نسلوں کو دنیا میں لے آنا ہی نہیں بلکہ ان کی حفاظت اور تعلیم و تربیت بھی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ مرد وزن جنسی اختلاط کے شوق سے ہٹ کر اس کے ثمرات کو اپنے لئے عطیہ خداوندی سمجھیں اور پیدا ہونے والی اولاد کے مالک اور وارث بن کر ان کو محبت و پیار کے ساتھ ساتھ اچھا انسان بنانے کے لئے اچھی تعلیم و تربیت دیں۔ نکاح اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے دونوں میاں بیوی کو ذمہ دار بناتا ہے اور معاشرہ اسی نکاح کے وجود سے ان کے جنسی اختلاط کو قبول کر کے اس کے ثمرات کو اپنانے کا پابند بناتا ہے۔

• خاندان کی حفاظت معاشرے کی حفاظت ہے اور خاندان کا خاتمہ پورے انسانی معاشرہ کے وجود کو ختم کر کے رکھ سکتا ہے۔ انسان ایک معاشرتی فطرت کی وجہ سے معاشرے کی بقاء کا ذمہ دار ہے اور ہر انسان کو معاشرے کا معزز شہری بننے کا فطری حق ہے۔ معاشرہ ہر انسان سے مندرجہ ذیل باتوں کا تقاضا کرتا ہے۔

(1) ہر انسان معاشرہ کا فرد بنتے ہی اس کے امن' بقائے باہمی احترام باہمی اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا عملی طور پر پابند ہو۔

(2) ہر انسان معاشرتی اقدار کا پابند رہے۔

(3) ہر انسان دوسرے انسان کے حقوق کے پورا کرنے کے لئے اپنی ذمہ داری کو پوری دیانتداری اور دل جمعی کے ساتھ پورا کرے۔

(4) ہر انسان دوسرے انسان کی دل آزاری یا دل شکنی کے امور سے اجتناب کرے۔

(5) ہر انسان معاشرے کے کمزور' محتاج' معذور اور دست نگر طبقات کو حقارت سے نہ دیکھے بلکہ انہیں اپنا بھائی تصور کرتے ہوئے ان کی مدد کرے۔

(6) ہر انسان معاشرے کے ماحول' اخلاق اور تہذیبی اقدار کی حفاظت کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔

(7) انسان مدنی الطبع ہے اس لئے ہر انسان دوسرے انسان کے قریب رہ جانے کی خواہش کرتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس کے تقاضوں کو پورا کرے اور دوسرے انسان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(8) معاشرتی ذمہ داریاں ہر انسان پر ایک جیسی ہیں اس لئے ہر انسان اگر اپنی ذمہ داری دیانتداری سے پوری کرتا رہے تو ہر انسان کے حقوق خود بخود پورے ہو جاتے ہیں۔

حقوق الزوجین

عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق کا بہتر سطح پر استوار ہونا پورے معاشرہ کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے عورت و مرد کے دائرۂ ہائے کار کو منظم اخلاقیات و قانونی حقوق و فرائض کی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ جسمانی طور پر مرد قوی اور عورت نازک و دلدار قسم کی مخلوق ہے۔ اس لئے اسلام نے مرد کو عورت کی کفالت اور اس کے ساتھ معروف طریقوں سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

"وہ (میاں بیوی) اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے۔" (آیت 23)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"اور ان (عورتوں) کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔" (النساء:19)

معاشی ذمہ داریوں میں بھی زیادہ ذمہ داری مرد پر ڈالی کیونکہ وہ اس کی نسل کی بقاء کے فریضہ میں اس کی خدمت پر مامور ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے۔

"مرد عورتوں کے محافظ (قوام) ہیں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک (یعنی مرد) کو دوسرے (یعنی عورت) پر فضیلت دی اور یہ اس بناء پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتا ہے۔" (آیت:34)

اس سے پہلے اسی سورت میں ارشاد فرمایا۔

”جو کچھ مردوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔ہاں!اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔“(النساء:32)

غرض اس طرح اسلام مندرجہ ذیل پہلوؤں کے حوالہ سے مرد پر بیوی کے سلسلہ میں ذمہ داریاں ڈالتا ہے۔

(1)مرد بیوی کے ساتھ معروف اور بھلے طریقے سے تعلق نبھائے۔

(2)تفریح اور دل بستگی کے جائز مواقع مہیا کرے۔

(3)بیوی کی معاشی ضروریات کی کفالت کرے۔

(4)ازدواجی معاملات میں بیوی کے ساتھ عدل و توازن کو برقرار رکھے۔

(5)بیوی کے اعزہ و اقرباء کا احسان مند رہے اور انہیں احترام دے۔

(6)بیوی کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے مشاورت کو پوری پوری اہمیت دے۔

(7)خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے ستر پوش ہیں۔اس لئے خاوند کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کے ساتھ اپنے تعلقات کو محبوب اور محترم رکھے اور ان کی ستر پوشی کرے۔

(8)آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”تم میں بہتر اور سب سے زیادہ بااخلاق وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہے۔“(ترمذی شریف)

(9)بیوی کے ساتھ جذبہ محبت مرد پر فرض ہے اس لئے مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں خیانت نہ کرے۔

(10)بیوی کی بدصورتی یا سخت طبیعت پر صبر کرے شاید کہ اللہ اس کی اس آزمائش کے بدلے میں اس سے زیادہ اچھی اولاد عطا کردے۔کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"پھر اگر تم (کسی وجہ سے) ان پسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر خدا نے تمہارے لئے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ چھوڑی ہو۔" (النساء:9)

(11) بیوی اگر بدکاری یا حرام کاری کا ارتکاب کر بیٹھے تو خاوند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے اس کی خامی کی نشاندہی کر کے اسے اصلاح کی طرف مائل کرے۔ نصیحت و حکمت سے اگر وہ مان جائے تو بہتر ورنہ اسے اپنے سے علیحدہ کرنے کی دھمکی دے دیں لیکن اگر وہ پھر بھی اپنی روش نہ بدلے تو اچھے طریقے سے اس سے علیحدگی اختیار کر لیں۔

(12) بیوی کی جاسوسی کرنا' بہتان لگانا یا اس کی غیر حاضری میں لوگوں کے سامنے بد تعریفی یا لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی کرنا مرد کے لئے قطعاً روا نہیں ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بڑا ہی حکمت خیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ ڈالو گے اس لئے اس کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔" (بخاری کتاب الانبیاء)

(13) عورتیں اگر گھریلو ذمہ داری کے ساتھ ساتھ خاندان کی کفالت میں اپنی ملازمت سے کاروبار سے یا کسی اور ہنرمندی کے کام سے معاشی کفالت کا باعث بنتی ہوں تو ان کا یہ قوی حق ہے کہ معاشرہ عام طور پر اور شوہر خاص طور پر اس کے آرام' طعام اور معاشی و سماجی ضروریات کا انتظام کرے۔

(14) گھریلو کام کاج میں بیوی کی مدد کریں۔ آنحضرت ﷺ اپنی پوشاک خود دھو لیتے' پیوند لگا لیتے' رفو کر لیتے' بکری کا دودھ دوہتے' ناقہ باندھ لیتے اور گھر کی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اگرچہ خود کتنی ہی تکلیف انہیں برداشت کرنی پڑتی۔

(15) گھر کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے عورت کا کام یہ ہے کہ وہ خوش اسلوبی سے معاملات خانہ داری کو سنبھال رکھے۔ اہل و عیال کے اخراجات کے لئے حلال روزی کمالانا شوہر کا فرض ہے۔ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کسی شخص کی بیوی کا اس

کے شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اسے کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے پہنائے' اس کے چہرہ پر کبھی نہ مارے' اس کو بد دعائے الفاظ نہ کہے۔ اور اگر اس سے ترک تعلق کرے تو صرف گھر میں کرے۔"

گھر پر کیا جانے والا خرچ اعتدال کی راہ پر ہونا چاہئے کیونکہ اعتدال کا راستہ سب سے اچھا ہے اور سورۃ الاعراف میں ہے۔ کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو۔ (آیت: 31) اور دوسری جگہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ "تو اپنا ہاتھ گردن سے نہ باندھ رکھ اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دے۔" (آیت:29) یعنی انسان نہ تو بخیل بن کر دولت کی گردش کو روک دے اور نہ فضول خرچ بن کر معاشی وسائل ضائع کرے۔ اس کا حال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کچھ اس طرح تھا جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بقول کچھ اس طرح ہے کہ صحابہ کی کیفیت یہ تھی کہ انسانوں کے معاملہ میں تو زرخیز زمین کی طرح فیاض تھے مگر گھر کے ساز و سامان اور لباس کے معاملہ میں کم پیداوار دینے والی زمین کی مانند تھے۔ یعنی اپنی ذات پر کم خرچ کرتے لیکن اہل و عیال اور دوسرے لوگوں پر کھلے دل سے خرچ کرتے۔

(16) عورت کو اچھا لباس اور اچھی خوراک دینا شوہر کا فرض ہے لیکن وسائل رزق کے معیار سے بڑھ کر نہیں۔ عورت کے لئے ریشم اور سونے کا استعمال جائز ہے لیکن لازمی نہیں ہے۔ خاوند کی اقتصادی حالت اگر اسے اجازت دے تو اسے ریشمی لباس اور زیورات بنوا کر دے دے اور اگر وسائل کم ہوں تو حالات کے مطابق جس قدر اچھا' خوش نما اور معیاری لباس یا زیور دیا جا سکتا ہو دے۔

(17) نکاح کے بعد مرد پر سب سے پہلا جو عورت کا فرض بنتا ہے وہ مہر کی ادائیگی ہے۔ سورۃ النساء میں ہے کہ "عورتوں کے مہر انہیں خوشدلی سے ادا کر دو۔" (آیت:40)

اور اگر عورت چاہے تو اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ یا سارے کا سارا معاف بھی کر سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ "البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔" ایسا کرنے کے لئے عورت پر کوئی دباؤ نہیں ہونا

چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں حکم دیا ہے کہ مہر کو حد اعتدال پر مقرر کرو۔ آپ کا ارشاد ہے۔

"عورتوں کو مرد کے پلہ باندھنے کی کوشش کرو اور مہروں میں حد سے نہ بڑھو۔"
(بخاری: باب حقوق الزوجین)

(18) عورت کو اپنی ذاتی ضروریات کی کفالت کے لئے جس قدر رقم ضروری ہو شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اس کی کفالت اسے معقول حد میں نان نفقہ ادا کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"خوشحال آدمی اپنی خوشی کے مطابق اور کم مال اپنی استطاعت کی حد تک اپنی بیوی پر خرچ کرے جو اس کو اللہ نے دیا ہے۔" (الطلاق:7)

(19) عورت مرد کی شریک زندگی ہے اور اس کے بچوں کی ماں اور اس کے خاندان کی عزت و ناموس ہے۔ اس کا احترام اس کا فرض ہے۔ اس لئے اس کی کسی طور پر بھی توہین یا ہتک نہ ہونے پائے۔

اختیارات کا ناروا استعمال اس پر اسے ظلم وزیادتی پر نہ اکسائے 'ایلاء' ضرار اور مار پیٹ اس ضمرہ میں آتے ہیں۔ یہ کبھی بھی بلاوجہ اور لمبی مدت تک کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔

"اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روک رکھو جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔" (آیت: 231)

اس صورت میں ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔

"جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔" (آیت 227:226)

(20) معاشی حالات اور جسمانی تندرستی اگر ساتھ دیتی ہو اور پہلی بیوی کی دل

آزاری مقصود نہ ہو بلکہ وہ برضا و رغبت اجازت دے دے تو مرد دوسری شادی کرنے کا روادار ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک پہلو بھی ناقص ہو تو اسے عورت پر ظلم و زیادتی تصور کیا جائے گا۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے۔

''پھر اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی رکھو۔''

(آیت:3)

اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم مذکور ہے کہ ''شوہر کسی ایک طرف نہ جھک جائے اور دوسری عورت کو معلق نہ رکھ چھوڑے۔'' (النساء:129) عورت کو کسی بھی ناانصافی کی صورت میں دادرسی کے لئے قانونی چارہ جوئی کرنے کی اجازت ہے۔

(21) صحت کی بحالی اور بیماری کی صورت میں اس کا بہتر علاج کرانا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ اولاد سے معذوری یا نااہلی کی صورت میں عورت قصوروار نہیں ہو گی بلکہ مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا اور اپنی بیوی کا بہتر طریقے سے علاج کرے اور حق زوجیت کو بہتر اور مناسب طریقے سے ادا کرنے کے لئے اپنے میں قدرت پیدا کرے۔ کسی ایک کی بیماری یا معذوری دونوں کو محرومیت اور ناامیدی سے دوچار کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چارہ جوئی کرنے والوں اور اس سے امید باندھنے والوں کو کبھی مایوس نہیں ہونے دیتا۔

شوہر کے حقوق

عائلی زندگی میں جس طرح بیوی کے حقوق کی ادائیگی شوہر کے لئے پورے کرنا ذمہ داری کے زمرے میں آتا ہے اسی طرح شوہر کے حقوق کا بیوی کے لئے پورا کرنا اتنا ہی واجب ہے۔ گھر کی کامیاب زندگی دونوں کے باہمی اتفاق' تعاون' محبت اور احترام باہمی سے ہی ممکن ہے۔ گھر کے امور میں شوہر چونکہ جوابدہ ہے اس لئے اس کے اہل خانہ کو اس کی مدد کرنا ہو گی تاکہ وہ کامیابی سے گھر کا نظام چلانے پر قادر رہ سکے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں ان ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو شوہر کے بیوی پر حقوق متصور کئے جاتے ہیں۔

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا

کہ کون سی عورت کو بہتر کہا جا سکتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ عورت جسے جب اس کا شوہر دیکھے تو اسے خوشی حاصل ہو' جب اسے حکم دے تو بجالائے اور کبھی اپنی ذات یا مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات نہ کرے۔ (ابوداؤد)

اس فرمان نبویؐ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو خوش اخلاق' اطاعت گزار اور دیانتدار و امین ہونا چاہئے۔

(2) ''آنحضرت ﷺ خطبہ فرمارہے تھے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ ایک وہ آدمی جو لوگوں پر سرداری کرتا ہو لیکن لوگ اس سے ناراض اور تنگ ہوں۔ دوسری وہ عورت جس کا شوہر ناراض ہو اور وہ پڑی سوتی رہے اور تیسرا وہ آدمی جو اپنے بھائی سے قطع تعلق کئے ہوئے ہو۔'' اس حدیث مبارکہ میں شوہر کی ناراضگی کی وجہ بیوی کی اور خانہ داری میں عدم دلچسپی اور کاہلی ہے لہٰذا بیوی کا فرض ہے کہ وہ گھر کے نظم و نسق میں خاطر خواہ دلچسپی لے اور مستعد ہو کر اس کے امور خوش اسلوبی سے انجام دے۔

زندگی خوشی و غم سے ہمیشہ عبارت رہتی ہے اس لئے عورت کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات پر شاکر اور قناعت پسند ہو۔ خاوند کے لئے بے جا ضد اور ہٹ دھرمی سے بے سکونی اور پریشانی کا باعث نہ بنے جس سے اس کے گھر کا آرام اور کاروبار زندگی کے معاملات کو بہتر طور پر نبٹانے کی صلاحیتیں مفقود ہونے لگ جائیں۔

(3) حضرت ابو طلحہ عرصہ دراز کے بعد گھر آئے کیونکہ وہ شام کے علاقہ میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ جس رات وہ واپس پہنچے ان سے کچھ دیر ہی قبل اس کا بچہ فوت ہو چکا تھا۔ خاوند نے آتے ہی اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بچہ کا حال پوچھا تو بیوی نے فوری بری خبر سنانے کی بجائے چہرے پر استقبالیہ خوشی لاتے ہوئے کہا کہ بچہ اس وقت سو رہا ہے۔ شوہر کو کھانا کھلایا وہ اس روز معمول سے ہٹ کر زیادہ خوش لباس اور آراستہ و پیراستہ تھی جس سے خاوند کو ایک گونہ فرحت محسوس ہوئی اور اسے سفر کی تھکان کا احساس تک بھول گیا۔ مصاحبت ہوئی تو فراغت کے بعد حکمت کے ساتھ شوہر سے پوچھنے لگی۔ ابو طلحہ!

ذرا بتاؤ کہ میں نے اپنی فلاں چیز ایک پڑوسن کو مستعار دی تھی اب جب کبھی لینے جاتی ہوں تو وہ رونے لگ جاتی ہے۔ ابو طلحہ کہنے لگے "وہ عجیب احمق عورت ہوگی' مستعار لی گئی چیز تو بہر حال اپنے مالک کو واپس کرنا ہوتی ہے۔" اس کے بعد شوہر کو اعتماد میں لے کر اسے بتایا کہ ابو طلحہ ہمارا بچہ اللہ تعالیٰ کی ہمارے پاس امانت تھی اور اس نے اپنی امانت اب واپس لے لی ہے۔ شوہر نے کمال شکر کا اظہار کرتے ہوئے کہا بے شک ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اس خوبصورت انداز صبر و شکر کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ربیضہ ابو طلحہؓ (ام سلیمؓ) کو جنت میں دیکھا ہے۔ (بخاری:129)

(4) بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس لئے اسے یہ کبھی روا نہیں کہ وہ خاوند کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کسی غیر کو گھر آنے اور قیام کرنے کی اجازت دے جس کو اس کا شوہر ناپسند کرتا ہو۔ وہ اس کے بستر کی عصمت کی محافظ ہے۔ عزت کی نگہبان ہے۔ اس لئے عزت و عصمت کے سلسلہ میں وہ کسی قسم کی خیانت اور بد دیانتی کی روادار نہیں ہے۔ گھر کے اندر پڑا مال اس کے پاس خاوند کی امانت ہے۔ اس کا اسراف یا ناروا خرچ اسے جائز نہیں ہے۔ بچوں کی حفاظت' تربیت اور کفالت کے انتظامات کا کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ بیوی اگر اپنے غریب والدین یا اعزہ و اقارب کی مدد کرنا چاہتی ہے تو اسے شوہر کی اجازت لینا لازمی ہوگی۔ راہ خدا میں خرچ کرنا مناسب حد تک اس کے لئے جائز ہے۔

(5) ماں کی گود بچوں کی تربیت کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ اس لئے بیوی اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے اخلاق و کردار سے بچوں کو ایسی تعلیم دے کہ وہ کسی اکتاہٹ' چڑچڑاپن اور ضد میں نہ پڑیں بلکہ سمع و اطاعت اور خوشی خوشی کھیلنے کودنے میں مشغولیت کو اپنائیں۔ بے جا گھریلو جھگڑے اور بیوی کی خاوند سے تو تو میں میں اولاد کو بھی گستاخ اور بدزبان بنا دیتی ہے اس لئے بیوی کی اطاعت گزاری اور خوش اخلاقی خاوند کو خوش اور پورے گھر کو پرسکون بنانے کی ضامن ہے اور اس سے اولاد پر نہایت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔

(6) سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے۔

"پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"

مرد کی عدم موجودگی میں اس کا حق ہے کہ اس کی بیوی اس کے گھر کی حفاظت کرے۔ اور سب سے بڑی حفاظت تو اس کی اپنی عزت و آبرو کی حفاظت ہے۔

(7) بیوی کو علیحدہ کرنے کے لئے مرد کو ایک حق طلاق کا بھی ہے جو کہ بقول رسول اکرم ﷺ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے بری چیز ہے۔ (ابوداؤد)۔

طلاق دینا آخری چارۂ کار ہے جب صلح جوئی اور مصالحت کا کوئی امکان نہ رہے۔ عورت کو بھی مرد سے طلاق لینے کا حق حاصل ہے اسے خلع کہتے ہیں۔ یہ بھی ناپسندیدہ امر ہے کہ کوئی عورت بے ضرورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسی عورت کے لئے جنت کی خوشبو کو حرام قرار دیا ہے۔ (ابوداؤد)

(8) حسن و زیبائش کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آرائش و زیبائش حسن کو اور نکھار دیتی ہے اور انسان طبعاً حسین اور دلکش اشیاء کو پسند کرتا ہے اس کا دل غیر ارادی طور پر ان کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ عورت میں آرائش و زیبائش کی خواہش بھی ایک فطری امر ہے اور اس کی یہ بھی ایک طبعی خواہش ہے کہ وہ دلکش لگے اور کوئی اس کو دل سے چاہے۔ اسلام نے اس فطری خواہش کو دبا دینے کی بجائے اس کے مداوا کے لئے فطری راستہ کھلا رکھا ہے۔ زیبائش کو اسلام صرف اسی وقت تک جائز مانتا ہے جب تک اس میں عریانیت' بے حیائی اور فحاشی کے پہلو نہ ہوں۔ مرد اپنی بیوی کے حسن و زیبائش سے فرحت محسوس کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اس لئے اسلام نے عورت کو صرف اپنے مرد کو زیبائش دیکھنے کا حق دار مانا ہے اور عورت کو منع کیا ہے کہ وہ اپنی زیبائش سے کسی دوسرے کو محظوظ نہ کرے اور بے جا اسراف سے بھی گریز کرے۔

سورۃ الاحزاب میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اور سابق دور جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔''(آیت:33)

(9)مرد پر بیوی بے جا اور ضروریات سے بڑھ کر مطالبات کا زور نہ دے کہ وہ مجبور ہو کر حرام و حلال کی تمیز چھوڑ بیٹھے۔ صبر و شکر اچھی بیوی کا لباس اور شرم و حیا اس کا زیور ہوتا ہے۔ ہمارے اسلام میں سے اسماء بنت خارجہ فزاری کی اپنی بیٹی کو وصیت بڑی قابل قدر ہے۔ وصیت ملاحظہ ہو۔

''بیٹی! تو ایک جانے بوجھے آشیانے سے نکل رہی ہے اور ایسے مکان کو اپنا رہی ہے جسے تو نہیں پہچانتی اور ایسے رفیق حیات سے تیرا سامنا ہے جس سے تو مانوس نہیں سو تجھے چاہئے کہ زمین کی طرح اس کے پاؤں تلے بچھ جاؤ وہ تمہارے حق میں آسمان بننے کی کوشش کرے گا۔ فرش کی طرح اپنے کو ثابت کرو وہ تمہارے لئے ستون ثابت ہوگا تم لونڈی بن کر رہو وہ غلام بے دام بن کر رہے گا۔ کسی مطالبہ پر بھی اصرار نہ کرو ورنہ بے زار ہو جائے گا۔ اس سے دور دور نہ رہو ورنہ وہ بھلا دے گا۔ اگر قریب آئے تو تم بھی قریب آنے کی کوشش کرو اور اگر وہ دور رہے تو تم بھی اپنے آپ کو دور رکھو۔ ہر حال میں اس کی عزت' شہرت اور شخصیت کا خیال رکھو۔ سوا مہک کے تم سے دور کوئی چیز سونگھنے نہ پائے اور بجز اچھی بات کے اور کچھ سننے نہ پائے۔''(تعلیمات غزالی349)

بیوی کے مطالبات معتدل و محدود ہوں گے تو شوہر کی تگ و دو کم ہو جائے گی اور اسے بھی دو چار گھڑیاں آرام کی میسر آئیں گی۔ مطالبات و خواہشات کا سلسلہ اگر امبر بیل کی طرح بڑھنے لگ جائے تو گھر کی ہریالی پر زردی آجاتی ہے۔ خاوند کی قوت خرید سے بڑھ کر کوئی مطالبہ نہیں کیا جانا چاہئے کیونکہ مطالبات کی زیادتی شوہر کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ محبت میں آکر درس انسانیت کو بھول کر کسی غیر عورت کے سر سے چادر اتار لے یا زیورات کا مطالبہ سن کر کسی کمسن کے کان نوچ ڈالے۔

(10)مرد اپنے گھر کا نگہبان اور عورت اس کی اولاد اور عزت و عصمت کی نگہبان ہے۔ مشہور حدیث نبویؐ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کا نگران ہے اور تم میں سے ہر

ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ مرد اپنی بیوی بچوں کا نگراں ہے اس سے اس کی پوچھ گچھ ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اس سے اس کی پوچھ ہوگی۔" (بخاری 779)

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

"اور عورتوں کا حق دستور کے مطابق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر اور مردوں کو ان پر ایک ترجیح حاصل ہے۔" (بقرہ 28)

یہ ترجیح اسے صرف نگہبانی و نگرانی کے طور پر حاصل ہے تاکہ وہ گھر کی ضروریات کی کفالت کے لئے خرچ کرنے کے ذمہ دار ہو سکیں۔

والدین کے حقوق

انسانی معاشرے کی ایک اور بڑی حیثیت والدین اور اولاد کی ہے۔ والدین یعنی ماں باپ کی عزت، خدمت اور اطاعت خدا کی اطاعت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ تمام مذاہب میں والدین کی عزت، خدمت اور اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔

تورات (خروج 20-21) میں ہے۔

"تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو"۔

دوسری جگہ (احبار 14) میں ہے۔

تم میں سے ہر ایک اپنے باپ اور اپنی ماں سے ڈرتا رہے۔

احبار 19/20 میں ہے۔

"تم میں سے جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعن کرے مار ڈالا جائے گا۔ اس نے اپنے باپ پر یا ماں پر لعنت کی اس کا خون اسی پر ہے"۔

خروج 21-17 میں ہے۔

"اور وہ جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے مار ڈالا جائے"۔ انجیل میں انہی احکامات کو

دہرایا گیا ہے اور زور دیا گیا ہے کہ ان احکامات کی روح و معنی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ارشاد ہے۔

کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کرو اور جو ماں یا باپ پر لعنت کرے جان سے مارا جائے۔ پر تم کہتے ہو کہ جو کوئی اپنے باپ یا ماں کو کہے کہ جو کچھ مجھے تجھ کو دینا واجب تھا سو خدا کو نذر ہوا، اور اپنے ماں باپ کی عزت نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں پس تم نے اپنی روایات سے خدا کو باطل کیا۔ (متی 15-4)

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکامات خداوندی کو اور زیادہ زور اور وضاحت سے بیان کیا۔ قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر ارشاد ربانی ہے۔

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے تاکید کی۔ اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا۔ (لقمان=14)

"اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔ پیٹ میں رکھنا اور دودھ پلا کر چھڑانا تیس مہینے ہیں" (بڑا عرصہ ہے) (احقاف=3)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی مزید تاکید کی ایک شخص نے ایک دفعہ دریافت کیا:

"یارسول اللہؐ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا کون مستحق ہے؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری ماں"۔ پھر پوچھا۔ "پھر کون؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری ماں" تین دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار جب صحابی نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "تیرا باپ"۔

ایک اور حدیث نبویؐ میں والدین کی نافرمانی کو بہت بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔

مروی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بڑے گناہوں کا ذکر کیا اور سر فہرست ماں کی نافرمانی کو شمار کیا اور ساتھ میں فرمایا کہ تمہارے خدا نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کی ہے۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "میں نے ایک بہت بڑا گناہ سرزد کیا ہے" کیا میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا، "کیا تیری ماں زندہ ہے؟" اس نے جواب دیا، "نہیں" تو پھر پوچھا، کیا تمہاری خالہ زندہ ہیں"۔ تو اس صحابی نے جواب دیا "ہاں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو اس کے ساتھ نیکی کیا کر۔ یہی اس کی توبہ ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جہاد میں شرکت سے بہتر ہے کہ بوڑھی ماں کی خدمت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! میں نے جہاد میں شرکت کا ارادہ کیا ہے اور آپ سے مشورہ چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟" صحابی نے جواب دیا "ہاں!" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو تم اسی سے چمٹے رہو کیونکہ جنت اس کے قدموں کے پاس ہی موجود ہے"۔

ان فرمودات نبویؐ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مخلوقات انسانی میں عورت کو سب سے بڑا مقام و مرتبہ اور اعزاز بخشا ہے۔ یہ اعزاز ایک فطری تقاضا بھی ہے کیونکہ کوئی انسان سب سے زیادہ ممنون اسی کا ہوتا ہے۔ ماں ہی وہ ہستی ہے جس نے اپنا آرام تج کر کے نو مہینے تک اپنے پیٹ میں خالق کائنات کی امانت کو پالنے کا ذمہ لیا۔ پھر جننے کی ناقابل برداشت تکلیف کو ہنسی خوشی برداشت کیا پھر اس نو پیدا گوشت کے لوتھڑے کو اپنی چھاتیوں سے لگا کر اپنا خون پانی کر کے اسے دودھ پلایا۔ اس کی پرورش، پرداخت میں اپنا دن رات کا آرام ختم کیا اور اپنی ہر خوشی اس نومولود کی صحت و راحت پر نثار کر دی۔ ایسی حالت

میں کیا پھر ماں سے بڑھ کر کوئی انسان کسی اور کا احسان مند اور ارارت مند ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں بارہ مختلف آیات اور متعدد احادیث رسولؐ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ توحید خداوندی کے بعد جس حکم کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے وہ والدین کے ساتھ احسان کرنے کی ہے۔ معراج کے موقع پر جن بارہ احکامات کا حکم ملاان میں دوسرے نمبر پر حکم والدین کے ساتھ بھلائی کا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

”تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور کبھی ان پر خفا نہ ہو۔ ان سے ادب کے ساتھ کلام کرو، اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت و کرم کے ساتھ جھکا دو اور کہو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔“ (بنی اسرائیل: 30)

قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کے آئینے میں جو حقوق والدین ہمارے سامنے آتے ہیں انہیں بالاختصار کچھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے۔

(1) ہر جائز امر میں ان کی اطاعت کی جائے۔ اگر وہ خدا کی نافرمانی پر اکسائیں تو اس میں اطاعت کرنا جائز نہیں تاہم ان کی گستاخی یا کھلم کھلا دشمنی پر آنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

”ہم نے انسان کو والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لئے ہم نے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جسے کو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا۔“ (لقمان: 15.14)

(2) والدین کی نافرمانی اور گستاخی کا خیال تک دل میں نہ لائیں یونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے نافرمان اور گستاخ کے لئے جنت حرام کر دی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ایک فرمان حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے والدین کی نافرمانی اور کسی حقدار کا حق روکنا اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا اور خدا نے تمہارے لئے ناپسند فرمایا کہ تم قیل و قال اور سوالات کی زیادتی کرو اور اپنے مال کو ضائع کرو۔" (بخاری)

ایک اور روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول خدا ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا یمن میں تیرا کوئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا انہوں نے تمہیں ہجرت کر کے یہاں آنے کی اجازت دی تھی اس نے عرض کیا۔ "نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ان کی طرف لوٹ جا اور ان سے اجازت مانگ پس اگر وہ اجازت دے دیں تو جہاد کر ورنہ انہی کے ساتھ نیکی کر۔" (ابوداؤد)

(3) مشرک یا کافر والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔ شرک اور کفر میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ان کی اطاعت نہیں لیکن دنیا میں ان کی خدمت، اطاعت اور تابعداری کرنا ضروری ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے عہد میں میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ مشرک تھیں پس میں نے رسول خدا ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا اور عرض کیا کہ وہ (مجھ سے کچھ حاصل کرنے کی) خواہش مند ہیں تو کیا میں اپنی ماں سے سلوک کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تو اپنی ماں سے (اطاعت و تابعداری کا) سلوک کر۔" (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ سے نیکی کرنے والا بیٹا جس نظر رحمت سے اپنے ماں باپ کی طرف دیکھتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی ہر نظر کے عوض اس کے لئے ایک مبرور حج کا ثواب لکھتا ہے۔ لوگوں نے

عرض کیا چاہے وہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں (چاہے ہر روز سو مرتبہ دیکھے) اللہ سب سے بڑا اور پاکیزہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(4) بوڑھے والدین کی خدمت کرنا اور ان کی تیمارداری کرنا اولاد کا فرض ہے اور ان کی کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ' تلخی اور غیر ضروری ضد کے خلاف کسی قسم کی گستاخی کی جرأت بھی نہیں کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو' نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔" (بنی اسرائیل 24:23)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بوڑھے والدین کی خدمات کے حوالے سے ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ایک فرمان بڑی تنبیہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' پھر اس کی ناک خاک آلود ہو' پھر اس کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا (اس کی) جس نے اپنے والدین کو ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔" (صحیح مسلم)

(5) حسب استطاعت والدین کی مالی' جسمانی اور روحانی تفریح اور خوشی کا اہتمام کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ سے اجر حاصل کرنے کی خواہش میں ہجرت اور جہاد پر آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے والدین میں

سے کوئی زندہ ہے۔ اس نے عرض کیا۔ "جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔" آنحضرت ﷺ نے پوچھا۔ "کیا تو اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہے۔" اس نے عرض کیا۔ "جی ہاں۔" آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے والدین کی طرف لوٹ جا اور انہیں اچھی رفاقت دے۔" (خدا تعالیٰ تجھے اچھا اجر دے گا) (صحیح مسلم)

(6) والدین کا یہ حق ہے کہ اولاد ان کا ہر وقت احترام کرے والدین کے اعزہ و اقربا کا احترام کریں اور جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کے لئے دعا کریں۔ اور ان کی وصیت اور ہدایات پر عمل کریں۔

حضرت ابو سلامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں وصیت کرتا ہوں ہر آدمی کو اس کی ماں کے بارے (کہ اس سے نیک سلوک کرے) پھر فرمایا میں وصیت کرتا ہوں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں (کہ اس سے نیک سلوک کرے) پھر فرمایا میں وصیت کرتا ہوں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں (کہ اس سے نیک سلوک کرے) پھر فرمایا میں وصیت کرتا ہوں ہر آدمی کو اس کے باپ کے بارے میں کہ اس سے نیک سلوک کرے پھر فرمایا کہ ہر آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کے مولا (اعزہ و اقربا) کے بارے میں (جو اس کے والدین کے قریبی ہیں کہ ان سے نیک سلوک کرے) اگر اس کو ان سے ایذا ہی کیوں نہ پہنچے۔ (ابن ماجہ)

مالک بن ربیعہ ساعدی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آگیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ کے وفات پا جانے کے بعد بھی کیا ان سے نیکی کرنے کی کوئی شکل باقی رہ جاتی ہے کہ اس طرح میں ان سے نیکی کروں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں (کیوں نہیں، والدین کے وفات پا جانے کے بعد بھی ان سے نیکی کی جا سکتی ہے اور اس کی شکلیں درج ذیل ہیں)

(1) ان کے لئے دعا کرنا

(2) ان کی بخشش اور مغفرت مانگنا

(3)ان کی وصیت یا اقرار کو پورا کرنا

(4)ان کے تعلق سے جڑے رشتوں کو قائم رکھنا اور حق ادا کرنا

(5)ان کے دوستوں کا اکرام کرنا

(6)ان کے ذمہ قرض کا ادا کرنا(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ کے راستے پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک بدو ملا آپ نے اسے سلام کیا اور جس گدھے پر خود سوار تھے اسے سوار کر دیا اور جو عمامہ اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے اس کے سر پر رکھ دیا۔ عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے ساتھ بھلائی کرے۔ یہ دیہاتی لوگ ہیں اور یہ تو تھوڑی چیز پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بدو کا باپ میرے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔(صحیح مسلم و ترمذی)

(7)والدین کو اولاد کی وراثت میں سے جو ان کی زندگی میں وفات پا جائے اپنا وراثتی حصہ لینے کا حق حاصل ہے اگر مرحوم کی اپنی اولاد ہو تو ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کو کل ورثہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔

(8)آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ باپ کو غلام پائے اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔(ترمذی)

(9)حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب کی رضامندی میں باپ کی رضامندی ہے اور رب کا غصہ باپ کے غصہ میں ہے۔

ترمذی ہی کی ایک حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہتر دروازہ ہے۔

(10) والدین سے محبت کرنا ہر بیٹے بیٹی کا فرض ہے اور والدین کا یہ حق ہے کہ ان کی اولاد ان سے محبت کرے۔ اگر اولاد والدین کو محبت نہیں دیتی ان کا احترام نہیں کرتی ہے تو قرآن وحدیث میں ان کے لئے جنت کے حرام ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ مسجد کی طرف، قرآن کی طرف اور والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ سے حسن سلوک رکھنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ اس کے لئے مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع اسے پہنچتا رہتا ہے۔

(1) صدقہ جاریہ
(2) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں۔
(3) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

اولاد کے حقوق

جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح اولاد کے حقوق ان کے والدین پر بھی ہیں۔ اسلام نے چونکہ ہر طبقہ کے افراد کی کارکردگی کی اصلاح کرنا اور معاشرہ میں اعتدال قائم کرنا تھا اس لئے اس میں اولاد کے متعلق والدین کو پابند احکام کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کتنا بلیغ ارشاد ہے۔

”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (سیرۃ النبی، شبلی نعمانی 227:6)

اسلام کے اس روشن اصول کے آئینہ میں اولاد کے حقوق کو مندرجہ ذیل پہلوؤں

سے بڑا امتیاز حاصل ہے جن کی رعایت دوسرے مذاہب میں نہیں ہے۔

(1) اسلام نے قتل اولاد کو سختی سے منع کیا ہے چاہے یہ قتل کسی بزرگ کی خوشنودی یا چڑھاوے کے طور پر ہو۔ روزی اور جائیداد کی تقسیم اور قلت کا ڈر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے سورۃ اسراء میں ارشاد فرمایا۔

"اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے مار نہ ڈالا کرو ہم ہی ہیں جو ان کو اور تمہیں روزی دیتے ہیں۔ ان کا مار ڈالنا بے شک بہت بڑا گناہ ہے۔ (آیت:4)

سورۃ انعام (آیت:19) میں ارشاد ربانی ہے

"کہہ دو اے پیغمبرؐ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے۔ خدا کا کسی کو شریک نہ بنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو روزی دیتے ہیں۔"

اولاد کشی کا ایک اور پہلو یہ بھی مروج تھا کہ لوگ لڑکیوں کو اپنے لئے بدشگون اور ہتک آمیز سمجھ کر زندہ درگور کر دیتے۔ جب کسی کے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہو جاتی تو باپ کو سخت رنج ہوتا اور وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا۔ قرآن مجید میں اس کی تصویر کشی کچھ یوں کی گئی ہے۔

"اور جب ان میں سے کسی کو اس (لڑکی) کے ہونے کی اطلاع دی جائے جس کی وہ رحمت والے خدا پر تہمت باندھتے ہیں تو اندر ہی اندر غصہ کے مارے ان کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔" (الزخرف:2)

قرآن پاک کی ایک اور مختصر آیت نے عرب کی ان تمام سنگدلیوں اور سفاکیوں کو مٹانے میں وہ کام کیا جو دنیا کی بڑی بڑی تصنیفات شاید نہ کر سکیں۔ قیامت کی عدالت کا منظر ہے۔ مجرم اپنی جگہ کھڑے حساب کے خوف اور غضب الٰہی کے ڈر سے جاں بلب ہیں۔ اعمال نامے شہادت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ جسم کے اعضاء شاہد بن کر ایک ایک لمحہ کی غلطیوں کا انکشاف کر رہے ہیں اور دانائے غیب قاضی کی عدالت کے سامنے ننھی جان اپنا

معاملہ پیش کر رہی ہے اور رب کریم اس سے پوچھتا ہے:۔

”اے ننھی جان! تو بتا تجھے کس جرم میں قتل کر دیا گیا۔“

یہ قرآن کریم کا اعجاز تھا کہ اس نے ایک فقرہ سے اس ساری ہولناکی کو بیان کر دیا اور پھر اس کی تاثیر ایسی ہوئی کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کرتے ہیں۔ سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی، چچا چچا کہہ کر دوڑی آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرتے ہیں کہ یہ لو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بچی مجھے ملنی چاہئے اس لئے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ! یہ لڑکی مجھ کو ملنی چاہئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے مذہبی بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ بچی میری بہن بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ اس دل خوش کن منظر کو دیکھتے ہیں پھر سب کے دعوے مساوی دیکھ کر اس کی خالہ کی گود میں دینے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”اے قیس! ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو۔“ قیس نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس اونٹ ہیں۔“ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”اے قیس! ہر لڑکی کے بدلہ میں ایک اونٹ کی قربانی کرو۔“

اسلام سے پہلے اس رسم کے انسداد کے لئے صرف اسی قدر ہوا کہ ایک دو نیک آدمیوں نے ایسی لڑکیوں کو قیمت دے کر ان کے والدین سے خرید لیا اور ان کی پرورش کی۔ مشہور شاعر فرزدق کا دادا صعصعہ انہی میں سے ایک تھا۔ اس نے جب آنحضرت ﷺ کو بتایا

کہ میں نے اسلام سے پہلے 360 لڑکیوں کو خرید کر موت سے بچایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "صعصہ! تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ خدا نے تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت اور برکت کو باور کرایا اور فرمایا۔

"جو کوئی کسی لڑکی کی مصیبت میں اس کی مدد کرے گا اور پھر اس کے ساتھ محبت و مہربانی کا سلوک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔ وہ لڑکی اس آدمی اور دوزخ کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائے گی اور اسے بچالے گی۔" نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جو دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت میں میرا اور اس کا مرتبہ (دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا) یوں برابر ہو گا۔"

(2) والدین کے دلوں میں مامتا اور شفقت پدری کے جذبات اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس خواہش کو بڑے اعجاز کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔

"اور (اے خداوند قدوس) میرے لئے میرے کاموں کو میری اولاد میں صالح بنا میں اپنے گناہوں سے تیری طرف باز آیا اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔"

یہ دعائیہ کلمات اسی درد اور خواہش کے مظہر ہیں جو ایک ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لئے ہوتی ہے اور اس اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی فطری ضرورت کا فطری سامان کیا جاتا ہے۔ سورۃ التحریم میں حکم دیا گیا ہے کہ "اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچاؤ کیونکہ جہالت کی تاریکیاں جہنم کی طرف اور علم کے نور خدا سے ایمان و ایقان کی روشنی ملتی ہے اور یہاں حکم دیا گیا کتاب و حکمت کی تعلیم سے فیض یاب ہو اور اپنی اولاد کو بھی کرو اور اس طرح کفر کے اندھیروں میں بھٹک کر جہنم کے گڑھوں میں گرنے سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بچاؤ۔"

سورۃ مریم (آیت نمبر 55) میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بالواسطہ طور پر اولاد صالح کی تربیت کی تعلیم دی گئی۔ ارشاد ربانی ہے۔

''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے ہیں۔''

اس فرمان الٰہی میں نماز روح اور زکوٰۃ دنیاوی طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور جس سے روح اور جسم کی بالیدگی اور صحت کی تعلیم کا سامان ہوتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ (آیت 132) میں آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا۔

''اور اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند ہو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے ''لاالہ الااللہ'' کہلواؤ اور موت کے وقت انہیں اسی کلمہ ''لاالہ الااللہ'' کی تلقین کرو۔'' (بیہقی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی باپ کے بیٹے کو حسن ادب سے بہتر کوئی تحفہ نہیں۔ (ترمذی)

سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں اچھے آداب واخلاق سے آراستہ کرو۔''

رضاعت و کفالت

بچہ کی پیدائش کے بعد فوراً جو حق والدین کے ذمہ آپڑتا ہے وہ رضاعت اور کفالت کا ہے۔ اگر ماں زندہ او صحت مند ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو سال تک بچے کو دودھ پلائے اور اس کی کفالت کرے اور اس دوران اس کے خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کی ماں کی صحت اور غذا کی ضروریات کو معیاری طور پر پورا کرے اگر بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی ماں بیمار پڑ جائے یا فوت ہو جائے تو پھر بچے کے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کی کفالت کا سامان کرے اور اس کے لئے ضروری ذمہ داریوں کی کفالت کرے۔

بچے کی رضاعت بڑا ہی مقدس منصب ہے جس کی بناء پر دودھ پلانے والی عورت اور اس کی اولاد کا مقام و مرتبہ دوسرے دودھ پینے والے بچے کے ساتھ دائمی برادری اور اخوت کے رشتوں میں استوار ہو جاتے ہیں۔ رضاعی ماں یا رضاعی باپ کو بھی اصل ماں باپ کے

برابر مقام دیا جاتا ہے اور اس طرح نسب کے جو رشتے حرام ہوتے ہیں رضاعی ماں باپ کی نسبت سے اس کے بھی وہی رشتے برابر حرام ہو جاتے ہیں۔ رضاعی ماں باپ کو وہی عزت و شرف ہوتا ہے جو اصل ماں باپ کا ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس ان کے رضاعی باپ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فوراً اٹھ کر ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھائی جس پر وہ تشریف فرما ہوئے۔ پھر جب آپ ﷺ کی رضاعی ماں تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے چادر کی دوسری طرف کا حصہ بچھادیا۔ پھر رضاعی بھائی آگیا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اس کو اپنے سامنے بٹھادیا۔(ابوداؤد)

قرآن مجید میں رضاعت کے تقدس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (تم پر حرام ہیں)(النساء;4)

اس کے بعد یہ واضح رہے کہ دودھ پلانے والی خاتون ماں کے برابر ہے اور اس کے کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ کی ذمہ داری اسی طرح والد کے ذمہ ہے جس طرح اصل ماں کی کفالت اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں یہ مدت اس کے لئے ہے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) پر ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔"(البقرہ:30)

اگر باپ نہ ہو تو پھر یہ کفالت کا ذمہ بچے کے دادا کے ذمہ ہو گا یا پھر ورثہ کے اعتبار سے جو رشتہ دار جتنا قریب ہو گا۔ کفالت اسی قدر اس کے ذمے ہو گی۔ اسلام واحد مذہب ہے کہ دودھ پلانے کی حرمت کو اس طرح نسب اور حسب میں بلند مقام دیتا ہے جس سے معاشرہ میں ایک صاف ستھری اور حقیقی محبت واخوت پر مبنی معاشرت زور پکڑتی ہے۔

(4) والدین پر بچے کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کے ساتھ انصاف کریں۔ بچوں کے ساتھ بے انصافی کرنے کی مندرجہ ذیل شکلیں ہیں۔

(1) کسی خاص اولاد سے ترجیحی سلوک کرنا

(2) کسی بچے کو بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور حقارت کا سزاوار رکھنا

(3) فوت شدہ ماں کے بچوں کو نظر انداز کرنا

(4) لڑکے اور لڑکی کے درمیان غیر مساوی رویوں کا اپنانا.

(5) گفتگو یا سلوک کے معاملہ میں غیر متوازن اور اکتاہٹ سے بھرے ماحول کو جنم دینا۔

(6) تعلیم اور تربیت کے ماحول میں غیر مساوی تفریق کو پیدا کرنا

(7) ضروریات زندگی میں بچوں کے معیار اور پسند کو نظر انداز کرنا

(8) بچوں کی آراء' گفتگو اور موجودگی کو کوئی وقعت نہ دینا

(9) بچوں کی بدنی ضروریات میں غیر منصفانہ توجہ کو پیدا کر دینا

(10) بچے کی تفریحی ضروریات کو مار پیٹ اور دہشت سے دبا دینا

(11) بچے کو اس کی پسند اور ضرورت کا ماحول نہ دینا

(12) باہمی بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور لڑائی جھگڑے سے بچوں میں شکستگی' اکتاہٹ اور چڑچڑاپن پیدا کر دینا

(13) بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ضروری ماحول' سامان اور راہنمائی فراہم نہ کرنا

(14) بچے کے دوستوں کو نظر انداز کرنا اور اس کے دوستوں کے سامنے اس کی بے عزتی کرنا۔

(15) چھوٹی چھوٹی غلطی پر بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کا مظاہرہ کرنا۔

(16) ضروری راہنمائی' ہمدردی اور توجہ کا نہ دینا

(17) پیار و محبت میں توازن نہ رکھنا

(18) غرور، تکبر اور بے جا جبر کے ساتھ بچوں پر اپنے فیصلوں کو منوانے کے لئے زور دینا۔

حق وراثت

والدین سے بچے کو ایک اہم حق وراثت کا ہے۔ اسلام کے اصول وراثت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ساری اولاد ترکے کی وارث بنتی ہے۔ اس میں کسی بڑے یا چھوٹے کی تمیز نہیں ہے جبکہ دیگر مذاہب اور نظام ہائے زندگی میں چھوٹے بیٹے یا لڑکی کو وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

اسلام میں وراثت کا اصول تقسیم یہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے کندھے پر کوئی مالی بوجھ نہیں ڈالا۔ شادی سے پہلے باپ یا بھائی کفالت کرتے ہیں اور شادی کے بعد خاوند یا بیٹے کفیل بنتے ہیں اور اس طرح آدھا حصہ بھی اسے نفع دے جاتا ہے۔ جبکہ بھائی کو ایک حصہ لے کر اپنے بیوی بچوں کے اخراجات سمیت بوڑھے ماں باپ کی بھی کفالت کرنا ہوتی ہے اور بعض اوقات بیوہ بہنوں کی خبر گیری کرتے ہوئے ان کی مالی اعانت کا فرض بھی پورا کرنا ہوتا ہے۔ اسلام نے وصیت کے معاملہ میں بھی والدین پر یہ حد لگا دی ہے کہ پوری جائیداد یا ترکہ کے 1/3 حصہ سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے اولاد متاثر ہوتی ہے۔

حضرت عامر بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں بیمار تھا اور اس دوران اکثر آنحضرت ﷺ میری عیادت کرنے اور خبر گیری کرنے تشریف لاتے۔ ایک دن میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ "میں اپنے مال کو راہ خدا میں دینے کی وصیت کرنا چاہتا ہوں۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ نہیں (ایسا نہ کرو) حضرت عامر نے عرض کیا۔ "کیا نصف مال کو راہ خدا میں دے سکتا ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "بالکل نہیں۔" پھر عرض کیا۔ "کیا تیسرے حصہ کی (وصیت کروں)" آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تیسرے حصہ میں کر سکتے ہو اگرچہ تیسرا حصہ بھی زیادہ ہے۔ (پھر ذرا ٹھہر کر فرمایا) یہ کہ تو اپنے وارثوں

کو مالدار چھوڑ جائے اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں تنگدستی میں ڈال جائے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (بخاری)

شفقت و محبت

اولاد اپنے والدین سے سب سے زیادہ شفقت و محبت کی امید کرتی ہے اور یہ اولاد کا فطری حق ہے کہ اس کے والدین اسے دل سے چاہیں اور اس کے سچے خیر خواہ بنیں۔ بہت زیادہ سختی بچے کو نفسیاتی طور پر جھگڑالو، ہٹ دھرم اور ضدی بنا دیتی ہے۔ اس لئے بچے کو ایک اچھا انسان بنانا تبھی ممکن ہو گا کہ اسے نہایت شفقت و محبت سے اس بات کا احساس دلائیں کہ ماں باپ اس کے حقیقی طور پر محسن اور خیر خواہ ہیں۔ اگر کبھی بچے کو یہ احساس ہونے لگے کہ اس کے ماں باپ کو اس سے بالکل محبت نہیں اور وہ اسے برا سمجھتے ہیں تو اس سے بچے میں عدم اعتماد، ضد، کام چوری، بددیانتی اور ہٹ دھرمی کی برائیاں زور پکڑ جاتی ہیں جبکہ محبت و شفقت کا طرز عمل اس میں مکمل اعتماد، خود آگاہی اور خود کام کرنے کا شوق اور زیادہ کر دے گا جس سے اس کی سیرت کی تعمیر میں ایک مکمل انسان کی خوبیاں بہتر طور پر اجاگر ہو سکیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ دیہاتی آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کیا آپ ﷺ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "بالکل ہاں" وہ کہنے لگے۔ لیکن خدا کی قسم ہم تو نہیں چومتے۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو پھر میرا کیا اختیار ہے۔" (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ حضرت حسن علیہ السلام کو چوم رہے تھے۔ اقرع نے حیران ہو کر کہا۔ "یارسول اللہ ﷺ میرے تو دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی ایک کو بھی نہیں چوما۔" اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔" (صحیح مسلم)

آنحضرت ﷺ بچوں سے بہت زیادہ شفقت و محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ ''فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے بری لگتی ہے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جو چیز اسے اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔'' (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بازار کے لئے نکلا۔ آپ ﷺ مجھ سے کوئی بات نہ کر رہے تھے اور میں بھی خاموشی سے آپ ﷺ کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بنو قینقاع کے بازار میں جا پہنچے۔ وہاں سے آپ ﷺ لوٹے تو سیدھے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بڑی بے قراری سے پوچھا۔ ''کیا یہاں کوئی چھوٹا بچہ ہے؟ کیا یہاں کوئی چھوٹا بچہ ہے؟'' آپؐ کی مراد حضرت حسن علیہ السلام سے تھی ہم نے سمجھا کہ ان کی والدہ نے انہیں نہلانے اور خوشبودار ہار پہنانے کے لئے روکا ہوا ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آگئے اور آنحضرت ﷺ کے گلے لگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے خدا! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت کرے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو اپنے بال بچوں پر آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر محبت و شفقت رکھتا ہو۔ آپؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ پھر آپؐ دونوں کو سونگھتے اور سینے سے لگا لیتے۔ (ترمذی)

اکرام و احترامِ اولاد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں حسن ادب سے آراستہ کرو۔ (ابن ماجہ)

اولاد کا اکرام کرنا یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور امانت سمجھ کر ان کی قدر کی جائے۔ حسب استطاعت ان کی ضروریات زندگی کی کفالت کا بندوبست کیا جائے اور انہیں

بوجھ نہ سمجھا جائے۔

ماں باپ کی طرف سے ان کی بہتر تربیت ہی بہت بڑا تحفہ اور اکرام ہے۔ شائستگی اور اچھے آداب کے سکھانے کا اہتمام کرنا اور ان کی اچھی سیرت و کردار کی تشکیل کے لئے کوشش کرنا ہی دراصل اکرام اولاد ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے اولاد کی تربیت کے درج ذیل طریقے بتائے ہیں۔

☆......جب بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے تو اس کے بیٹھنے اٹھنے پر نظر رکھی جائے اور اسے نامحرموں اور ایروں غیروں سے دور رکھا جائے۔

☆......اچھے اخلاق و آداب کی تعلیم کے لئے بہتر اہتمام استاد و تدریس کیا جائے۔

☆......زیادہ لاڈ پیار کرنے کی بجائے بچے پر استاد کی اطاعت پر زور دیا جائے۔

☆......بچے کی جائز ضروریات کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور غیر ضروری مطالبات کو عمدہ طریقے سے ٹال دیا جائے۔

☆......شروع شروع میں تعریف و توصیف کر کے حوصلہ افزائی کی جائے اور جب رغبت پیدا ہو جائے تو پھر اسے اس کے اچھے برے سے آگاہ کیا جائے اور ضرورت پڑے تو سخت لہجہ اختیار کیا جائے۔

☆......بچے کو زیادہ سے زیادہ ہنر مند بنایا جائے۔

☆......بری معاشرت سے اس کے بچاؤ اور اچھے اطوار کی تعلیم و تربیت میں انہماک پیدا کیا جائے۔

☆......مادی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت پر بھی توجہ دی جائے۔

☆......متوسط و معیاری لباس و طعام اپنانے پر مائل کیا جائے۔

☆......شائستہ گفتگو اور بڑے چھوٹے سے ملاقات کے آداب کی تعلیم دی جائے۔

☆......بچے کی اچھی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ والدین کے اطوار بھی شائستہ ہوں۔ اور بچے کو جس بات کی تعلیم دیں اس پر خود وہ پہلے ہی عمل پیرا ہوں۔

☆ بچے کی تعلیم و تربیت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان کی اچھائی اور بہتری کی باقاعدہ اہتمام سے دعا کریں۔

☆..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل ختم ہو جاتے ہیں مگر تین عمل ایسے ہیں جو اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔

(1) صدقہ جاریہ

(2) وہ علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں

(3) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا و مناجات کا اہتمام کرے۔ (ترمذی)

☆..... حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے کے دعا کرنے سے اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے (موطا)

☆..... علامہ اقبالؒ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ہمارے ہاں ایک فقیر آیا جو ٹلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے مارا تو جو کچھ وہ مانگ کر لایا تھا وہ نیچے گر گیا۔ میرے والد نے یہ منظر دیکھا تو ان کا رنگ زرد ہو گیا اور مجھے بلا کر کہا۔

"بیٹا! ذرا خیال کر قیامت کے دن جب جناب رسول خدا ﷺ کا دربار لگا ہو گا اور بڑے بڑے حافظ، شہید، زاہد، عاشقان رسول ﷺ اور عالم جمع ہوں گے تو یہ فقیر وہاں آ کر دہائی دے گا اور حضور ﷺ مجھ سے پوچھیں گے کہ تمہیں گوشت کا ایک ٹکڑا دیا گیا تو تو اسے انسان نہ بنا سکا۔ تو بیٹا بتا کہ اس وقت میں کیا جواب دوں گا۔ بیٹے! باپ پر یہ ظلم نہ کر اور غلام کو اپنے آقا کے حضور میں شرمندہ نہ کر۔"

☆..... بچے کا اچھا نام رکھا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور حسن آداب سے آراستہ کرے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

نیک نامی اور نکاح کا اہتمام

اولاد کا والدین پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں نیکی اور نیک نامی ورثہ میں دیں۔ برائی اور بدنامی نہ دیں۔ جس طرح بے راہ رو اولاد والدین کے لئے باعث ننگ وعار ہوتی ہے اسی طرح غلط والدین بھی اولاد کے لئے ساری عمر شرمندگی ذلت اور اذیت کے باعث بنے رہتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد دے تو والدین پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں بہتر آداب سکھائیں اور جب وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کی (بہتر جگہ پر) شادی کر دے۔ اگر بچہ سن بلوغ کو پہنچ گیا مگر باپ نے اس کی شادی نہ کی اور (نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ حرام کاری میں مبتلا ہو گیا تو اس کا باپ اس گناہ کا ذمہ دار ہو گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

والدین کے اپنے نیک اطوار اور نیک شہرتی جس طرح بچے کے کردار پر گہرے اثرات چھوڑتی ہے اسی طرح اس کے سسرال کی نیکی اور نیک نیتی بھی اولاد کے لئے بڑے دوررس نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ اس لئے والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کے لئے اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ اولاد کے نیک مستقبل کے لئے خود نیک رہیں اسے نیک بنانے کے لئے نیک ماحول دیں اور بروقت اس کے لئے نیک جگہ پر نکاح کا اہتمام کریں تاکہ اس کے مستقبل کے لئے اور پھر اس کی اولاد کے مستقبل کے لئے نیکی اور نیک روی کی بنیاد بن سکے۔ جس طرح والدین کا ترکہ بچے کے معاشی مفادات کا معاون و مددگار ہوتا ہے اسی طرح بچے کے بارے میں یہ فیصلے بھی والدین سے گراں قدر نیک نیتی اور توجہ کا اہتمام چاہتے ہیں جو ان کی اولاد کی نیکی کے لئے فائدہ مند بنیاد کا کام کریں نہ کہ والدین کے غلط فیصلے اولاد کے لئے سوہان روح بن جائیں۔

رشتہ داروں کے حقوق

انسانی معاشرت میں انسان کے رشتہ دار عزیز اور اقربا کا کردار بڑا موثر اور بنیادی ہوتا

ہے۔ اسی لئے اسلام میں اس لحاظ سے انسان کو گراں قدر تعلیمات سے نوازا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک سفر میں تھے کہ ایک بدو آپؐ کے سامنے آگیا اور آپؐ کی ناقہ کی نکیل کی رسی پکڑلی اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت کے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ اس دوران رک گئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھرپور نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ اسے نیکی کی توفیق دی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! تم نے کیا کہا تھا؟ راوی کہتے ہیں کہ اس بدو نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آنحضرت ﷺ نے (سوال کا جواب دیتے ہوئے) فرمایا۔

"تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' نماز قائم کر' زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر۔"

اور پھر رک کر فرمایا کہ اب ہماری ناقہ چھوڑدے۔ (صحیح مسلم)

صلہ رحمی کا حکم آنحضور ﷺ کے دیگر فرامین کی روشنی میں کچھ اس طرح ہے کہ:

☆......رشتے داروں سے تعلقات قائم رکھے جائیں اور انہیں توڑا نہ جائے۔

☆......ان کے دکھ سکھ میں شرکت کی جائے۔

☆......ان سے حسن سلوک کیا جائے۔

☆......ان کی ضرورت کے وقت مالی' جسمانی اور اخلاقی مدد کی جائے۔

☆......اور اگر ان کا سلوک اچھا نہ بھی ہو تو پھر بھی ان کے ساتھ بہتر اور محبت و عزت کا سلوک کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

☆......"اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔" (النساء: 1)

☆......"پس (اے مومن) رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق)

یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔" (الروم:38)

☆...... آنحضرت ﷺ کے متعدد ارشادات میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صلہ رحمی نہ کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ بھلائی کی بات کرے اور خاموش رہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ نسب کی اتنی تعلیم حاصل کرلو جس سے اپنے رشتہ داروں سے مل سکو کیونکہ صلہ رحمی سے اپنے لوگوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ مال بڑھتا ہے اور موت پیچھے ہٹتی ہے۔ (یعنی عمر لمبی ہوتی ہے) (ترمذی)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ "رشتہ داری رحمان کی ایک شاخ ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تجھے (رشتہ داری کو) جوڑے گا میں اس سے جڑوں گا اور جو تجھے (رشتہ داری) کو کاٹے گا میں اس سے کٹ جاؤں گا۔" (صحیح بخاری)

☆...... حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور پر افطار کرے کیونکہ یہ برکت والی چیز ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرلے کیونکہ یہ بڑی پاک چیز ہے اور پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے جبکہ رشتہ دار کو صدقہ دینے میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ صدقہ بھی ہے اور دوسری یہ صلہ رحمی ہے۔ (ترمذی شریف)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصار میں سے

سب سے زیادہ مالدار تھے اور انہیں اپنے اموال میں سے (اپنا باغ) بیر ماء سب سے زیادہ عزیز تھا۔ یہ باغ مسجد نبویؐ کے سامنے تھا۔ رسول خدا ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اس باغ کا عمدہ اور شیریں پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اسی شے کو (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کردو جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہے۔''

تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بیر ماء ہے اور میں اسے خدا کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔ آپؐ جیسے مناسب سمجھیں اس کا تصرف فرمائیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ واہ واہ یہ تو مفید مال ہے۔ (اس کا خیرات کرنا تمہیں بہت فائدہ مند ہوگا اچھا) تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا اور مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ اس پر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایسے ہی کرتا ہوں۔ اور پھر انہوں نے حسب حکم رسولؐ اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کو میں نے فرماتے سنا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے۔ (صحیح بخاری)

☆...... حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔ (ترمذی)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ کسی آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پھر وہ ان سے حسن

سلوک کرے اور ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرے تو اس کے لئے جنت ہے۔ (ترمذی)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ اے اللہ کے رسولؐ! میری جتنی ساتھی خواتین ہیں سب کی کنیتیں ہیں (اور وہ اپنے اپنے کسی بچے کے نام سے اس کی ماں کہہ کر پکاری جاتی ہیں مگر میری کوئی کنیت نہیں اس پر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ کنیت رکھ لے۔ (اور ام عبداللہ کہلانا شروع کر دے)۔ (ابوداؤد)

عبداللہ سے مراد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان سے کہ "تو بھی اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ کنیت رکھ لے" یہ پایا جاتا ہے کہ حضورؐ نے بھانجے کو بھی بیٹے کی مانند قرار دیا ہے۔

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ انسانوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ماں" پھر پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "تیری ماں" تیسری بار پوچھا گیا تو پھر آپؐ نے فرمایا۔ "تیری ماں" اور پھر جب چوتھی بار پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "تیرا باپ" اور پھر اس کے دوسرے رشتہ دار جو تیرے زیادہ قریب ہیں اور پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہیں۔ (صحیح مسلم)

رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کی جو تاکید قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ معاشرے کی یک جہتی اور اتحاد کے لئے انتہائی ناگزیر ہے جو رشتہ جتنا زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ اتنا ہی زیادہ رقیب ہونے کا حکم ہے اور جو ان رشتوں کی قربت کو نظر انداز کرے وہ اتنا ہی معاشرتی اقدار کا قاطع سمجھا جائے گا اور اس کے لئے قرآن و حدیث میں اتنی ہی زیادہ وعید دی گئی ہے۔ اس کے لئے جنت حرام قرار دی گئی ہے۔ احادیث نبویؐ اور آثار علماء کرام اس کی شہادت کے لئے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

☆...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ رشتے داروں سے تعلق توڑنے والے اور ان سے بد سلوکی کرنے والے کو جنت کے اندر داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔

☆......امام زین العابدین علیؒ کے بیٹے محمد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا۔ میں نے عرض کیا۔ کون؟ آپ نے فرمایا کہ فاسق کے ساتھ کہ وہ تمہیں ایک لقمے بلکہ اس سے بھی کم میں بیچ دے گا۔ میں نے پوچھا کہ اس سے کم کیا شے ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک لقمے کی طمع کی جائے اور وہ بھی نہ ملے۔ میں نے پوچھا دوسرا کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بخیل وہ اس چیز کو جس کی تمہیں سب سے زیادہ ضرورت ہو گی تم سے علیحدہ کر دے گا۔ میں نے پوچھا۔ تیسرا کون؟ فرمایا۔ کذاب وہ سراب کی طرح قریب کو تم سے دور کر دے گا اور دور کو قریب۔ میں نے عرض کیا چوتھا کون؟ آپ نے فرمایا۔ احمق کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر الٹا نقصان پہنچادے گا۔ میں نے کہا۔ پانچواں کون؟ فرمایا۔ رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا اور ان سے بد سلوکی کرنے والا۔ میں نے اسے خدا کی کتاب میں تین مقامات پر ملعون پایا ہے۔

صلہ رحمی جس طرح ثواب کی موجب ہوتی ہے بالکل قاطع رحم کو خدا کے عذاب شدید کی وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ سرکشی اور قطع رحمی سب گناہوں سے زیادہ اس بات کی مستحق ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے کو خدا تعالیٰ دنیا میں سزا دے علاوہ اس سزا کے جو اس نے اس کے لئے آخرت میں رکھی ہے۔ (ابوداؤد)

صلہ رحمی کی اتنی بڑی فضیلت صرف اس لئے ہے کہ انسانیت کی شان رشتہ جوڑنے میں اور انسانیت کا وجود تبھی مسلم مانا جا سکتا ہے جب ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی بھائی بن کر رہے۔ ذرا سی بات پر فتنہ و فساد برپا کرنا اور آپس میں تعلق توڑ لینا توہین انسانیت ہے۔

رشتہ داروں کو آپس میں بڑی توقعات ہوتی ہیں اس لئے ان کے اندر شکر رنجیاں زیادہ جنم لیتی ہیں۔ غیروں سے اتنی امید نہیں ہوتی اس لئے رشتہ داروں کی نسبت ان سے قطع تعلق کی اس قدر نوبت نہیں آتی۔ رشتہ داروں کے معاملہ میں زیادہ اعلیٰ حوصلگی، صبر و تحمل اور عفوودرگزر کی روش اگر اختیار نہ کی جائے تو رشتے برقرار نہیں رکھے جاسکتے۔

رسول خدا ﷺ نے وضاحت سے اس خطرہ سے متنبہ کیا ہے کہ صحیح صلہ رحمی کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ ان رشتہ داروں سے بھی صلہ رحمی کا سلسلہ بحال رکھا جائے جو قطع رحم پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو اپنے رشتہ داروں کی طرف سے کی گئی صلہ رحمی کے جواب میں صلہ رحمی کرے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ (اس کے جواب میں بھی) صلہ رحمی کرے۔ (ترمذی)

ترمذی میں حضور ﷺ کا ایک فرمان اور بھی نقل ہوا ہے کہ جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ کہیں بہتر ہے اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر دل برداشتہ ہوتا ہے۔

اہل قرابت کے حقوق کو ہم ذیل میں اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں جو مذکورہ قرآن و حدیث کے حوالوں سے مستنبط کئے گئے ہیں۔

(1) اہل قرابت سے حددرجہ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔ ان کی طرف سے اگر مخاصمت یا عدم رواداری کا بھی سامنا ہو تو صلہ رحمی کے طور پر برداشت کیا جائے۔

(2) معاشی بدحالی و تنگدستی میں ان کی مالی معاونت کی جائے۔

(3) خوشحال اہل قرابت کے ساتھ بھی تحفہ تحائف کا سلسلہ کیا جائے تاکہ الفت و مودت بڑھے۔

(4) اہل قرابت سے حتی المقدور تعارف رکھا جائے۔

(5)اہل قرابت سے جب بھی سامنا ہو یا انہیں بلایا جائے ان کی زیادہ سے زیادہ عزت اور تعظیم کی جائے۔

(6)اہل قرابت کے بچوں پر زیادہ شفقت' جوانوں کے ساتھ محبت اور بوڑھوں کے ساتھ زیادہ قدر افزائی کا معاملہ کیا جائے۔

(7)اہل قرابت کی تعلیم و تربیت' سماجی ترقی اور معاشی خوشحالی کے پروگراموں میں بھرپور حصہ لیا جائے اور حتیٰ المقدور اپنا مالی و بدنی حصہ ڈالا جائے۔

(8)اہل قرابت کو درجہ بدرجہ میراث میں حصہ لینے کا حسب شرع حق حاصل ہے۔

(9)ترتیب استحقاق میں اولاد' والدین' زوجین' بھائی' بہنیں سگی' سوتیلی' پوتی پوتیاں' اور دیگر عصبات اور ذوی الارحام آتے ہیں۔

(10)اہل قرابت میں بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرنا فرض ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی کی برائی پر اسے منع کرنا اور اسے اچھائی کا حکم دینا بھی اہل قرابت کا فرض اور استحقاق ہے۔

(11)اہل قرابت عام لوگوں کی نسبت زیادہ احسان' عفو و درگزر اور مہربانی و کرم کے مستحق ہیں۔

(12)اہل قرابت کے روزگار میں ان کی مدد کرنا فرض ہے۔ اہل قرابت سے مدد چاہنا استحقاق ہے۔

(13)اہل قرابت سے نسبی رشتوں کو بڑھانا اور باہمی شادی بیاہ کرنا فرض ہے۔

(14)اہل قرابت کو تحفظ مہیا کرنا اور دشمن کے خلاف مشترکہ دفاعی حصار قائم کرنا فرض اور استحقاق کے زمرے میں آتا ہے۔

حقوق ہمسایہ

اسلامی معاشرت میں ہمسایہ کے حقوق پر جس قدر زور دیا گیا ہے اس کا حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بخوبی ہو جاتا ہے جس میں رسول خدا ﷺ نے

فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمسائے (کے حقوق) کے بارے میں (اس قدر) برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ خیال ہوا کہ وہ اسے (ترکے کا) وارث (بھی) بنادیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں جس قدر قرب ہمسائے کو ہوتا ہے اگر اس کو اس قدر حقوق نہ دیئے جاتے تو معاشرے میں واضح انتشار پیدا ہو جاتا۔ ذرا تصور کریں اگر ہمسایہ بدباطن ہو' دشمن ہو' لڑائی جھگڑے پر ہر وقت مصر ہو' دوسروں کے مال' آرام اور سکون کا دشمن ہو تو بھلا ایسے ماحول میں گزر بسر کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ بالکل نہیں۔ ایسا ماحول تو جہنم کدہ ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام جس معاشرت کا داعی ہے اس میں ہمسایہ دشمن نہیں ہو گا' جان و مال کا دشمن نہیں بلکہ صحیح معنوں میں محافظ ہو گا' امیر و غریب کی تفریق نہیں ہو گی بلکہ سب بہن بھائی ہوں گے۔ اس کی شہادت قرآن وحدیث کے ان احکامات سے ہوتی ہے۔

☆...... حضرت ابو شریح عددی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے (حضور ﷺ کا) یہ فرمان سنا جب آپؐ فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں انہیں دیکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے کی عزت و تکریم کرے اور جو کوئی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات بولے یا پھر خاموش رہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی زیادہ رکھ اور اپنے ہمسائے کی خبر گیری کر۔ (یعنی انہیں سالن میں سے تحفہ بھیج)(صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسائی کسی ہمسائی کے لئے (تحفے کو) حقیر نہ سمجھے چاہے (وہ تحفہ) بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دو ہمسائے ہیں تو میں ان میں سے کسے تحفہ بھیجوں۔ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔ (صحیح بخاری)

☆......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہوتا ہے۔ (شعب الایمان للبیقی)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لئے بہترین ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایوں کے لئے بہترین ہے۔ (ترمذی)

☆......حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہمسائے کا حق یہ ہے کہ:۔

☆......اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

☆......اگر وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔

☆......اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو تو اسے (بشرط استطاعت) قرض دے۔

☆......اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو تو اس کی پردہ پوشی کرے۔

☆......اگر اسے کوئی نعمت ملے تو تو اسے مبارکباد دے۔

☆......اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تو اسے تسلی دلاسا دے۔

☆......تو اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کر کہ اسی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

☆......تو اپنی ہنڈیا کی ہمک سے اسے اذیت نہ دے الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اسے بھی بھیج دے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

امام غزالی علیہ الرحمتہ نے ''احیا العلوم والدین'' میں ہمسایوں کے حقوق باالاختصار کچھ اس طرح گنوائے ہیں۔

(1) ہمسائے کو سلام میں پہل کرنا۔

(2) اس سے اکتا دینے والی لمبی گفتگو نہ کرنا۔

(3) اس کی بار بار مزاج پرسی کرنا۔

(4) اگر وہ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرنا۔

(5) اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو اس سے اظہار ہمدردی کرنا۔

(6) تکلیف دہ حالات یا موت فوت میں اس کا پورا پورا ساتھ دے۔

(7) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو اسے مبارک باد دینا اور اس کی خوشی میں شریک ہونا۔

(8) اس کی لغزشوں اور غلطیوں سے در گزر کرنا۔

(9) اپنی چھت سے اس کے مکان پر نہ جھانکنا۔

(10) اپنا پرنالہ اس کے مکان یا صحن کی طرف رکھنے سے پرہیز کرنا۔

(11) کوڑا کرکٹ اس کے مکان کے سامنے نہ ڈالنا۔

(12) اس کے مکان کا راستہ تنگ نہ کرنا۔

(13) وہ جو کچھ اپنے گھر میں لے جا رہا ہو اسے غور سے نہ دیکھنا۔

(14) اس کی کمزوریوں کو چھپانا اور اس کی پردہ پوشی کرنا۔

(15) بوقت ضرورت اس کا پورا پورا ساتھ دینا۔

(16) اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کا پورا پورا خیال رکھنا۔

(17) اس کے خلاف کسی قسم کی غیبت یا چغلی نہ سننا۔

(18) اس کی عزت و حرمت سے نگاہ جھکا لینا۔

(19) اس کے ملازموں اور نوکرانیوں کی طرف نگاہ نہ اٹھانا۔

(20) اس کے بچوں سے لاڈ پیار کرنا۔
(21) جن دینی یا عام باتوں سے وہ بے خبر ہو اس کی عام راہنمائی کرنا۔

یتیموں کے حقوق

وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایہ رحمت و عاطفت سے محروم ہو جائے اسے یتیم بولا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرت میں ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اس یتیم بچے کو آغوش محبت میں لے لیں، اسے پیار کریں، اس کی خدمت کریں، اس کو تعلیم دلائیں، اس کے متروکہ مال واسباب کی حفاظت کریں اور جب وہ عقل و شعور کو پہنچ جائے تو پوری دیانتداری سے اس کی امانت اسے پوری کی پوری واپس کر دی جائے۔ ان کی شادی اور خانہ آبادی کا اہتمام کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

"اور بہتری کی غرض کے سوا یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی طاقت کی عمر کو پہنچ جائیں۔" (انعام :19)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"اور یہ کہ یتیموں کے لئے انصاف پر قائم رہو۔ (النساء:19)

یتیموں کے مال میں اسراف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور اڑا کر اور جلدی کر کے ان کا مال نہ کھا جاؤ کہ کہیں یہ بڑے نہ ہو جائیں۔" (النساء:1)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور جو (متولی) بے نیاز ہے اس کو چاہئے کہ بچتا رہے اور جو محتاج ہے تو منصفانہ طور پر دستور کے مطابق کھائے۔" (النساء:1)

یتیم بچوں کے مال کو بددیانتی اور اسراف سے خرچ کرنے کی جہاں تنبیہ کی گئی ہے وہاں یہ بھی ہدایت ہے کہ نابالغ یتیم بچوں کے سپرد ان کا مال نہ کرو جب وہ سن رشد کو پہنچ جائیں تو پھر ان کی عقل کو دیکھ بھال کر ان کی امانت ان کے سپرد کریں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور بے وقوفوں کو اپنے مال جس کو خدا نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے نہ پکڑا دو اور ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہو اور یتیموں کو جانچتے رہو جب وہ نکاح کی (طبعی) عمر کو پہنچیں تو ان میں سے اگر ہوشیاری دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔" (النساء: 1)

یتیم کی عزت نہ کرنے والے اور اس کی بھوک پیاس کا احساس نہ کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر تنبیہ کی گئی ہے۔

سورۃ الماعون میں ارشاد خداوندی ہے۔

"کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا جو انصاف کو جھٹلاتا ہے سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔"

سورۃ الفجر میں ارشاد خداوندی ہے۔

"نہیں یہ بات نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کو مسکین کو کھانے کھلانے پر آمادہ کرتے ہو اور مرے ہوئے لوگوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور دنیا کے مال و دولت پر جی بھر کر ریجھے رہتے ہو۔" (الفجر: 1)

مکی دور نزول قرآن میں یتیموں کی پرورش اور بے کس و نادار پر رحم و کرم کی دعوت متعدد آیات قرآنی میں دی گئی ہے۔ دولت مندوں کو غریبوں کے ساتھ فیاضی کی تلقین کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ انسانی زندگی کی گھاٹی کو پار کرنا اصل کامیابی ہے۔ اس گھاٹی کو کیونکر پار کیا جا سکتا ہے۔ ظلم و ستم کے گرفتاروں کی گردنوں کا چھڑانا' بھوکوں کو کھانا کھلانا اور یتیموں کی خدمت کرنا۔ سورۃ البلد میں ارشاد خداوندی ہے۔

"یا بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا۔"

سورۃ الدھر میں ارشاد ہوا:۔

"اور اس کی محبت کے ساتھ کھانا کسی غریب اور یتیم کو کھلاتے ہیں۔"

سورۃ الضحیٰ میں ارشاد فرمایا۔

"یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو۔"

بنی اسرائیل کو دیئے گئے حکم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔" (البقرہ:82)

سورۃ البقرہ ہی میں ایک اور ارشاد خداوندی ہے۔

"پوچھتے ہی یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ کہو جس طرز عمل میں ان کے لئے بھلائی ہو وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔" (البقرہ:22)

غرضیکہ احادیث رسولؐ اور قرآن مجید کی تعلیمات میں یتیموں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت احکامات دیئے ہیں۔ ان احکامات کی روشنی میں ہم یتیموں کے حقوق کو بالاختصار مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں بیان کرسکتے ہیں۔

(1) یتیم بچے کا احترام و اکرام اور پیار و محبت اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر کیا جائے تاکہ اسے اپنے باپ کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہو۔

(2) یتیم بچے کی پرورش و پرداخت اسی طرح کی جائے جس طرح اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔

(3) یتیم بچے کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا اہتمام کیا جائے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات اگر یتیم بچے کے اپنے والدین کے ترکہ سے کئے جارہے ہیں تو انہیں عدل کے ساتھ کیا جائے۔

(4) یتیم بچے کی جائیداد اور مال کی حفاظت اور اس کی سرمایہ کاری کا اسی طرح اہتمام کیا جائے جس طرح کوئی شخص اپنی جائیداد کا کرتا ہے۔ انصاف کے ساتھ اسے اپنی محنت کا حق لینے کا حق حاصل ہے۔

(5) یتیم بچے کے مال کی اس وقت تک حفاظت کی جانی چاہئے جب تک بچہ سن

بلوغت کو پہنچ کر اس جائیداد کو سنبھالنے کے لئے ضروری علمی و عقلی استعداد و کمال کا مالک نہ بن جائے۔

(6) خوش کلامی و خوش اخلاقی کے ساتھ یتیم کی مالی کفالت اور جاحت روائی معاشرے کے سارے افراد پر واجب ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

"مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جارہی ہو اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(7) یتامیٰ کے ساتھ معاشرتی عدل و احسان کا حکم ہے اور یہ سلسلہ ترحم اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک کہ ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک نہ کر دیا جائے۔ یتیم بچی کے ساتھ شادی کرنے اور اسے دبائے رکھنے کے ارادوں کو اسلام ناپسند کرتا ہے۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ یتیم بچی کے ساتھ انصاف نہ کر سکو تو اس کے ساتھ بالکل نکاح نہ کرو۔

(8) یتامیٰ کی پرورش کے لئے مسلمانوں کے صدقات و خیرات کی رقم کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پرورش سے مراد بچوں کی خورد و نوش، لباس اور تعلیم و تربیت کے اخراجات ہیں۔

(9) غریب و یتیم کو کھانا کھلانا نیکی ہے لیکن کبھی بھی اس نیکی کا احساس دلانا یا جتلانا جائز نہیں ہے۔

(10) یتیم کے ولی پر لازم ہے کہ وہ یتیم کے مال اور جائیداد کا مناسب انتظام کرے اور اس میں تجارت کے ذریعہ افزائش مال کا اہتمام کرے۔ اور پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو پوری دیانتداری سے اس کا اصل بمعہ منافع اس کو واپس کر دے۔

(11) یتیم بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی اور اس سلسلہ میں لوگوں کو ترغیب و ترہیب دینے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

(12) اسلامی معاشرہ میں یتامیٰ کو لوگوں کے مالوں سے ان کے صدقات وخیرات کی رقم لینے کا حق حاصل ہے اور یہ ان پر کسی کا احسان نہیں بلکہ یہ مالدار لوگوں پر ان یتیم بچوں کا احسان ہے جو وہ مال لے کر اس کے مال میں مزید خیر وبرکت کا سبب بنتے ہیں۔

(13) اگر یتیم بچوں کے وارث مال نہ چھوڑ کر مریں اور وہ غریب ہوں تو معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی اجتماعی کفالت کے لئے صحت مند اور نفع بخش باعزت روزگار فراہم کرے۔

(14) یتیم بچوں کا مال امانت ہے جو کوئی ان کے مال کا امین بنے گا اور پھر خیانت کا مرتکب ہوگا تو اسے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک قوم کے لوگ قیامت کے روز اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے منہ آگے سے بھڑک رہے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا" وہ لوگ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔"

(15) یتیموں میں بعض اس قسم کے لوگ ہوں گے جو کہ دست سوال دراز کرنے سے بوجہ شرافت گریز کرتے ہیں۔ اسلام میں ایسے لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لئے زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری دیکھ کر واقف گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت جان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر بھیک مانگیں ان کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔" (البقرہ:273)

محتاجوں کے حقوق

انسان ضروریات کا بندہ ہے اس پر کبھی کبھی ایسا موقع ضرور آتا ہے کہ اس کو دوسروں

کا دست نگر بننا پڑتا ہے۔ دوسروں سے مدد لینا پڑتی ہے۔ ایسے وقت میں انسانی معاشرہ کا یہ فرض ہے کہ وہ مصیبت کے وقت میں اپنے انسان بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشش کرے۔ قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کا دوسرے لوگوں کے مالوں میں حق مقرر ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کے لئے حق ہے۔" (الزاریات:1)

مسافر دوران سفر لٹ جائے کمائی یا کھیتی پر کوئی اچانک افتاد پڑ جائے اچانک کسی حادثہ یا بیماری سے مستقل معذوری کی صورت بن جائے وغیرہ وغیرہ غرض اس طرح کے کئی پہلوؤں میں ایک انسان مفلس، مجبوز، محتاج اور ضرورت مند بن کر سوال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے سائل کو انکار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اور تو سوال کرنے والے کو جھڑ کانہ کر" (الضحیٰ)

اس طرح کوئی بھی ضرورت مند مدد کا خواستگار، خواہ وہ جسمانی مالی یا علمی مجبوری کے ہاتھوں سوال کرنے پر مجبور ہو گیا ہو تو وہ سائل ہے اور اس کو انکار کرنے یا جھڑکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد کی ایک صورت یہ بھی بتائی ہے کہ آپ اس کی کسی دوسرے سے سفارش کر دیں تو یہ بھی کافی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"جو نیک بات کی سفارش کرے تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہو گا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا اور ہر چیز کا نگہبان اللہ ہے۔" (النساء=11)

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو خدا اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی کوئی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ قیامت کے روز قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور کرے گا۔" (صحیح بخاری و

مسلم)

ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"اللہ اپنے بندہ کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔" (ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپؐ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ

"تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔"

ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ "اگر کچھ اور نہ ہو سکے تو بے کس حاجت مند کی مدد ہی کیا کرو۔ کسی بھولے بھٹکے ہوئے کو راہ لگانا' راستہ میں پڑی ضرر رساں کوئی چیز یا کانٹا ہٹانا بھی خداوند تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا کام ہے۔ وہ ذات ایسے کام کی قدر کرتی ہے اور اس کا گناہ معاف کر دیتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور فرمان مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدمؑ کے بیٹے میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہ کی۔ انسان حیران ہو کر کہے گا کہ اے میرے رب! تو تو رب العلمین ہے میں تیری کس طرح عیادت کرتا۔ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدمؑ! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے کھانا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ اے آدمؑ کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ انسان کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کس طرح پانی پلاتا جبکہ تو رب العلمین ہے۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہ پلایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم)

غریبی اور حقارت اتنی قابل حقارت نہیں جتنی کہ اہل دنیا نے اسے مذموم سمجھ لیا

ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ داخل ہونے والے زیادہ مسکین اور غریب لوگ ہیں۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک دوسری روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ "کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ جنت کے بادشاہ کون ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جنت کا بادشاہ) وہ شخص (ہوگا) جو کمزور ہے۔ لوگ اسے کمزور سمجھتے ہیں وہ پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا (مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں اس کا وہ رتبہ ہے کہ) اگر وہ خدا کے بھروسے پر قسم کھالے تو خدا اسے سچا کر دیتا ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپؐ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" (یعنی تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ شخص کیسا ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اس قابل ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات پر غور کیا جائے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو پھر حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ اسی دوران غریب مسلمانوں میں سے ایک شخص گزرا تو حضور ﷺ نے پوچھا۔ "بھلا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ (تو معمولی آدمی ہے اور) اس قابل ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے' اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو اسے غور سے نہ سنا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا اس جیسے (امیروں) سے بھری ہوئی ہو تو ان سب سے یہ (غریب) بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ

تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا تمہارے لئے صدقہ ہے اور تمہارا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (بھی) صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی ایسے شخص کو ایسی سرزمین میں راستہ بتا دینا جہاں لوگ راستہ بھول جاتے ہوں، تمہارے لئے صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی ایسے شخص کی مدد کرنا جس کی بصارت خراب ہو (یعنی نابینا یا کمزور نگاہ والا ہو) تمہارے لئے صدقہ ہے۔ اور تمہارا راستے سے پتھر ہٹانا کانٹا ہٹانا یا ہڈی وغیرہ کا ہٹا دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے اور تمہارا اپنا ڈول ڈال کر اپنے بھائی کے لئے پانی نکل کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے۔ (ترمذی)

☆...... حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی بیمار پرسی کرو اور قیدی کو رہائی دلاؤ۔ (ابو داؤد)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے (صحابہ کرام کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں (گیا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے (کھانا کھلایا ہے) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے کی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تمام باتیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں جائے گا۔" (صحیح مسلم)

غرض معاشرے کے محروم و محتاج اور مصائب کے شکار افراد اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ حسب استطاعت ان کے غم والم اور احتیاج کے وقت ان کی مدد کریں کیونکہ اسی میں انسانی معاشرے کے لئے برکت و رحمت اور حیات ہے۔

حق ملکیت و جائیداد

انسانی معاشرہ میں اسلام کو یہ انفرادیت اس طور پر بھی حاصل ہے کہ اس میں انسان کے لئے مکمل طور پر ملکیت کا حق دیا گیا ہے اور کسی چھوٹے یا بڑے کو کسی عورت یا مرد کو آقا یا غلام کو، صحت مند یا معذور کو اس حق سے محروم نہیں کیا گیا بلکہ مساوی طور پر ہر ایک کو حق بخشا گیا ہے کہ وہ جس قدر جب چاہے اپنی استطاعت اور محنت سے اپنی جائیداد بنا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس حق کو ان الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے۔

☆...... "اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔" (الجاثیہ:13)

☆......اور ہم نے بنی آدمؑ کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی۔ (بنی اسرائیل:70)

☆...... کیا یہ لوگ تمہارے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی بانٹ دی اور ایک کو دوسرے پر درجے بلند کر دیئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکو اور جو کچھ جمع کرتے ہیں تمہارے رب کی رحمت اس سے بھی کہیں بہتر ہے۔ (زخرف:32)

☆......جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کے لئے رزق بنا دیا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں۔ (کہف:7)

☆......اور نیند کو تمہاری تکان کے رفع کرنے کے لئے بنایا، رات کو اوڑھنا بنایا اور دن میں کمائی کرنے کے لئے بنایا۔ (النباء9:11)

☆...... تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ (التغابن:15)

☆...... جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت کی زندگی ہے۔ آپس میں بڑائی ظاہر کرنا اور مال و اولاد کی زیادہ طلب کرنا ہے۔ (الحدید:20)

☆......جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس روئے زمین کا سب مال و متاع ہو اور اس

کے ساتھ اتنا اور بھی تاکہ قیامت کے روز عذاب کے بدلہ میں دیں تو ان سے قبول نہ ہوگا۔
(المائدہ:36)

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ دنیا کی زندگی مسخر کردی ہے۔ کائنات ارضی کی نعمتیں انسان پر نچھاور کردی ہیں لیکن یہ بتایا کہ دنیاداری کی یہ ساری رنگینیاں انسان کے لئے آزمائش کا سبب ہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے جو کہ انسان کے دنیا کے اندر کئے جانے والے اعمال کی اچھائی یا برائی پر مترتب ہوگی۔

☆......دنیا میں حلال کھانے کی ترغیب دی گئی ہے اور حرام کمائی سے منع کیا گیا ہے۔
سورۃ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے۔

"اور تم دیکھو گے کہ ان میں سے اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں یہ جو کچھ کررہے ہیں بہت برے کام ہیں۔ ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے بلاشبہ وہ برا کرتے ہیں۔ (المائدہ63:62)

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو بتایا ہے کہ دنیا کا مال و متاع میری امانت ہے۔ اسے میری مخلوق کی آسائش اور آرام کے لئے خرچ کرو اور غصہ کو ترک کرو اور معافی و درگزر کو اپناؤ۔ یہ نیکی کے کام اللہ کو محبوب ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم نے تمہارے واسطے زمین سے پیدا کی ہیں ان میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اس میں سے گندی چیز دینے کا قصد نہ کرو کہ تم کبھی اس کو نہ لو مگر یہ کہ چشم پوشی کرجاؤ۔ (یعنی دوسرے کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔) (البقرہ367)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"جو آسودگی اور تنگی میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور

لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

☆ سورۃ لقمان میں ارشاد ربانی ہے۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام میں لگادیا ہے۔ (یعنی تم اس سے فائدہ اٹھاتے ہو) اور پوری کردیں تم پر اپنی نعمتیں ظاہ اور چھپی ہوئی۔ (یعنی جو عقل اور غور و فکر سے دریافت کی جائیں)۔

اس آیت قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین اور آسمان کے اندر انسان کے لئے آسائشات کے جو خزانے انسان کی سعی سے ظاہر ہورہے ہیں وہ سب اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے رکھے ہیں۔

☆......ایک دوسرے کی ملکیت میں ہونے والے مال کو نقصان پہنچانا ناحق کھانا یا ناجائز ذرائع سے ہضم کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت کرو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل کرو) اور آپس میں خون نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے (ناحق مال کھائے اور خون کرے) تو ہم اس کو عنقریب جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (النساء 30;29)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

☆......اور جو چوری کرے مرد یا عورت تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے اعمال کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ پھر جو کوئی ظلم کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو اللہ اس کو (آخرت کے عذاب سے) معاف کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (المائدہ 38-39)

☆......ناحق سود کے ذریعے سے ضرورت مندوں کے مال کو کھانے سے بھی منع کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر مسلمان ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ

دو۔"(البقرہ278)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور جو تم سود پر کچھ دیتے ہو کہ تم لوگوں کا مال بڑھتا رہے سو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اللہ کی رضا چاہتے ہو سو یہ وہی ہے جن کے دونے ہیں۔(یعنی بہت زیادہ اجر وثواب ہے)(الروم:39)

سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کو اس طرح اٹھیں گے جیسے آسیب نے لپیٹ کر ان کے حواس کھو دیئے ہیں۔ تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے۔ اور پھر اللہ کی نصیحت کے بعد جو سود لینے سے باز آگیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو باز نہ آیا اس کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

☆......رشوت کے ذریعے سے ملکیت بڑھانے کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس طرح ایک انسان ناجائز دباؤ یا لالچ میں آکر دوسرے انسان کی آمدنی پر ناجائز قبضہ کرنے کی سعی کرتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت کے طور پر) حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور تم جانتے بھی ہو۔(کہ یہ گناہ ہے)(البقرہ:188)

☆......اللہ تعالٰی کی طرف سے ملے ہوئے مال کو نیک کاموں میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اس مال کو نیکی کے کاموں میں جی بھر کر لگاؤ تاکہ انسانی معاشرہ کو اس سے فائدہ ملے۔ارشاد خداوندی ہے۔

"اور تم کو جو مال اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت طلب کرو اور دنیا میں "نیک کاموں میں)اپنا حصہ نہ بھولو اور بھلائی کرو جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی اور ملک میں فساد نہ چاہو بے شک اللہ فساد ڈالنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"(القصص:77)

☆......حلال اور پاک روزی کی ملکیت انسان کا حق ہے جبکہ ناجائز ذرائع سے روپیہ

پیسہ کمانا دوزخ کی آگ کمانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس حوالہ سے متنبہ کیا ہے۔ سورۃ نحل میں ارشاد خداوندی ہے۔

''سو اللہ کی دی ہوئی حلال اور پاک روزی کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔'' (آیت 114)

سورۃ الھمزہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

''جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ رہے گا۔ نہیں وہ اس روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔ اور تم کیا جانو وہ روندنے والی کیا ہے۔ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ (آیت 6:2)

حلال مال کمانے کی اجازت ہے لیکن مال کو روک رکھنے اور اچھے بھاؤ کے انتظار میں اسباب رزق جمع رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور احتکار زر کے ذریعے سے کمائی گئی روزی (ملکیت) حرام شمار ہوگی۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد خداوندی ہے کہ پاک اور ناپاک دولت برابر نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ناپاک دولت کی کثرت جس قدر بھی ہو۔ اہل عقل وہ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں تاکہ ان کی نجات ہو جائے۔ سورۃ توبہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن اسے جہنم کی آگ میں دہکایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کے ماتھے اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ اب اسے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔'' (آیت نمبر 35:34)

خواہش نفس کے تحت مال جمع کرنا' ملکیت پر پھولے نہ سمانا' زکوٰۃ نہ نکالنا' اسباب رزق جمع کر کے ضرورت مندوں کو مہنگے داموں خریدنے پر مجبور کرنا سب اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ اور ان کا کمایا ہوا مال پھینکے جائیں گے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے مال پر حسد کرنے کو منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی

ہے۔

''اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس (حسد) مت کرو۔ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی میں اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی میں۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (النساء:32)

☆.... جھوٹی قسمیں کھا کر ناجائز کمائی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور ایسی تجارت کو حرام قرار دیا ہے جس میں لوگ اپنی اشیاء کو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر کثیر تعداد میں بیچ کر زیادہ دولت کمانے کی حرص کرتے ہیں۔ یہ کمائی حرام کی ہے۔ اور ایسی ملکیت انسان کی آخرت کے لئے فائدہ مند نہیں بلکہ اسے دوزخ میں لے جانے کا موجب بنتی ہے۔ قرآن مجید میں اس حوالہ سے ارشاد خداوندی ہے۔

''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں (کو توڑ کر ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں یا جھوٹی قسم کھا کر (کچھ فائدہ حاصل کرتے ہیں) ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (آل عمران:77)

عورت اور مرد کو اپنی اپنی کمائی لینے کا پورا پورا حق ہے۔ جبکہ بیوی اپنے خاوند کی جائیداد سے اولاد کی ضروریات کے لئے خرچ کرنے کی مجاز ہے جبکہ خاوند عورت کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر کسی وجہ سے عورت کو طلاق ہو جائے تو عورت کو دیئے گئے سامان کو واپس لینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اسی کا مال شمار ہوگا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

''اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہو اور پہلی عورت کو بہت مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی مت لو۔ کیا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اس سے واپس لو گے؟ اور تم دیا ہوا مال کیسے واپس لے سکتے ہو جب کہ تم (نکاح کے بعد) ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور وہ تم سے (نکاح کر کے) پکا عہد لے چکی ہے۔''

(النساء21:20)

☆ ..... وراثت کے مال میں مردوں کا بھی وہی حصہ ہے جو ان کے والدین نے چھوڑا اور عورتوں کا وہی حصہ جو ان کے والدین یا اہل قرابت نے چھوڑا۔ وراثت میں سے ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اور مرد اپنی بیوی کے لئے وصیت کرنے کا مجاز ہے۔

میت کے اگر وارث نہ ہوں تو اس کی ماں کا تہائی حصہ ہوگا۔ میت کے اگر بھائی بہن ہوں تو پھر ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر مرحوم کی ایک لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا اور باقی حصہ میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر اولاد کے ہوتے ہوئے والدین بھی ہوں تو پھر والدین کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

ورثہ کی تقسیم کے وقت اگر محتاج اور یتیم رشتہ دار بھی ہوں تو انہیں بھی حصہ دینا احسن بات ہے۔ ورنہ معقول طریقے سے انہیں ٹال دیں۔

☆ ......ایک انسان کے مال پر مندرجہ ذیل لوگوں کا پورا پورا حق ہے۔ اگر کوئی اپنے مال سے ان لوگوں پر خرچ نہیں کرتا اور پوری استطاعت ہونے کے باوجود ان کی ضرورت کے وقت ان کی مدد نہیں کرتا تو وہ گویا ان کی حق تلفی کرتا ہے۔

(1) اولاد کا حق

(2) والدین کا حق

(3) اعزا و اقرباء کا حق

(4) ہمسائے کا حق

(5) ضرورت مند و محتاج کا حق

(6) بیمار و معذور کا حق

(7) یتیم و مسکین کا حق

(8) سائل کا حق جس وقت وہ سوال کرے

(9) خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا
(10) اسلام کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا
(11) انسانیت کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا
(12) مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لئے
(13) غلاموں کی آزادی کے لئے
(14) قرض دار کے قرض کی ادائیگی کے لئے
(15) مہمان کی ضیافت کے لئے
(16) نو مسلموں کی تالیف قلب کے لئے

حق آزادئ مذہب و عقیدہ

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلام کے نزدیک تمام اولاد آدم اخوت انسانی کے رشتہ میں جڑی ہوئی ہے اور ہر انسان کو دوسرے انسان کی آزادیٔ فکر' جان و مال اور اعتقاد میں دخل دینے کی کوئی اجازت نہیں۔ سورۃ البقرہ (آیت 256) میں ارشاد خداوندی ہے۔

"دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے مسلمان کے لئے جن چھ چیزوں کو گنوایا ہے اس میں ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جب کوئی مسلمان یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی دوسرا فرد اس کے عقیدہ پر تنقید کرے یا عقیدہ سے ہٹانے کے لئے تحریص و تحریف سے کام لے تو اسی طرح مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی غیر مسلم کو اس کے عقیدہ سے ہٹانے کے لئے کوئی ناجائز طریقہ استعمال کرے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے کہ جو کوئی بھی نیکی کی راہ اختیار کرے گا وہی فلاح و کامرانی کا سزاوار ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا صابئین جو خدا (اور اس کی وحدانیت) اور روز

قیامت پر ایمان لایا اور نیک کام کئے تو ان کے ان (کاموں) کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ (قیامت کے دن) نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)"

سورۃ الکافرون میں ارشاد خداوندی ہے۔

"کہہ دیجئے اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کر سکتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہاری راہ اور میرے لئے میری راہ ہے۔"

اہل کتاب سے توحید کی بنیاد پر اسلام تعاون کی دعوت دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طرح سے (بات کرو) جو بہتر ہو سوائے ان کے جو ان میں سے بے انصاف ہیں اور یوں کہو کہ جو ہم پر اترا ہے اور جو تم پر اترا ہے ہم سب ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔" (العنکبوت:46)

سورۃ انعام میں ارشاد خداوندی ہے۔ کہ بتوں کے پجاری کافروں کے بتوں کو برا بھلا کہہ کر ان کی دلا آزاری نہ کرو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو کہ کہیں یہ اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا کہنے لگیں۔" (آیت:108)

اسلامی حکومت ایک مذہبی و نظریاتی حکومت ہوتی ہے لیکن وہ کسی بھی شخص کے مذہب پر جبر نہیں کر سکتی کیونکہ اسلام سراسر آزادیٔ انسانیت کا مذہب ہے۔ قرآن مجید سارے کا سارا غور و فکر کر کے اللہ کی قدرتوں کو پہچاننے کا حکم دیتا ہے تاکہ لوگ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے بن جائیں۔ قرآن میں کہیں بھی جبری طور پر لوگوں کو قرآنی تعلیمات کے ماننے پر مجبور کرنے کا حکم نہیں۔ اہل کتاب جو کہ تعلیم پیغمبران کے وارث تھے ان سے بھی احسن طریقہ سے بحث کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ارشاد

خداوندی ہے۔

''اور اہل کتاب سے حجت نہ کرو مگر احسن طریقہ سے۔''(آیت:46)

مصر کے گورنر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے ایک مصری پر تشدد کیا تو اس کا بدلہ دلوایا گیا' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر کو مخاطب کر کے بڑی تاریخی بات کی جو اسلامی تعلیمات کی انسانیت نوازی کی ایک روشن دستاویز ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

''اے عمرو! تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا ہے۔''(احسن المحاضرہ 1:2)

دسق رومی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ وہ مذہباً عیسائی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی میرے ساتھ حد درجہ شفقت تھی۔ کبھی کبھی اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرتے اور اسلام کو قبول کرنے کی ترغیب دیتے لیکن کبھی کبھی اسلام کے قبول کرنے میں سختی یا لالچ نہ دیا۔ میں نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔ اس پر آپ کہا کرتے تھے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہو گیا تو آپ کی حالت قدرے تشویشناک ہو گئی تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا۔

''تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔(کتاب الاموال 154:1)

مصلح انسانیت نے ذمیوں کی جان و مال کے تحفظ کے حوالہ سے جو فرمایا ہے وہ اتنا ہی سخت ہے جتنا کہ کسی مومن کی جان کے حوالہ سے۔ آپ کا فرمان ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں۔

اور کسی ذمی یعنی غیر مسلم کے قتل کے حوالے سے فرمایا۔

''جس نے کسی ذمی کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔''(النسائی;2باب تعظیم قتل المعاہد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول۔

"ان کا (ذمی) کا خون بھی ہمارے ہی خون سا ہے۔"

یہ سارے فرمودات اس بات کی شہادت ہے کہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں سے ان کے مذہب کے حوالہ سے کسی قسم کا کوئی غیر مساوی یا حقارت کا سلوک روا نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کے مال جان کی حرمت کسی طور سے ایک عام مسلمان شہری سے کم نہیں ہوتی اور ان کے مذہب کا اتنا ہی احترام کیا جاتا ہے جتنا کسی مسلمان کے۔ ان کی عبادت گاہوں کی وہی تعظیم ہوتی ہے جو مسلمانوں کی مساجد کو حاصل ہوتی ہے۔

حق آزادی رائے

اسلام میں حق آزادیٔ رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ رائے دیتے وقت مندرجہ ذیل رزائل سے اسے بچا کر دیا جائے۔

(1) بدباطنی و بدنیتی پر مبنی نہ ہو۔
(2) کسی خواہش نفس سے مجبور ہو کر نہ دی گئی ہو۔
(3) رائے کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا اور انسانیت کی فلاح ہو۔
(4) عدل اور توازن کی پوری رعایت کی گئی ہو۔
(5) کسی کی دشمنی یا دوستی کی رعایت نہ کی گئی ہو۔

اسلامی معاشرت میں ہر شہری سے توقع یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے حقوق کا دعویٰ ہی نہ کرتا رہے بلکہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں دیانتداری کا مظاہرہ کرے۔

حق آزادیٔ رائے کی اہمیت اس چیز سے اجاگر ہو جاتی ہے کہ اسلام مشاورت اور رائے کو امانت کے زمرے میں رکھتا ہے اور سب سے افضل جہاد ظالم و جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کو کہنے کو قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"اے ایمان والو! انصاف کی حمایت میں کھڑے ہو اللہ کے لئے گواہ بنو اگرچہ تمہارا اپنا اس میں نقصان ہو۔ یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔ اگر وہ دولت مند ہے یا محتاج ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے تو تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ اگر

تم زبان ملو گے یا کچھ بچاؤ گے تو اللہ تمہارے کام سے واقف ہے۔" (النساء:20)

دعوت دین کے کام کے لئے جب آنحضرت ﷺ کو حکم ملا تو اس وقت معاشرے میں کوئی ان کا پیغام سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن آپ کو چونکہ حق کا پیغام دینا تھا اس لئے آپؐ نے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا۔ آپ کو خداوند قدوس کا حکم تھا۔

"پس تو اسی کی طرف بلا اور قائم رہ جیسا کہ تجھے فرمادیا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چل۔" (شوریٰ:2)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

"بے شک جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) جمے رہے تو نہ ڈر ہے ان کو اور نہ وہ غم کھائیں گے۔" (احقاف:2)

سورۃ الحجر میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا۔

"پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنادو اور مشرکین کی مطلق پروانہ کرو۔ ہم تم کو تمہاری ہنسی اڑانے والوں کے مقابل میں جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود قرار دیتے ہیں کافی ہیں۔" (آیت نمبر:6)

حق گوئی وبے باکی مومن کی صفت ہے انہیں کسی جبر اور خوف سے دبایا نہیں جاسکتا۔ اسلامی معاشرت کی چونکہ بنیاد ایسے ہی اصولوں پر ہے۔ سورۃ مائدہ میں ایسی ہی خصوصیت کا ذکر ہے۔

"اور یہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔" (آیت نمبر:8)

قرآن وحدیث کی انہی تعلیمات کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی اپنی رائے دینے سے نہیں چوکتے تھے اور آپؐ نے کبھی بھی انہیں برا بھلا نہیں کہا اور نہ ہی کبھی چہرے پر بھی ناگواری کی شکن تک آنے دی۔

غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کی اکثریت کی رائے تھی کہ مدینہ کے باہر لڑائی لڑی

جائے چنانچہ آپؐ نے کثرت صحابہ کی رائے کو قبول کرلیا حالانکہ آنحضرت ﷺ خود مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے حق میں تھے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ایک غزوہ میں مسلمانوں کو ہدایت کی کہ فلاں مقام پر پڑاؤ ڈالیں جس پر ایک صحابی نے اپنی رائے دیتے ہوئے پہلے پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ ارشاد وحی ہے یا آپ کی اپنی رائے ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "یہ میری ذاتی رائے ہے۔" صحابی نے عرض کیا پھر یہ جگہ مناسب نہیں اس کی بجائے فلاں جگہ مناسب رہے گی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر عمل کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی خطبہ میں حکم دیا۔

"اے لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں اگر اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا' غلطی کروں تو اصلاح کرنا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل نے ایک مشترکہ خط لکھا جس میں انہیں خلافت کی ذمہ داریوں اور آخرت کی جوابدہی کا احساس دلایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات کا شکریہ ادا کیا اور جوابی خط میں تحریر کیا۔

"آپ دونوں کی تحریریں صداقت سے بھرپور ہیں مجھے ایسے مکتوبات کی ضرورت ہے لہٰذا آپ مجھے لکھتے رہا کریں۔"

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت نہ کی تو آپ نے کبھی انہیں کچھ نہ کہا۔ حضرت عمرو بن العاص' مغیرہ بن شعبہ' حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام جب گورنر تھے تو لوگوں نے کھلے عام اپنی آزادیٔ رائے کا حق استعمال کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھلے عام ان کی شکایات پر ان کا محاسبہ کیا۔ حضرت عثمانؓ آزادی رائے کے استعمال میں اس قدر فیاضی برتتے کہ سیاسی مخالفین کو اپنے خون کا ہدیہ تک دے دیا اور ان کے خلاف صحابہ کرام کے کہنے

کے باوجود کوئی فوجی یا انتظامی مسلح انتقامی قدم نہ اٹھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط جو خوارج کے نام آپ کی آزادیٔ رائے کے حوالہ سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا:۔

''تم کو آزادی ہے جہاں چاہو وہاں رہو البتہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرارداد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے' بدامنی نہیں پیدا کرو گے' کسی پر ظلم نہیں ڈھاؤ گے۔ ایسا کرو گے تو میں تمہارے خلاف جنگ شروع کروں گا۔'' (اسلامی ریاست /امین احسن اصلاحی)

اسلام اس رائے کا احترام کرنے کا حکم دیتا ہے۔

☆......جو کسی اہل ایمان کی طرف سے نہایت دیانتداری سے دی گئی ہو۔

☆......جو کسی اچھے کام یا روایت کو جنم دینے کے لئے دی گئی ہو۔

☆......جو کسی صلاح کاری یا مصلحت کی نیت سے دی گئی ہو۔

☆......جو کامل اللہ کے بھروسے اور سچ کی سربلندی کے اصول پر مبنی ہو۔

☆......جو انصاف اور عدل کی بنیاد پر دی گئی ہو۔

☆......جو خداترسی اور خداخوفی کے جذبہ کو ابھارنے کے لئے دی گئی ہو۔

☆......جو صبر و تحمل' بردباری کے اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہو۔

☆......جو پاکیزگی' عمل اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہو۔

☆......جو اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور حق کی سربلندی کے لئے ہو۔

ایسی آراء جو کہ استحصال انسانیت کا پیش خیمہ ہو سکتی ہوں اسلام ان کی قبولیت سے روکتا ہے۔ مندرجہ ذیل پہلوؤں پر مبنی آراء آزادیٔ رائے کا غلط استعمال ہے۔ ان آراء کو رد کر دینا بقائے انسانیت کے لئے فائدہ مند ہے۔

☆......وہ آراء جو کفر و عصیان کی ترغیب پر مبنی ہوں۔

☆......وہ آراء جو اقدار انسانیت کو توڑنے والی اور حد سے متجاوز ہوں۔

☆......وہ آراء جو شیخی بازی اور غرور و تکبر پر مبنی ہوں۔
☆......وہ آراء جو بد دیانتی اور خیانت کی مرتکب کرتی ہوں۔
☆......وہ آراء جو ناشکری اور احسان فراموشی پر اکساتی ہوں۔
☆......وہ آراء جو معاشرے میں فساد' لوٹ مار اور قتل و غارت کے فروغ میں معاون ہوں۔
☆......وہ آراء جو فضول خرچی' اسراف اور ذاتی خواہشات کی تسکین کے لئے ہوں۔
☆......وہ آراء جو ظلم کو پناہ اور مظلوموں پر دادرسی کے دروازے بند کر دیتی ہوں۔

حق دادرسی و انصاف

معاشرت میں باہمی اختلافات کا ابھرنا اور تنازعات کا کھڑا ہونا ایک فطری امر ہے۔ صفاف رذیلہ کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ زیادتی پر بھی اتر سکتا ہے۔ دوسرے کا حق بھی مار سکتا ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ ایسی صورت میں ہر انسان کو اس کے حق پڑنے والی ناانصافی و ظلم کی زد کو دور کرنے کا کوئی نظام ہو۔ اسلام اس کے لئے ہر انسان کو دادرسی و انصاف کا حق دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیاں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔"

سورۃ النحل میں ارشاد خداوندی ہے۔

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" (آیت:90)

سورۃ الانعام میں فرمان الٰہی ہے۔

"اور انصاف کے ساتھ (پوری پوری) ناپ کرو اور (پوری پوری) تول کرو۔" (آیت نمبر:19)

عدل قانون کا تقاضا ہے اور احسان کرنا و درگزر کرنا اخلاق کا مطالبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات کو قائم کرنے کے لئے عدل و توازن کو قائم کیا۔ اور اس کے بعد انسان کو

تاکید کی کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے اب وہ زمین پر عدل کا نظام قائم کرے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اے ایمان والو! انصاف کے لئے گواہی دینے پر آمادہ رہو اور کسی کی عداوت تمہارے اس جرم کا باعث نہ ہو کہ تم (معاملات) میں انصاف نہ کرو۔ (نہیں ہر حال میں) انصاف کرو کیونکہ انصاف پرہیزگاری کے قریب ہے۔" (المائدہ:2)

عدل افراط و تفریط کے درمیان نقطہ مساوات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت و عظمت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حق کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات کے نظم میں عدل کو اپنایا اسی طرح اپنے خلیفہ انسان کو حکم دیا کہ وہ زمین پر عدل کا راج کرے۔ ہر انسان کو یہ حق دیا کہ وہ ہر امر میں عدل کا احیاء کرے۔ خرید و فروخت میں عدل' ناپ تول میں عدل' محبت و دشمنی میں عدل' قربت و دوری میں عدل' دفتر و بازار میں عدل' افسر و ماتحت کے درمیان عدل' حاکم و سائل کے درمیان عدل' اعزہ و اقرباء کے درمیان عدل' غرضیکہ معاشرے کے ہر امر' درجہ اور طبقہ میں عدل کا رواج فطرت کا مطالبہ ہے جسے پورا کرنا انسان کی ذمہ داری ہے۔

نفس انسان کے ساتھ عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے کہ "اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے وہ تم پر سختی نہیں چاہتا۔" (البقرہ:185) آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "تم اپنی ذات پر سختی نہ کرو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر سختی کی جائے گی۔" (ابوداؤد) اصول عدل ہر جگہ' ہر وقت اور ہر معاملہ میں جاری و ساری کرنا خدا کا حکم ہے۔ مگر لوگ کم علمی کی وجہ سے صرف عدالت کو ہی انصاف کا نام دیتے ہیں اور دوسرے تمام شعبوں کا عدل سے کوئی واسطہ نہیں سمجھتے۔ عدل کے بغیر کائنات کا جب نظام نہیں چل سکتا تو بھلا نظام ارضی کیسے عدل کے بغیر کامیاب چل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد شاید اسی لئے زور کے ساتھ دیا گیا کہ "جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔" (النساء:58)

سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے۔

''اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

سورۃ ص میں ارشاد خداوندی ہے۔

''لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش نفس پر نہ چل وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔''

انصاف کی فراہمی حکومت وقت کا فرض ہے اور ہر انسان پر کی جانے والی زیادتی کی دادرسی کا مطالبہ کرنا اس کا حق ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا حق تعالیٰ سات اشخاص کو اپنے قرب میں خاص سایہ مرحمت فرمائیں گے۔ ان میں شرف اولیت امام عادل کو حاصل ہوگی۔ (بخاری: کتاب الزکوۃ)

عدل کرنا مشکل کام ہے اس میں کبھی اپنے دوست کے خلاف فیصلہ دینا ہوتا ہے اور کبھی کسی دشمن یا حریف کے بارے فیصلہ دینا ہوتا ہے۔ تو ایسے عالم میں منصف کو اپنی ذاتی دشمنی و دوستی کو فیصلہ کرتے وقت راہ دینا نہ ہوگی۔

☆...... جنگ و جدل کے دنوں میں اکثر جنگ جو قومیں عدل کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ جنگ و جدل کا اسلام میں حق صرف اس وقت دیا جاتا ہے جب کبھی ظالم کا مقابلہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسلام نے ایسے موقع پر بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑا۔ اسلام کا حکم ہے۔

1:۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

2:۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیت جلائے جائیں۔

3:۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے اور نہ آبادیاں ویران کی جائیں۔

4:۔ اطاعت گزار لوگوں کو تحفظ دیں اور باغی و سرکش لوگوں کا محاسبہ کریں۔

یہ عدل کی تصویر کسی انسان کو صرف اسلام مہیا کرتا ہے اور ایسے عالم میں جب جنگ میں دشمنی کی آگ میں سب اخلاقیات کے اصول اور درستی کے تقاضے نذر آتش ہو رہے

ہوتے ہیں لیکن اسلام ایسے وقت میں بھی انسان کو عدل وانصاف کی راہ دکھاتا ہے۔

☆ اسلام انسان کو اس کی زندگی کے ہر پہلو میں عدل و توازن کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اسلام افراط و تفریط کا بھی قائل نہیں۔ اسلام معاشی معاملات میں بھی عدل فراہم کرتا ہے۔ اسراف، فضول خرچی کی جہاں اجازت نہیں دیتا وہاں بخل اور ارتکاز و احتکار کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام معیشت میں میانہ روی کا حکم دیتا ہے دور جدید میں انسان کی پریشانیوں کی واحد وجہ معاشی معاملات میں عدم اعتدال کی پالیسی ہے۔ اسلام اس ناانصافی کو دور کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد کتنا ہی جامع اور معنی خیز ہے کہ ہمیشہ "تول کر دو اور جھکتا دو۔" تاکہ صارف کے ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں ایک عام انسان کے اس حق کی دادرسی کا پورے طور پر اہتمام کیا۔ آپ نے اہل عرب کو بتایا کہ "بنی اسرائیل کی تباہی اسی وجہ سے آئی کہ وہ غرباء پر حدود نافذ کرتے اور امراء کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیتا۔" مرض الموت کے وقت آنحضرت ﷺ نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو اگر میں نے کسی کی جان و مال اور آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان، مال اور آبرو حاضر ہے وہ اس دنیا میں مجھ بدلہ لے لے۔"

یہ کمال خود احتسابی اسلام کا ورثہ ہے۔ کیا ایسے عالم میں کسی غریب کی دادرسی پر کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ میں بھی عام انسانی دادرسی اور انصاف کی فراہمی کے کام کو اور زیادہ منظم کر دیا گیا اور اس میں کسی اعلیٰ سے اعلیٰ حاکم کو ایک ادنیٰ اور غریب شہری کی شکایت پر جوابدہی کے لئے طلب کیا گیا اور اگر وہ اپنی صفائی پیش نہ کر سکا تو انہیں مدعی اور عوام کے سامنے اس کئے کی سزا بھگتنی پڑی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ جبلہ شاہ غسان کے بارے میں شکایت ہوئی کہ اس کے کپڑے پر کسی بدو کا پاؤں آ گیا تو اس نے زناٹے دار طمانچہ اس بدو کو دے مارا جس سے

بدو کا دانت ٹوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بلایا اور پوچھا تو اس نے واقعہ کا اعتراف کر لیا۔ آپ نے مدعی کو قصاص لینے کی اجازت دیدی۔ جبلہ کہنے لگا کہ اس بازاری کو مجھ ایسے بادشاہ کے برابر کس چیز نے کر دیا جو اس کو مجھ سے قصاص لینے کا حق ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے۔ جبلہ نے قصاص کے لئے ایک روز کی مہلت مانگی اور رات کو نکل بھاگا اور مرتد ہو گیا لیکن اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی روشنی کو ایک عام ریاست کے ادنٰی سے شہری کی دادرسی اور فراہمی انصاف میں واضح کیا وہ تاریخ کا حصہ ہو گیا۔

حق تعلیم و روزگار

علم ہر دور میں تہذیب و تمدن کو نکھارتا اور نشو و نما دیتا آیا ہے۔ اس لئے زیور تعلیم سے آراستہ ہونا ہر دور میں انسان کا فطری حق رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل علم (علمائے کرام) کو انبیاء کرام کا وارث قرار دیا ہے۔ انبیاء کرام کے علم کی بنیاد تو وحی الٰہی ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل رشد و ہدایت کو بنی نوع انسان تک پہنچاتے ہیں۔ ان کی تربیت اور تعلیم کا بھی ذمہ خداوند قدوس خود لیتا ہے۔ لیکن ایک عام انسان کی تعلیم کا ایک حصہ تو فطرت پورا کرتی ہے جبکہ دوسرا وہ انسان کے والدین' اعزہ و اقرباء اور اڑوس پڑوس کے اندر بسنے والے انسان بھائی پورا کرتے ہیں۔ کائنات میں فطرت انسان کی کیسی تعلیم کرتی ہے اس کا ذکر کچھ اس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"زمین و آسمان میں کتنی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔" (یوسف:105)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔" (آل عمران)

کائنات کی تخلیق' روز و شب کی گردش' چاند و سورج کی نورانیت' زمین و آسمان کی وسعتیں اور ان میں پنہاں خزانے' سردی و گرمی' دریا و پہاڑ' دھوپ چھاؤں اور بارش سب

قدرت کی توانائیوں کے کرشمے ہیں جن پر انسان تدبر و تفکر کر کے خدا کی ذات کا وجدان حاصل کرتا ہے اور یہی علم حقیقی ہے جو خدا کی معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔ فطری علم پر دنیا کے اندر پروان چڑھنے والا علمی ماحول غالب آجاتا ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے اظہار اپنے اس فرمان میں کیا ہے۔

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اور ماحول اسے یہودی و نصرانی وغیرہ بنادیتے ہیں۔" انسان کی پیدائش کے بعد اس کے والدین جس علم و ہنر کی تعلیم دیتے ہیں وہ اس کی دنیوی زندگی کی ضرورتوں کی کفالت کا علم ہوتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

"باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کرے۔" (ترمذی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ایک فرمان نبوی مروی ہے جس میں والدین کے ذمہ ان کے مولود کی تعلیم و تربیت کے اس حق کی رعایت سے گفتگو کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دس دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ جن میں سے چار صرف والدین سے متعلق تھیں۔

(1) والدین کو ہرگز ایذانہ دینا

(2) اپنے اہل و عیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا

(3) اور تعلیم و ادب سکھانے کی وجہ سے اپنی لاٹھی ان کی جانب سے اٹھا کر مت رکھنا

(4) اولاد کو ان کے اللہ جل شانہ (کے احکام) کے بارے میں ڈراتے رہنا۔

انسان کی تعلیم کا یہ حق انسان اپنی عقل سلیم کے ساتھ پورا کرتا ہے جو حصول علم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ انسان اپنی عقل سے خود بخود بہت سی چیزیں سیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے گردو پیش میں ایسے مناظر قدرت پیدا کر رکھے ہیں جن کے مشاہدہ سے وہ اپنے خالق کو پہچان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان میں کسی سے تعلیم کے ذریعہ سے علم میں اضافہ کرنے کے مواقع معاشرہ پورے کر دیتا ہے۔ علم کا حصول ہر مرد و عورت پر فرض

ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' ایک دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان عورت و مرد پر فرض ہے۔'' (بخاری کتاب العلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''خود علم سیکھو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو۔'' اس فرمان نبویؐ سے ہر معاشرے کے فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جس حد تک ہو سکے پہلے خود تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنے قریب اور آس پاس کے لوگوں کی تعلیم کے لئے کوشش کرے۔

والدہ کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ انسانی سیرت اسی مدرسہ سے دراصل بنتی سنورتی ہے۔ بچہ ماں کے ماحول سے بہت جلد اثر قبول کرتا ہے۔ ماہر نفسیات کا اتفاق ہے کہ بہترین نسلوں کو وجود میں لانے کے لئے بہترین مائیں تیار کرو۔ اس طرح یہ ضروری بنتا ہے کہ خواتین کی تعلیم و تربیت پر اور زیادہ زور دیا جائے اس لئے کہ کل انہیں یہ مستقبل کی نسل انسانی کی ترویج و تربیت کا اہتمام کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔'' (التحریم:6)

معلم انسانیت آنحضرت ﷺ پر کتاب انسانیت کی جو پہلی وحی اتری وہ سراسر تعلیم و ارشاد کی وحی تھی اس میں ارشاد خداوندی تھا۔

''پڑھ! اس اپنے رب کے نام پر جس نے تجھے وجود بخشا۔ انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو! اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔'' والدین کے ذمہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم و ادب سکھائیں تاکہ وہ ہنر مند ہو کر روزگار دنیا میں ایک کار آمد و فائدہ مند انسان ہو کر زندگی گزار سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ باپ کا اپنے بچہ کو کوئی ادب سکھانا ایک

صالح صدقہ سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم) دوسری جگہ فرمایا۔ ''جب سات سال کا بچہ ہو جائے تو والدین اسے نماز پڑھنے کا حکم دیں اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھائیں اور اسے الگ سلایا کریں۔'' (ابوداؤد)

سورۃ لقمان میں حضرت انسان کو کتاب انسانیت قرآن مجید کے علم سے فیض یاب ہو کر اپنا مستقبل نیک بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

''الم یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔ ہدایت اور رحمت نیکوکار لوگوں کے لئے' جو نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب سے راہ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ (لقمان 6:1)

اسلام جس تعلیم و روزگار کے آداب سکھاتا ہے وہ انسانیت کی فلاح کے آداب ہیں۔ وہاں انسان کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں کیا جاتا بلکہ اسے معاشرے کے ہر قریبی مرد کی فلاح و ترقی کی کفالت کا درس ملتا ہے۔ مومن کی شان ہی یہ بتائی کہ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود ان کی حاجت ہوتی ہے۔ (حشر:9) خود کھانے کی خواہش کے باوجود مساکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ (الدھر:8)

اسلام کی تعلیم ہے کہ اے ایمان والو! جو تم کماتے ہو اس میں کئی اچھی چیزیں ہیں جو تمہارے لئے نکالتے ہیں اس میں کچھ خدائی راہ میں دو اور خراب چیزیں دینے کا قصد نہ کرو جو تمہیں دی جائیں تو نہ لو بلکہ چشم پوشی کر لو اور یقین کر لو کہ اللہ بے پروا اور خوبیوں والا ہے۔'' (بقرہ:267)

قرآن مجید نے انسان کو معاشی جانور نہیں بنایا بلکہ اسے بھلائی و خیر خواہی کا نمائندہ بنایا ہے اور یہی انسانیت ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آئے اور انہی لوگوں کی

تعریف میں فرمان الٰہی ہے۔

''وہ لوگ صبر کے سبب سے اپنا حق دہرا پائیں گے اور وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں اور ہمارا دیا کچھ خیرات کرتے ہیں اور جب کوئی نکمی بات سنتے ہیں تو اس سے درگزر کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے کام۔ تم سلامت رہو۔ ہم کو بے سمجھ و بے علم لوگوں سے کوئی مطلب نہیں ہے۔'' (القصص 55:54)

حق سیاست و مدنیت

اسلام ہر انسان کو عقل سلیم کی بنیاد پر ایک مکمل شہری کا کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ کسی فرد کو کسی نسل، رنگ، زبان یا شکل کے حوالہ سے کوئی امتیاز نہیں۔ ہر انسان جہاں چاہے بود و باش اختیار کرے اور جس معاشرت کا شہری بننا چاہے اس کا حق ہے۔ لیکن اسلام ہر انسان کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ جس مذہب، درجہ یا مقام پر اپنے آپ کو بٹھاؤ اس کے فرائض اپنی پوری دیانتداری سے ادا کرو۔ اور اس کے لئے ہی ارشاد نبویؐ ہے۔

''کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر کفالت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہو گی۔''

اسلام اختیارات سمیٹ کر فرعون بننے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس دل میں جاگزیں کرتا ہے۔ اسے آزادیٔ اظہار اور مساوات کی بنیاد پر ہر منصب پر دوسرے لوگوں کے ساتھ جانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

☆...... ہر شہری کا حق ہے کہ انہیں آزاد اور مساوی فضا میں کام کرنے کا موقع ملے اور رعایا کا فرض ہے کہ نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ہر کام میں تعاون کریں اور برائی و سرکشی کے کاموں سے اجتناب کریں۔ اسلامی حکومت کا اولین فرض ہے کہ لوگوں کو دین کے علم سے آگاہ کریں کیونکہ دین سراسر بھلائی اور خیر خواہی انسانیت کا نام ہے۔ اسلامی قوانین نافذ کرے اور لوگوں کو اس کا پابند کرے کہ وہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں اپنے فرائض پوری دیانتداری سے انجام دیں اور حکومت ان کی ضروریات کی کفالت کا سامان فراہم کرے۔

سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے۔

''اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کرتے ہیں' زکوۃ دیتے ہیں' نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا نظام قائم کرتے ہیں۔ تمام معاملات کا انجام کار تو صرف اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔'' (آیت نمبر 40:41)

☆......اسلام میں سیاست و حکومت کو امانت کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے۔

''مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔'' (آیت نمبر 58)

اہل امانت کون ہیں۔

(1) وہ لوگ جو تقویٰ سے مزین اور دینی احکام کے علوم و معارف سے آگاہ ہیں۔

(2) وہ لوگ جو خیر خواہی اور انسانی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہیں۔

(3) وہ لوگ جو امین ہیں اور ذمہ داری کو پورا کرنے میں کسی تساہل یا جانبداری کے شکار نہیں ہوتے۔

(4) وہ لوگ جو علم و ہنر کے حوالہ سے زیادہ باصلاحیت ہوں اور معاملہ فہم ہوں۔

☆......اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ذمہ داریوں کے تعین میں انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ باصلاحیت اور اہل امانت کو منتخب کرے لیکن ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور اخلاقی حیثیت کو دیکھ کر اپنے آپ کو موزوں کام کے لئے تیار کرے۔ اور جب کوئی ذمہ داری کسی کے کاندھوں پر آپڑے تو اسے پوری صلاحیت اور دیانتداری سے ادا کرے۔

اسلام انسان کو معاشرے کا ایک ذمہ دار شہری سمجھتا ہے۔ اس کو کسی بھی حوالے سے دوسرے سے کم یا بہتر نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر انسان اپنی اپنی حیثیت

یہ ذمہ داری کا احساس کرے اور وہ کھل کر آزادی کے ساتھ معاشرے کی سیاسی و سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے۔ کوئی بڑے سے بڑے رتبہ کا حکمران اس کی تنقید سے اس وقت نہیں بچ سکتا جب تک کہ اس کا دامن صاف نہ ہو۔ وہ کھل کر بے خوف و بے جھجک محاسبہ کر سکتا ہے۔ کسی چھوٹی سے لے کر بڑی ذمہ داری تک اپنے آپ کو پیش کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں صلاحیت اور مطلوبہ اہلیت کار موجود ہو۔

☆...... قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

''میں (اللہ تعالیٰ) ضرور ان (بنی نوع انسان) کو زمین میں اپنا خلیفہ بناؤں گا۔''

(النور:55)

یہ فرمان ربانی ہر شہری یعنی انسان کو حکومت کے عمل و خل میں مکمل حصہ دار بننے کا حق دیتا ہے۔ اسلام میں حکومت کسی ایک فرد یا خاندان یا ایک گروہ یا ایک طبقہ کی جائز نہیں بلکہ حکومت میں پوری ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو شریک کیا جاتا ہے اور اس میں ہر مسلمان و غیر مسلمان کو اپنا اپنا حق ادا کرنا ہوتا ہے۔

☆...... اسلام میں حکومت کو مشاورت کی بناء پر حق حکمرانی دیا گیا ہے جو کہ پوری ملت کی رائے اور قوت کو حق حکمرانی دیتی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

''اور ان کے معاملات باہمی مشاورت سے ہوتے ہیں۔'' (الشوریٰ:38)

سورۃ آل عمران میں باقاعدہ مشاورت کا حکم دیا گیا۔

''اور ہر مسئلہ میں ان (مسلمانوں یا غیر مسلموں یعنی رعایا) سے مشورہ کر لیا کرو۔''

(آیت:159)

اس مشاورت میں کسی مسئلہ میں اہل الرائے مراد ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس اعتبار سے بڑا وزنی ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر ان پر حکومت کرے۔ مسلمان راضی ہوں تو ان پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ اور اگر راضی نہ ہوں تو نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح اسلام ایک مکمل

جمہوری و شورائی نظام حکومت کا اصول قائم کرتا ہے جس میں تمام مملکت کے شہریوں کو حق حکمرانی حاصل ہوتا ہے اور اس حق کے استعمال کے لئے اپنی آزادانہ رائے کو پوری قوت کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔

☆......اسلامی معاشرے میں ہر شہری کی عزت نفس کا تحفظ اس کا بنیادی حق ہے۔ سورۃ حجرات میں ارشاد خداوندی ہے۔

"تم میں سے کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔ اور کوئی ایک دوسرے کو برے القاب کے ساتھ نہ پکارے اور کوئی ایک دوسرے کی برائی بیٹھ پیچھے نہ کرے۔" (الحجرات 12:11)

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ انسان کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی کوئی بھی شکل جائز نہیں ہے اور اسلامی حکومت اس کے لئے ضروری قانونی ضابطہ تشکیل دے سکتی ہے۔

☆......اسلامی معاشرے میں نجی زندگی کو مکمل تحفظ حاصل ہے۔ سورۃ نور میں ارشاد خداوندی ہے۔

"اپنے گھروں کے سوا دوسرے کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو۔" (آیت:27)

سورۃ الحجرات میں ارشاد خداوندی ہے۔

"ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔" (آیت:12)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی آدمی کو یہ حق نہیں کہ اپنے گھر سے دوسرے گھر میں جھانکے۔ ایک شخص کو پورا آئینی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے گھر میں دوسرے کی مداخلت سے محفوظ، مامون رہے۔ اس کی گھریلو بے تکلفی اور پردہ داری کو مکمل تحفظ حاصل رہنا چاہئے۔

☆......سیاسی حقوق میں آزادئ اجتماع کا حق بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام اس حق کو

مکمل تحفظ دیتا ہے۔

اختلاف آراء کے حق کو قرآن میں جگہ بجگہ تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے لئے مدلل اور مصالحانہ انداز مکالمہ اپنایا گیا ہے۔ ہر شہری کی آزادی رائے اور اس کے لئے ان کی ضروری مشاورت واجتماع کی انہیں اجازت ہے۔ قرآن مجید میں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

''اور تم میں سے ایک گروہ تو ایسا ضرور ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔" (الانعام:108)

اس آیت کریمہ میں اسلامی ریاست میں انجمن یا تنظیم کی تشکیل' اس کی سیاسی آزادی اور ضروری اجتماع کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔

☆......اسلامی معاشرے میں ہر آدمی صرف اپنے کئے گئے کے نتائج کا ذمہ دار ہے کسی دوسرے کے ظلم وزیادتی کے لئے جوابدہ نہیں۔ اس لئے کسی دوسرے آدمی کو ایک آدمی کی زیادتی کے جرم میں گرفتار یا ہراساں نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے پر مکلف نہیں ہے۔" آیت:164)

☆......اسلامی ریاست میں کسی شہری کو کسی جرم کے شبہ میں دہشت زدہ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم کی واضح ہدایت ہے۔

''بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔" (الحجرات:12)

کسی کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے معاملے کی پوری تحقیق کر لینا لازمی ہے اور جب تک کسی کے خلاف واضح شواہد موجود نہ ہوں اس کے خلاف کارروائی نہیں کی جاسکتی۔

☆......اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو بھی ریاست کا ایک ذمہ دار شہری سمجھا جاتا ہے اور انہیں تین بنیادی گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(1) معاہدین:۔

جو جنگ کے بغیر یا دوران جنگ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ اور حکومت کے ساتھ مخصوص شرائط پر صلح کر لیں۔ اسلام کئے جانے والے معاہدے کے مطابق انہیں سہولیات دینے کی پابندی لگاتا ہے۔ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے۔

''خبردار جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا اس کے خلاف قیامت کے روز میں خود استغاثہ کروں گا۔''(ابوداؤد)

(2) مفتوحین:۔

وہ لوگ جو آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑتے رہے ہوں اور اس وقت ہتھیار ڈالیں جب اسلامی فوجیں ان کے استحکامات کو توڑ کر ان کی بستیوں میں فاتحانہ داخل ہو جائیں۔ اس قسم کے لوگ ذمی کہلاتے ہیں اور انہیں مخصوص حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے اہل قتال پر جزیہ لگایا جاتا ہے اور جب وہ جزیہ دینے لگ جائیں تو پھر ان پر کسی قسم کی دست درازی کا حق نہیں رہتا۔ ان کے معبد مسلمانوں کو قبضہ میں لینے کا حق ہوتا ہے لیکن اس سے استفادہ نہ کرنا اور بطریق احسان ان کو علیٰ حالہ رہنے دینا اولیٰ وافضل ہے۔

امام ابو یوسف لکھتے ہیں۔

''قدیم معابد کو مسمار کرنا بہر حال ناجائز ہے۔''(بدائع الصنائع 114:7)

ذمیوں کو مندرجہ ذیل عام حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

(1) جان کی حفاظت

(2) یکساں فوجداری قانون

(3) یکساں دیوانی قانون

(4) تحفظ عزت وناموس

(5) ذمہ کی پائداری۔ جب چاہیں ذمہ کا معاہدہ توڑ سکتے ہیں۔

(6) شخصی معاملات ان کے اپنے رسم ورواج اور عقیدہ کے مطابق ہوں گے۔

(7)مذہبی مراسم میں آزاد ہیں۔
(8)عبادت گاہیں آزاد اور بے جا تعرض سے محفوظ ہوں گی۔
(9)جزیہ و خراج کی وصولی میں رعایات کا حق
(10)تجارتی ٹیکس میں یکساں
(11)فوجی خدمت سے مستثنیٰ

(3)پیدائشی شہری:۔

☆......ان کے حقوق بھی وہی ہیں جو دیگر اہل ذمہ کے ہیں۔ان کی جائیدادیں آزاد اور ان کے مال محفوظ ہوتے ہیں۔ان کے لئے عام شہریوں کی طرح اپنے نمائندہ منتخب کرنے اور انہیں حق قیادت دینے یا خود نمائندگی کرنے کا حق ہوتا ہے۔

☆......زکوٰۃ کے علاوہ دیگر جملہ صدقات سے اہل ذمہ کی بھی امداد و معاونت کی جا سکتی ہے۔ان کے وظائف مقرر ہو سکتے ہیں۔

☆......آزادی تحریر و تقریر وغیرہ کی مکمل آزادی ہوتی ہے اور انہیں وہ تمام جمہوری حقوق حاصل ہوتے ہیں جو دیگر شہریوں کو دیئے ہیں۔ قانون کی حدود میں رہتے ہوئے اجتماع کرنے اپنے حقوق کے لئے چارہ جوئی کرنے اور تنظیم سازی کا حق حاصل ہوتا ہے۔

☆......اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں آزاد ہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کی دل آزاری کے جملے کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

☆......چند محفوظ مناصب کے سوا تمام ملازمتوں میں داخل ہونے کے حقدار ہیں۔ اس معاملہ میں ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعصب یا عدم مساوات کی اجازت نہیں ہے۔ مسلمان اور غیر مسلمان دونوں کے لئے اہلیت کا معیار ایک جیسا ہے۔ محفوظ مناصب سے مراد صرف وہ مناصب ہیں جن پر صرف مسلمان ہی کام کر سکتے ہیں۔اور

☆......ریاست میں جاری نظام تعلیم کے مطابق انہیں تعلیم حاصل کرنے کے

مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ مذہبی تعلیم اپنی حد تک آزادی سے حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ نجی تعلیمی اداروں میں چونکہ ریاست کے منظور شدہ تعلیمی نصابات کی پابندی ہوتی ہے اور اس میں مذہبی تفریق جائز نہیں اس لئے مذہبی تعلیم کوئی بھی اپنے اپنے مذہبی اداروں یا تنظیموں کی وساطت سے حاصل کر سکتے ہیں۔

☆...... صنعت و حرفت' تجارت' زراعت اور دوسرے تمام پیشوں کے دروازے تمام مسلمان شہریوں کی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی ایک جیسے کھلے ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے کسی گروہ یا قوم کو ترجیح یا تمیز حاصل نہیں ہوتی۔ ہر شہری چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم معاشی جدوجہد کے میدان میں مساویانہ حق کا حقدار ہے۔

☆...... مسلمان حکومت اپنی غیر مسلم رعایا کو جو حقوق دیتی ہے وہ کسی ہمسایہ غیر مسلم رعایا میں حاصل حقوق کو دیکھ کر نہیں دیتی۔ اس لئے انصاف یہ نہیں بلکہ انصاف یہ ہے ۔ ملت کی سالمیت سے غیر مسلموں کو بعض رعایات دینا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس سے ملی سالمیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو دیئے جانے والے حقوق انصاف' سچائی' مساوات' امن اور خوشحالی کی بین سچائیوں کو سامنے رکھ کر صرف اور صرف انسانی بنیادوں پر رعایات دی جاتی ہیں۔ ظلم اور جور کی اسلامی سلطنت میں گنجائش نہیں۔ چاہے وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ ملکی سالمیت کے دشمن کو رعایت نہیں ملتی۔ چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے تمام مراعات کے لئے بنیادی نکتہ تحفظ سالمیت قوم و وطن ہوتا ہے۔ اور جس کے بارے کوئی اندیشہ ہو اس کے بارے میں کسی قسم کی رعایت کا فیصلہ بڑی سوچ سمجھ کر کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال یہ واضح ہے اسلام میں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہیں' دوسری قوموں اور مملکتوں میں وہ حقوق مسلمان اقلیتوں کو بالکل حاصل نہیں ہیں۔ اقوام متحدہ کے قانون چارٹر کے ہوتے ہوئے صرف انہی انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے جن سے اسلامی اقدار کی توہین یا اسلامی یکجہتی کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہو۔ اسلام عدل' دادرسی' تحفظ اور بھلائی کا مذہب ہے جس میں دشمنوں کے ساتھ بھی

مناقشانہ نہیں مفاہمانہ سلوک کرنے کی تلقین ملتی ہے اور یہ رویہ صرف انفرادی سطح پر ہی نہیں بلکہ مملکت کے قوانین کی حد تک بھی اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

★

اجتماعی حقوق

دور جدید میں مغرب نے انسان کو جن نظریوں کے بلند بانگ دعوؤں میں اس کی فلاح وکامرانی کی راہ سے گمراہ کیا ہے اور شخصی یا اجتماعی اجارہ داری کے ذریعے اسے محکوم بنایا ہے ان میں حریت فکر، حریت فرد، فراخ دلی اور اجتماعی عدل و مساوات کی اصطلاحیں زبان زد خاص و عام ہیں۔

اٹھارھویں صدی عیسوی میں سرمایہ داری اور لادینی جمہوریت کا ایک نظام متعارف کروایا گیا اور پھر اس نظام کے غلبے کا یہ حال بن گیا کہ دنیا میں اسے انسانی ترقی کا حرف آخر سمجھا جانے لگا۔ لوگ مجبور ہو کر اپنی انفرادی آزادی، ترقی پسندی اور فراخدلی کے ساتھ گہرا تعلق ظاہر کر کے اپنے آپ کو ایک وسیع النظر انسان ظاہر کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اب انسانیت انہی نظاموں کے ہاتھ پٹ رہی ہے۔ اس شیطانی نظام نے زمین کو اپنے ظلم و جور سے بھر دیا ہے۔ بے چارے مسلمان مرعوبیت کا شکار ہو کر اسلام کی روشن تعلیمات کو توڑ مروڑ کر انہیں مشرف بہ جمہوریت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سب نظریے سچ اور حق کے لبادہ میں خونخوار بھیڑیوں کا لاؤ لشکر لئے ہوئے ہیں۔ حریت فرد، فراخ دلی، سرمایہ داری اور بے دین جمہوریت کے مغربی تصورات صرف حق کا ایک پہلو لئے

ہوئے ہیں۔ ان کا ظاہری چہرہ تو بڑا خوش نما لیکن ان کے اندر انسانیت دوستی کی بجائے ایک خاص سامراجی سوچ کا غلبہ مخفی ہے۔ اشتراکیت کا عدل اجتماعی بھی کچھ اسی طرح کی سوچ لئے ہوئے ہے۔ اسلام میں یہ سب کچھ پہلے سے موجود تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن سامراج آج اصل اسلام کی سادگی کو جدید اصطلاحات کے پردے میں لا کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے۔

اسلام وہ دین حق ہے جو خالق کائنات اور رب کائنات نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا۔ انسانوں کے درمیان عدل قائم کرنا اور انصاف کو رواج دینا اس کا مطمع نظر ہے۔ انسان اپنا مالک و حاکم نہیں ہے کہ وہ اپنے لئے معیار عدل ہی خود قائم کرے۔ وہ کائنات میں خدا کا نائب ہے اس لئے وہ اپنے محدود علم اور اپنی کوتاہی و نارسائی کی وجہ سے اس قابل نہیں ہے کہ وہ اپنے معیارات کے تعین میں اپنی نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

اس لئے انسان کے لئے حقیقی عادلانہ معیار صرف خالق کائنات کے ذریعے ہی ممکن ہے جو بے نیاز اور عالم الغیب والشہادہ ذات ہے۔ اور حقیقت یہی ہے اسلام کا مقصود ہی عدل تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو نظام عدل اجتماعی سے فیض یاب کیا ہے۔

انسانی معاشرہ کروڑوں افراد سے تشکیل پایا ہے جس میں ہر فرد ذی روح اپنے عقل و شعور، خواہشات، مفادات اور ضروریات کی وجہ سے مختلف سوچ کا حامل ہے۔ انفرادی انسان اپنی محدود ضروریات کے لئے جب کوشش کرنے لگتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگتا ہے کیونکہ اس کی تنگ دامانیاں اسے اس قابل نہیں ہونے دیتیں کہ مسائل کے لامتناہی سمندر سے اکیلا اپنے آپ کو بچا کر نکال سکے۔ ایک فرد ایک خاندان سے جڑا ہے اور خاندان، قبیلے اور برادریوں سے مربوط ہے اور مختلف قبیلے اور برادریاں مل کر ایک قوم کی تشکیل کر رہی ہیں اور قوم اپنے اجتماعی ارادوں کی تنفیذ کے لئے ایک ریاست کا نظام بناتی ہے جو کہ اجتماعی مفادات کو پورا کرنے میں افراد کو متحد اور یک جان کر کے اجتماعی ترقی کے لئے

مل کر کام کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اجتماعی حقوق کی بازیابی کے لئے اجتماعی ادارے تشکیل دیئے جاتے ہیں لیکن ان کا بنیادی مقصد اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے ہر ایک ادارے کو افراد پر' بڑے ادارے کو چھوٹے اداروں پر اقتدار حاصل ہوتا ہے اور اس طرح یہ ادارے افراد کی آزادی کو روکتے ہیں جو دوسروں پر دست درازی کی حد تک پہنچتی ہے۔ اور وہ ادارے افراد سے وہ کام لیتے ہیں جو بحیثیت مجموعی تمام افراد معاشرہ کی فلاح و ترقی کے لئے مطلوب ہو۔

یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر عدالت اجتماعیہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور انفرادیت و اجتماعیت کے متضاد تقاضے ایک علیحدہ مسئلہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک طرف انسانی فلاح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فرد کو معاشرے میں آزادی حاصل ہو تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور اپنی پسند کے مطابق اپنی شخصیت کی تکمیل کر سکے اور اسی طرح خاندان' قبیلے' برادریاں اور مختلف گروہ بھی اپنے سے بڑے دائرے کے اندر اس آزادی سے متمتع ہوں جو ان کے اپنے دائرہ عمل میں انہیں حاصل ہونا ضروری ہے۔ مگر دوسری طرف انسانی فلاح ہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ افراد پر خاندان کا' خاندانوں پر قبیلوں اور برادریوں کا اور تمام افراد اور چھوٹے اداروں پر ریاست کا اقتدار ہو' تاکہ کوئی اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسروں پر ظلم و تعدی نہ کر سکے۔

اس پس منظر میں دیکھیں تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ حریت فرد' فراخ دلی' سرمایہ داری اور بے دین جمہوریت کا نظام اجتماعی عدل سے تضاد ہی تضاد ہے۔ ریاست کو حد سے زیادہ طاقت ور بنا کر افراد' خاندان' قبیلوں اور برادریوں کی آزادی قریب قریب بالکل سلب ہو جاتی ہے اور افراد ذی روح انسانوں کی بجائے ایک مشین کی طرح بے روح پرزوں کی طرح کام کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح انسانوں کی روح کی موت ہوتی ہے اور عدل اجتماعی کا قتل ہوتا ہے۔

اشتراکیت ظلم اجتماعی کی بدترین شکل رائج رہی' جو کبھی کسی نمرود' کسی فرعون اور

شاید کسی چنگیز خان کے دور میں بھی نہ رہی ہو۔ایسے نظاموں کو بھلا کون عدالت اجتماعیہ کا نام دے سکتا ہے۔اسلام میں جس چیز کو عدل کا نام دیا جاتا ہے اس میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی شخص یا انسانوں کا کوئی گروہ انسانی زندگی میں عدل کا کوئی فلسفہ اور اس کے قیام کا کوئی طریقہ بیٹھ کر خود گھڑ لے اور اسے بالجبر لوگوں پر مسلط کر دے اور کسی بولنے والی زبان کو حرکت نہ کرنے دے۔

یہ مقام کسی صدیق' فاروق تو کیا نبی رحمت کو بھی حاصل نہ تھا۔اسلام میں کسی ڈکٹیٹر کی کوئی جگہ نہ ہے۔ صرف حاکمیت اعلیٰ کا منبع و مرکز خدا تعالیٰ کی ذات ہے جس کے آگے انسان عبودیت کے ہاتھوں سر بسجود ہو گا۔ جبکہ اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے بنائے گئے کسی امر کو انسانوں پر مسلط کر کے بے دام غلام بنا لے۔ رسول اور خلفائے رسول کے نظام حکومت میں صرف شریعت الٰہیہ تنقید سے بالاتر تھی۔ اس کے بعد ہر شخص کو ہر وقت ہر معاملے میں زبان کھولنے کا پورا حق حاصل تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں افراد کی آزادی کو حلال و حرام کے کاموں کو علیحدہ علیحدہ کر کے اسے محدود کر دیا ہے۔ حقوق و فرائض کو بیان کر دیا گیا ہے تاکہ کسی کو کسی کا استحصال کرنے کا موقع نہ ہو۔افراد کی بھلائی کے لئے کون سے اجتماعی اداروں کی ضرورت ہے اور ان اجتماعی اداروں کا دائرہ کار کیا ہے اور کون سے اجتماعی مفادات ہیں جن کے لئے افراد کو مل کر کام کرنا ہو گا۔ پوری قوم پر کیا پابندیاں لازم ہیں اور کیا خدمات لازم کی جا سکتی ہیں۔ یہ تمام امور کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں تیار دستور میں ثبت ہیں جس پر کسی کو نظر ثانی کا اختیار نہیں۔اس دستور کی رو سے ایک شخص کی انفرادی آزادیوں پر جو پابندیاں عائد ہیں ان سے تجاوز کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا لیکن ان حدود کے اندر جو اس کو آزادی حاصل ہے اسے کوئی سلب کر لینے کا حق بھی نہیں رکھتا۔ کسب اموال کے جن ذرائع اور صرف مال کے جن طریقوں کو حرام کر دیا گیا ہے ان کے وہ قریب نہیں پھٹک سکتے اور قریب پھٹکے تو اسلامی قانون اسے مستوجب سزا سمجھتا ہے۔ لیکن جو ذرائع حلال ٹھہرائے گئے ہیں ان سے حاصل

ہونے والی ملکیت پر اس کے حقوق بالکل محفوظ ہیں اور اس میں تصرف کے جو طریقے جائز کئے گئے ہیں ان سے کوئی اس کو محروم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح معاشرہ کی فلاح کے لئے جو فرائض افراد پر عائد کر دیئے گئے ہیں ان کے ادا کرنے پر وہ مجبور ہے لیکن اس سے زائد کوئی بار جبراً اس پر عائد نہیں کیا جاسکتا۔ الا یہ کہ وہ خود رضاکارانہ ایسے کرے اور یہی حال معاشرہ کا ہے ' ریاست کا ہے کہ افراد کے جو حقوق اس پر لازم کئے گئے ہیں انہیں ادا کرنا اس پر اتنا ہی لازم ہے جتنا افراد سے اپنے حقوق وصول کرنے کے اسے اختیارات ہیں۔ اس مستقل دستور کو عملاً اگر نافذ کر دیا جائے تو ایک صحیح معنوں میں عدل اجتماعی قائم ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شے مطلوب باقی نہیں رہ جاتی۔ اسلام کے اس دستور میں فرد، معاشرہ اور ریاست کے درمیان نہایت عادلانہ توازن قائم کیا گیا ہے کہ نہ فرد کو وہ آزادی دی گئی ہے جس سے وہ معاشرہ ' ریاست کے مفاد کو وہ نقصان پہنچا سکے اور نہ معاشرہ ' ریاست کو وہ اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ فرد سے اس کی آزادی سلب کر سکے جو اس کی شخصیت کی نشوونما کے لئے ضروری ہے۔

☆...... اسلام معاشرے کی خدمت کے لئے ہر فرد پر جس کے پاس نصاب سے زائد مال جمع ہو زکوٰۃ عائد کرتا ہے نیز وہ اموال تجارت پر ' زمین کی پیداوار پر ' مواشی پر اور بعض دوسرے اموال پر بھی ایک خاص شرح سے زکوٰۃ مقرر کرتا ہے۔ آپ دنیا کے کسی ملک کو لے لیجئے اور حساب لگا کر دیکھ لیجئے کہ اگر شرعی طریقے کے مطابق وہاں باقاعدہ زکوٰۃ وصول کی جائے اور اسے قرآن کے مقرر کئے گئے مصارف میں باقاعدہ تقسیم کیا جائے تو کیا چند سال کے اندر وہاں ایک شخص بھی حاجات زندگی سے محروم رہ سکتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ فرد کے پاس دولت جمع ہو جاتی ہے۔ اسلام اس کے مرتے ہی اس دولت کو ورثاء میں تقسیم کر دیتا ہے تاکہ ارتکاز کبھی دائمی بن کر رہ نہ جائے۔

☆...... اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مالک زمین اور مزارع کارخانہ دار اور مزدور باہمی رضامندی سے معروف طریقے کے ساتھ اپنے معاملات طے کر لیں اور قانون

کی مداخلت پیش نہ آئے۔ لیکن جہاں کہیں ان معاملات میں ظلم ہو رہا ہو تو وہاں اسلامی حکومت مداخلت کرنے کی پابند ہے اور حق رکھتی ہے کہ انصاف قائم کر کے حق تلفی کو ختم کر کے حق حقدار کو واپس دلادے۔

اسلام اس امر کو حرام نہیں کرتا کہ کسی صنعت یا کسی تجارت کو حکومت اپنے انتظام میں چلائے۔ اگر کوئی صنعت یا تجارت ایسی ہو جس کی اجتماعی مصالح کے لئے ضرورت ہو اور لوگ اس کو چلانے پر تیار نہ ہوں تو اجتماعی مفاد کے پیش نظر حکومت اس کا انتظام چلا سکتی ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی صنعت یا تجارت کچھ افراد کے ہاتھوں اس طرح چل رہی ہو کہ اس سے اجتماعی مفاد پر برا اثر پڑ رہا ہو تو حکومت کو اختیار ہے کہ اسے وہ جبراً اپنے ہاتھ میں لے لے اور ان افراد کو معقول معاوضہ دے کر اس کاروبار سے الگ کر دے۔

☆ بیت المال کے بارے اسلام کا قطعی فیصلہ ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ اور کسی شخص کو اس پر مالکانہ تصرف نہ ہے۔ مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا انتظام بھی قوم یا اس کے آزاد نمائندوں کے مشورے سے ہونا چاہئے۔ جس شخص سے بھی کچھ لیا جائے اور جس مصرف میں بھی مال صرف کیا جائے وہ جائز شرعی طریقے پر ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو اس پر محاسبے کا پورا پورا حق ہے۔

☆......اسلام ایک فرد کے نام دولت صرف تین صورتوں میں منتقل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(1) وراثت

(2) ہبہ

(3) کسب

☆......وراثت:۔

وہ جائز مالک سے اس کے شرعی وارث کو شرعی قائدے کے مطابق پہنچے۔

☆......ہبہ یا عطیہ:۔

صرف وہ معتبر مال ہے جس مال کے کسی جائز مالک نے شرعی حدود کے اندر دیا ہو۔ اور اگر یہ عطیہ کسی حکومت کی طرف سے ہو تو وہ اسی صورت میں جائز ہے جب کہ وہ کسی صحیح خدمت کے صلے میں یا معاشرہ کے مفاد کے لئے املاک حکومت میں سے معروف طریقے سے دیا گیا ہو۔

عطیہ دینے کا اختیار بھی صرف اس حکومت کو ہے جو شرعی دستور کے مطابق شورائیت کے طریقے پر چلائی جا رہی ہو اور جس سے محاسبہ کرنے کی قوم کو آزادی حاصل ہو۔

☆...... کسب:۔

اسلام میں صرف وہ جائز کمائی ہے جو کسی ناجائز طریقے سے نہ کمائی گئی ہو۔ سرقہ' غصب' ناپ تول میں کمی بیشی' خیانت' رشوت' غبن' قحبہ گری' احتکار' سود' جوا' دھوکے کا سودا' مسکرات کی صنعت و تجارت اور فحاشی کی اشاعت کے مراکز اسلام کی رو سے حرام ہیں۔

ان حدود کی پابندی کرتے ہوئے جو دولت بھی کسی کو کسی طرح ملے وہ اس کی جائز ملکیت ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کم یا زیادہ ہے۔ ایسی ملکیت کے لئے نہ کمی کی کوئی حد مقرر ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی کی۔ اور اس کا کم ہونا اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسروں سے چھین کر اسے دے دیا جائے اور نہ اس کی زیادتی اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اسے زبردستی چھین کر کم کیا جائے۔

☆...... جائز دولت کے صرف پر صرف یہ پابندی ہے کہ کبھی بھی اسے معاشرے کے مفادات کے خلاف صرف نہ کیا جائے۔ اسلام میں کوئی شخص اپنی دولت کو فسق و فجور میں صرف نہیں کر سکتا۔ شراب نوشی' قمار بازی کا دروازہ اس کے لئے بند ہے۔ زنا کا دروازہ بھی اس کے لئے بند ہے۔ وہ آزاد انسانوں کو پکڑ کر انہیں غلام نہیں بنا سکتا اور نہ ہی اس کی بیع و شرا کرنے کا اسے حق ہے کہ وہ مال و دولت کے زور پر اپنے گھر لونڈیوں سے بھر لیں۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا کہ مالدار عیش کرے اور اس کے قریب اس کا ہمسایہ رات کو بھوکا

سوئے۔

بایں ہمہ اسلامی معاشرے میں ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ عوام الناس کی بھلائی کے لئے مندرجہ ذیل شعبوں میں اجتماعی سطح کے اقدامات کرے تب اسے ایک بہبودی ریاست کے طور پر جانا جاسکے گا۔

(1) کفالت عامہ:۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات میں متعدد مواقع پر اس کی تاکید ملتی ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مالدار اور خوشحال لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کر کے محتاجوں' معذوروں' مسافروں اور ضرورت مندوں کی کفالت کا انتظام کرے۔ زکوٰۃ کے نظام کی تنظیم کچھ اس طرح کی جائے کہ ضرورت مندوں کی کفالت آسانی سے ہوتی رہے۔ اس کے لئے ضرورت مند کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو اور صرف زکوٰۃ وصدقات پر پلنے والے آسان کوش آسان باش لوگوں کا گروہ بھی پیدا نہ ہو بلکہ وسائل رزق کو پیدا کرنے اور انہیں خوشحالی کی طرف بڑھنے میں وہ نظام مدد کرے۔

حدیث نبویؐ سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی فوت شدہ مرد قرض چھوڑے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرض ادا کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

"جو شخص مر جائے اور اس کے ذمے قرض ہو اور وہ اسے ادا کرنے کے قابل مال نہ چھوڑے تو اس کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔" (ابوداؤد)

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جس کا کوئی وارث نہیں اس کا میں وارث ہوں اس کی طرف سے دیت ادا کروں گا اور اس کی میراث لوں گا۔"

ان احادیث بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عوام الناس میں سے ہر فرد کی کفالت اور اس کی محتاجی میں مدد کرنا' بھوک' افلاس میں کھانا مہیا کرنا' لباس دینا اور اس کے لئے خوشحالی

کے دروازے کھولنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری صرف زندگی تک نہیں بلکہ اگر کوئی قرض خواہ فوت ہو جائے تو اس کے قرض کی ادائیگی' اس کے ذمہ دیت کی ادائیگی وغیرہ حکومت کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر لاوارث ہو تو حکومت اس کی جائید ادو غیرہ کی مالک ہے۔ اسلامی ریاست اس طرح ایک عام انسان کی مجموعی کفالت کی پوری کی پوری ذمہ دار ہے جو کسی اور نظام میں کبھی ممکن نہیں۔

تعلیم عامہ

ایک عام انسان پر جس طرح اس کی جسمانی نشوونما کے لئے غذا کو لینا ضروری ہے اسی طرح اس کی تعلیم و تربیت بھی اس کی روحانی بالیدگی کے لئے از بس ضروری ہے۔ والدین اولاد کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔ اسلامی ریاست عوام الناس کے لئے اجتماعی سطح پر ایسے اقدامات کرنے کی پابند ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کا جال پھیلائے جہاں تعلیم معیاری' یکساں اور سستی مہیا ہو۔

تعلیمی نصاب یکساں ہو' اور تعلیمی اداروں میں ایسا تفاوت نہ ہو کہ وہ مخصوص طبقات کی پرورش' تعلیم اور تربیت کے لئے الگ الگ ہوں۔ یہ نظام معاشرے میں طبقاتی سوچ کو جنم دیتا ہے۔ تعلیم سب کے لئے یکساں ہونا ضروری ہے اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ سستا کرے کہ غریب سے غریب فرد بھی آسانی سے اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر سکے۔ ان اداروں میں کسی امیر کو غریب پر' کالے کو گورے پر' گورے کو کالے پر' خاص نسل کے افراد کو دوسری نسل پر اور کسی خاص طبقہ کو دوسرے طبقہ پر برتری یا ترجیح کا احساس تک ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ اسلامی ریاست اس بات کی پابند ہے کہ وہ بیت المال سے ایسے اداروں کو منظم کرے ان کے اخراجات خود برداشت کرے اور تعلیم کو یکساں اور مفت سطح پر مہیا کرے۔ کم از کم میٹرک تک کسی بچے کو تعلیم کے معاملہ میں پریشانی نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا اور معاشرے میں تعمیری سوچ کے ابھارنے میں مدد ملے گی۔ جہالت کی موجودگی میں کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ تعلیم اگر

مہنگی ہو اور طبقاتی تفاوت کا شکار ہو تو معاشرہ باہمی تفریق' تخریب اور نفرت کا شکار ہو جاتا ہے جس سے سماجی یگانگت' بھائی چارہ اور صلہ رحمی نشوونما نہیں پا سکتی۔

حکومت کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ مساجد میں' مکاتب میں اور مدارس میں تعلیم عامہ کے فروغ کے لئے سب کے لئے یکساں اور مساوی بنیادوں پر یکساں نصاب تعلیم کے ساتھ یکساں معیار کے اندر رکھ کر تعلیم کی اشاعت و فروغ کے اقدامات کرے۔ یہ ہر شہری کا انفرادی اور معاشرے کا اجتماعی حق ہے اور اس کا پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

صحت عامہ

اسلامی معاشرہ میں جس طرح ہر فرد کی معاشی کفالت کا بندوبست ہونا ضروری ہے اسی طرح ہر فرد کو یکساں اور مساوی بنیادوں پر صحت کو درپیش خطرات کو کم کرنے اور بیماریوں کے علاج و معالجہ کے لئے انتہائی سستا بلکہ مفت حد تک نظام بنانا ضروری ہے۔ اس کے لئے حکومت کو ابتدائی معاشروں میں ابتدائی سطح کے صحت مراکز کھولنے ہوں گے جہاں پر وبائی بیماریوں سے دفاع کے لئے ضروری پیشگی اقدامات کرنا اور روزمرہ کی معالجاتی ضروریات کے لئے عوام الناس کو یکساں اور مساوی بنیادوں پر سہولیات فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ایک فرد کی صحت کا خیال رکھنا اجتماعی طور پر پورے معاشرہ کی جسمانی صحت و سلامتی کے لئے از بس ضروری ہے۔ یہ پریشانیاں ہر فرد کو ہر وقت پریشان رکھتی ہیں جس سے اس کی کارکردگی متاثر رہتی ہے۔ اگر ان پریشانیوں کے ازالہ کے لئے فرد کو تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے تو پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ صحت کے بغیر کوئی فرد اطمینان و سکون سے کام نہیں کر سکتا اور اگر افراد صحت و سلامتی کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں گے تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ اجتماعی کفالت میں مصروف کار اداروں کو اپنی جسمانی توانائیاں فراہم کر سکیں اور پھر یہ مسلمہ ہے کہ معاشرے میں پھوٹنے والی وبائی بیماریاں کبھی بھی ایک فرد کی ذاتی کوشش و کاوش سے ختم نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے لئے لازماً ریاست کو ہی منصوبہ بندی کرنا ہو گی اور یہ تبھی ممکن ہے جب ریاست صحت کے مراکز کو ابتدائی سطح

پر منظم کرے جہاں ہر فرد کو صحت کے حوالہ سے یکساں اور آسان بنیادوں پر سہولیات میسر ہوں تو پھر یہ ممکن ہے کہ کہیں بھی سر نکالتی خطرناک وبائی مرض کو موقع پر ہی ختم کیا جاسکے گا اور حکومت کو آسانی سے پتہ چل سکے گا کہ ملک کے اندر کن حالات میں اور کن علاقوں میں صحت و سلامتی کو کیا خطرات درپیش ہیں یا کل درپیش ہو سکتے ہیں۔ جس سے اسے ان خطرات سے کامیابی سے عہدہ برآ ہونے میں آسانی ہو سکتی ہے۔

تحفظ مال و جان

انسانی جان و مال کا تحفظ ایک بنیادی حق ہے اور ریاست اس حق کی حفاظت کی اجتماعی ذمہ دار ہے۔ ''جس نے ایک انسان قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔'' وہ ارشاد نبویؐ ہے جو اس جرم کی قباحت اور حق تحفظ مال و جان کی اہمیت کا عکاس ہے۔ وہ معاشرہ کبھی فلاحی معاشرہ نہیں کہلا سکتا جہاں پر فرد کو ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا ہو۔ مال کے لٹنے کا اندیشہ ہو۔ کسی طور بھی امن و سکون حاصل نہ ہو۔ ایسے ماحول میں فرد کی تعمیری کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ اندیشے اور وسوسے اس کی عقل و خرد پر غالب آجاتے ہیں اور آدمی توہمات کا شکار ہو کر ذہنی طور پر بیمار انسان بن جاتا ہے۔ علم نفسیات کے ماہرین کے مطابق جرم کا خوف بھی لوگوں کو جرم کا شکار کرتا ہے۔ اس لئے جس حد تک اندیشے اور وسوسے کسی معاشرہ میں کم لاحق ہوں گے اسی حد تک وہاں امن و سکون میں اضافہ کے امکانات بڑھیں گے۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ دینا چاہتا ہے جہاں انسانی اخوت کا رواج ہو۔ اگر کسی آدمی کو کانٹا چبھ جائے تو دوسرا اس کا انسان بھائی اس کی تکلیف کو محسوس کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ بنی نوع انسان کی مثال جسد واحد کی ہے کہ جسم کے کسی حصہ میں درد ہو تو پورا انسانی جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسلامی معاشرہ ایک ایسا ہی معاشرہ ہے جہاں سلامتی ہی سلامتی ہو۔ مسلمان کی تو تعریف ہی یہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ خلافت راشدہ کا دور اس کی بہترین مثال ہے جب زیورات سے لدی اکیلی عورت سفر کرتی ہے اور اسے راستے میں اپنے مال، عزت اور جان کے لٹنے کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہوتا۔ وہ

کا ہی یکسوئی اطمینان قلب اور امن کے ساتھ اپنی منزل مراد پر جا پہنچتی ہے۔

تحفظ روزگار و تجارت

انسان جہاں مدنی الطبع ہے وہاں اسے ایک معاشی جانور بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انسان تہذیب و تمدن کا باسی ہے جہاں وسائل رزق میں تنوع اور تجدد پایا جاتا ہے۔ ایک عام حیوان کی طرح صرف گھاس پھوس پر گزارا نہیں کرنا ہوتا بلکہ نئی سے نئی ایجادات اور نئی سے نئی راہیں صنعت و حرفت کے نئے سے نئے انداز اس کی تخلیقی قوت کے مظہر ہیں۔ ریاست انسان کی ان طبعی صلاحیتوں کے لئے حالات' ماحول اور اسباب کو یکساں' آسان اور مناسب کرنے کی ذمہ دار ہے۔ کاروبار کے امکانات ہوں۔ آمدنی کو تحفظ حاصل ہو۔ تجارت میں لگے پیسے کو لٹنے کا یا ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو۔ وسیع منافع کے امکانات ہوں تو معاشرہ پھلتا پھولتا ہے۔ اور اگر کاروبار رزق اندیشوں اور الجھنوں کا شکار ہو جائے تو کسی انسان کا اس معاشرے میں رہنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔ نقل مکانی اور ہجرت کا بنیادی سبب وسائل رزق اور عزت نفس کے لئے بہتر ماحول کی تلاش ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو کاروبار کے یکساں اور مناسب مواقع مہیا کرے۔ جائیداد اور مال کو مکمل تحفظ دے۔ معاشرے میں مکمل امن و آشتی کو فروغ دے اور ہر آدمی کو اپنی محنت کا پورا معاوضہ ملنے کی واضح یقین دہانی ملنے کے امکانات بڑھائے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی صورت حال کی عکاسی اپنے اس شعر میں کی ہے۔

جس کھیت سے میسر نہ ہو دہقان کو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

روزی کا تحفظ انسان کا بنیادی حق ہے۔ جینا روزی کے تحفظ کے بغیر ناممکن ہے۔ آسودگی کا سوچا تو اس وقت جاتا ہے جب آدمی کو اپنے روزگار تجارت' مال و جائیداد اور جان کے حوالے سے کسی ماحول میں اندیشہ نہ ہو اور اسے جائز منافع کے ملنے کے وسیع امکانات ہوں تو وہ خطہ ارض اور حکومت اس انسان کے لئے ایک فلاحی ریاست کہلانے کا حق رکھتی

ہے۔

آزادیٔ اظہار

اظہار و ابلاغ کسی بھی انسان کا بنیاد حق ہے۔ آرٹ 'صحافت' میڈیا اور گفتار و کردار اس کے مظہر ہیں۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسان کے اس بنیادی حقوق کے مظہر مواقع کو پھلنے پھولنے کا موقع دے۔ ناروا پابندیاں اور ناجائز دباؤ انسانی تخلیقی صلاحیتوں کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اس لئے ایک مکمل انسان کی زندگی کے بغیر معاشرہ اپنے حسن و خوبصورتی کی معراج پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ اپنے اندر کے انسان کو پوری دیانتداری کے ساتھ اظہار کا موقع نہ مل سکے۔ انسان فطرت کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ دباؤ' خوف اور لالچ انسان کو منافقت اور دوغلے پن کا شکار کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست انسان کو اس کی تفریح اور تخلیق کے تمام جائز ذرائع مہیا کرتی ہے لیکن انسان کے اندر چھپے شیطنت کے کارندوں کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیتی جو کہ انسانی معاشرے کو ذہنی بربادی اور انسانی معراج سے ہٹانے کا موجب بنتے ہیں۔ اسلام انسان کو اپنی فطری عظمت سے روشناس کرنے کے لئے اسے مکمل فکری و تخلیقی آزادی دیتا ہے۔ کائنات کے مظاہر کی خوبصورت اور رنگین قدرتوں کے عجوبات کی قدر و منزلت اور سچائیوں کی تلاش کا حکم دیتا ہے۔ ایسے میں بھلا انسان کیسے سوچوں کے بالائے بے کراں سمندر کی بلاخیزوں سے بچ سکتا ہے۔ اسلام انسان کو قیادت کا حق دیتا ہے۔ اسے کائنات ارضی میں خلافت الٰہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور اس سے اسے خالق کائنات کی تکوینی قدرتوں کے شاہکاروں کو آشکار کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جو کہ اسے خالق کائنات اور اس کی مخلوق کے درمیان حائل پردوں کو اکھاڑنے کا موقع دیتا ہے۔ کائنات اپنے خالق کی قدرتوں کی مظہر ہے اور انسان ان قدرتوں اور عجائبات میں پنہاں خداوند قدوس کی خالق آشناسی اور روشنائی کا امین ہے۔

آزادیٔ رائے واجتماع

آزادیٔ رائے کا بنیادی حق اسلام کے اہم فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ہم

معنی ہے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ انسانیت کی بھلائی اور بہبود کے لئے اپنے ضمیر کی آواز کا ہر وقت اظہار کرے اور کسی طمع یا خوف یا مصلحت کی وجہ سے حق کی آواز کو نہ دبائے۔ اسلام میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت ارشاد نبویؐ سے واضح ہو جاتی ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی کسی برائی کو ہوتا دیکھے تو اسے طاقت سے روکے اور طاقت نہیں تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو دل سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔ اسلامی حکومت آزادی رائے اور اس کے حوالہ سے مشاورت و اجتماع کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ بشرطیکہ وہ معروف بنیادوں پر ہو۔ معاشرے کی بھلائی کے لئے جو آدمی بھی معروف کا راستہ اختیار کرتا ہے اسلام اس کو تحفظ دیتا ہے اور جو کوئی معاشرے میں انتشار' خوف اور بدامنی کو فروغ دینے کے لئے کسی تخریبی سرگرمیوں کے لئے کوشش کرتے ہیں اسلام ہی کیا وہ ہر اخلاقی قانون کی رو سے جرم متصور ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کا محاسبہ اور ملوث و مجرم افراد کو ان کے کئے کی سزا دی جاتی ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ جب قوموں نے نیکی کا حکم اور برائی سے ممانعت کا کام چھوڑ دیا تو پھر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ شیطانی قوتیں زور پکڑ گئیں اور نیکی کی قوتیں دب گئیں اور رفتہ رفتہ پوری کی پوری اقوام برائی میں ملوث ہو گئیں جس پر اللہ کا عذاب ان کا مقدر ہو گیا۔

اسلام بھلائی کا دین ہے۔ انسانی اخوت کا داعی ہے۔ اس لئے ہر انسان کو اپنے ضمیر کی آواز کو کھل کر ظاہر کرنے کا حق ہے اور اس اظہار کی مثالیں عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے ادوار میں بخوبی دیکھی گئیں۔

کسی انسان کو دوسرے انسان پر ترجیحی حق نہیں تھا اور ایک عام بدو کو بھی خلیفۃ المسلمین کی غلطی پر باز پرس کرنے کا حق تھا۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ ظالم اور مظلوم بھائی کی مدد کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم کی مدد تو ممکن ہے اور اس کی سمجھ آتی ہے۔ ظالم کی مدد کیسے ہو گی؟ آپؐ نے فرمایا۔ ظالم کا ہاتھ ظلم کرنے سے روک کر اس کی مدد کرو تاکہ وہ اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بننے کا سامان نہ کر سکے۔

ریاست اسلامی میں آزادیٔ اظہار اور اجتماع کے لئے قرآن مجید ایک قانونی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ یہ کام کرنے کے لئے پوری قوم کو اگر یہ ممکن نہیں تو ایک جماعت کو ضرور کرنا چاہئے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''اور تم میں سے ضرور ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے۔''

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

''بے شک اللہ تمہیں انصاف احسان اور اہل قرابت کو کچھ نہ کچھ دینے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں برائی فحش اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں یہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم خیال رکھو۔''(النحل:13)

سورۃ مائدہ میں فرمایا کہ قومیں ہلاک اس لئے ہوئیں کہ وہ برائی ہوتے دیکھ کر ان کو روکنے کا کام نہیں کرتی تھیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''وہ ایک دوسرے کو اس منکر سے جو کرتے تھے روکتے نہ تھے کیا برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔''(مائدہ:12)

غرض دین اسلام میں آزادی اظہار رائے اور مل جل کر نیکی کا ابلاغ اور برائی کے روکنے کی جدوجہد کرنا ایمانیات میں داخل ہے اور ہر حکومت اس کی پابند ہے کہ وہ لوگوں کو اظہار رائے کی مکمل آزادی دے اور اس کے لئے ضروری جماعتی تشکیل مشاورت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اجتماعات کے انعقاد کے لئے ضروری معاونت اور آسانیاں فراہم کرے۔

آزادیٔ مذہب و تبلیغ

''دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔'' قرآن مجید کا واضح حکم ہے اور یہی اصول اخوت انسانی ہے۔ ہر شخص کو اللہ نے عقل سلیم عطا کی ہے اور اسے اس سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اولاد آدم کو کائنات کی قدرتوں کو دیکھنے اور حق و

باطل کی قوتوں میں سے ہر ایک کی اچھائی و برائی کو جانچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

''زمین میں چل کر دیکھو کہ اہل باطل کا انجام کیسا اور کتنا عبرت ناک ہوا۔''

انسان کو کفر و ایمان میں سے ایک راہ کے انتخاب کا اختیار ہے لیکن کفر کی بنیاد پر اگر کوئی طغیان سرکشی اور معاشرتی تباہی کے لئے شر تخلیق کرے گا تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو قوت کے ذریعہ ختم کرے۔ عقیدہ کی حد تک آپ کوئی بھی راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ مذہبی رسوم کا انعقاد اس حد تک جائز ہے کہ آپ کی کسی رسم سے انسانیت کی توہین یا کسی دوسرے عقیدہ کے خلاف نفرت کی تحریک نہ ملتی ہو۔ اپنا مذہب اختیار کرو لیکن دوسرے کے مذہب میں مداخلت نہ کرو۔ اپنی حد تک اپنے لوگوں کے دائرہ میں تبلیغی، اشاعتی اور اجتماعی محافل کا کام کرنے کی آزادی ہے لیکن ان سرگرمیوں میں سے کسی دوسرے کے مذہب پر حملہ کی اجازت قانون کے خلاف متصور ہوگی اور اس پر سزا ملے گی۔ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے۔ وہ ہر انسان کو خود جینے کا سلیقہ اور دوسرے کو جینے کا حق دینے کا حوصلہ دیتا ہے۔ وہ انسان کو دوسرے انسان کا بھائی بناتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب ایک انسان کی پسند مختلف ہوتی ہے، اس کا لباس مختلف ہوتا ہے، اس کی شکل مختلف ہوتی ہے، خواہشات اور ارادوں کا اختلاف ہوتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں کے عقیدے بھی ایک جیسے ہو جائیں۔ یہ اختلاف ایک فطری امر ہے۔ یہی اختلاف تحریک و تخلیق کی قوتوں کو نشوونما دیتا ہے اور کائنات کا حسن اسی اختلاف سے عبارت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ذات واحد ہے جبکہ اس کی مخلوقات میں بے بہا تنوع اور اختلاف اس کی مشیت کا تقاضا ہے۔ لیکن اس سارے اختلاف سے اپنے دلوں میں مثبت اثرات پیدا کرنا اور لطف اندوز ہونا انسان سے فطرت کی اپیل ہے۔ اگر انسان فطرت کی اس دعوت پر لبیک کہے تو اس کی ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے فلاح و بھائی چارے کی تحریک فروغ پا سکتی ہے۔ لیکن اگر اس اختلاف کو روگ اور دشمنی کی بنیاد بنالیا جائے تو پھر ہر ایک کے لئے خطرات، اندیشوں اور

وسوسوں کے دامن سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے رذائل پروان چڑھ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان رذائل کا پرورش کرنا مصلحت فطرت کے خلاف ہے۔ مذہب انسان کی روحانی پاکیزگی کا راستہ کھولتا ہے۔ دنیا کی مادی آسائشوں میں روحانیت کے چراغ روشن کرنے کی تحریک دیتا ہے۔ اس لئے روحانیت کے جتنے چراغ جس رنگ میں روشن ہوں گے وہ مشیت الٰہی کے مظہر ہیں اور ان کی بقا مشیت الٰہی کو تسلیم کرنے اور اس کا احترام کرنے کے مترادف ہے۔

*

موجودہ آئین کے تحت پاکستانیوں کے بنیادی حقوق

آزادی کے بعد سے لے کر 1956ء تک پاکستان کے عبوری دستور میں عوام کے بنیادی حقوق کا کوئی ذکر نہ تھا البتہ 1954ء سے ہائی کورٹ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ شہریوں سے ان کے آئینی حقوق کے مطابق سلوک کئے جانے کے سلسلے میں رٹیں جاری کر سکیں

1956ء کے آئین میں بنیادی حقوق پر ایک باب شامل کیا گیا جسے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ سے اخذ کیا گیا تھا۔ اس آئین کو 1958ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ 1962ء میں نافذ ہونے والے اگلے آئین میں بنیادی حقوق موجود نہ تھے۔ لیکن ایوب حکومت کو جلد ہی یہ حقوق بحال کرنا پڑے۔ 1973ء کے آئین میں بنیادی حقوق کی دوبارہ سے تعریف کی گئی۔

پاکستان میں بنیادی حقوق

موجودہ آئین کے تحت پاکستان کے شہریوں کو درج ذیل بنیادی حقوق حاصل ہیں۔

1:۔ کسی بھی شخص کو زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جاسکتا ماسوائے قانون کے تقاضے پورا کرنے کی غرض سے۔

2:۔ کسی بھی شخص کو حراست میں لیا جاتا ہے تو اس کو اس کی گرفتاری کی وجوہات سے

جس قدر جلد ممکن ہو آگاہ کیا جائے گا اور اسے اپنی مرضی سے اپنا وکیل کرنے اور اس سے مشورہ کرنے کی اجازت ہو گی۔

ب:۔ حراست میں لیے جانے والے شخص کو 24 گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مزید حراست میں رکھنے کے لئے مجسٹریٹ سے منظوری لینا ہو گی۔

ج:۔ مگر امتناعی نظر بندی کے قوانین کے تحت کسی شخص کو حراست میں لیا جا سکتا ہے اور نظر بند کیا جا سکتا ہے۔

3:۔ غلامی پر پابندی ہے اور تمام قسم کی جبری مشقت اور انسانوں کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے۔

چودہ سال سے کم عمر کے بچے کو کسی فیکٹری' کان' میں پرخطر ملازمت کی اجازت نہیں۔ بایں ہمہ سزا یافتہ لوگوں کو لازمی خدمت پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور دیگر شہریوں کو قانون کے تحت اس کے لئے پابند کیا جا سکتا ہے ایسی عوامی خدمت ظالمانہ نوعیت کی نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی انسانی وقار کے منافی۔

4:۔ کسی بھی شخص کو کسی ایسے عمل کی سزا نہیں دی جا سکتی جو جرم کئے جانے کے وقت جرائم کی فہرست میں شامل نہ ہو اور کسی بھی شخص کو ارتکاب جرم کے وقت موجودہ قانونی سزا سے زیادہ سزا ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

5:۔ ایک ہی جرم میں کسی شخص کو دو مرتبہ نہ مقدمہ چلایا جا سکتا ہے نہ سزا دی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ سوائے قانونی فائدے کے تحت۔

6:۔ ثبوت حاصل کرنے کے لئے کسی شخص پر تشدد نہیں کیا جا سکتا۔

7:۔ ہر شہری کو ملک کے کسی بھی حصے میں جانے اور رہائش اختیار کرنے کا حق ہے۔

8:۔ ہر شہری کو پر امن اجتماع کرنے کا حق ہے۔

9:۔ ہر شہری کو یونین اور انجمن بنانے کا حق ہے۔

10:۔ ہر شہری کو جو حکومت کا ملازم نہیں سیاسی جماعت بنانے یا کسی سیاسی پارٹی میں شامل ہونے کا حق ہے۔

11:۔ ہر شخص کو کوئی بھی جائز پیشہ یا کاروبار اختیار کرنے کا حق ہے۔

12:۔ ہر شخص کو آزادی تقریر و اظہار کا حق ہے۔ مزید براں پریس آزاد ہوگا۔

13:۔ ہر شخص کو اپنے مذہب کا ادعا کرنے اس پر عمل کرنے اور اسے پھیلانے کا حق ہے۔

14:۔ ہر مذہبی جماعت کو خاص اپنے مذہبی ادارے کو برقرار رکھنے کا حق ہے۔

15:۔ کسی بھی شخص کو کوئی ایسا ٹیکس دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو اس کے اپنے مذہب کی بجائے کسی اور مذہب کے مفاد کے لئے ہو۔

16:۔ کسی بھی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم شخص کو کسی دوسرے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے یا ان کی کسی رسم میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

17:۔ تمام مذہبی اداروں سے ٹیکسوں کی چھوٹ یا کمی کے معاملے میں یکساں سلوک کیا جائے گا۔

18:۔ تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے قائم کردہ مذہبی ادارے میں اپنے مذہب کی تعلیم دے سکیں۔

19:۔ کسی بھی شخص کو پبلک محصولات سے امداد حاصل کرنے والے تعلیمی ادارے میں نسل، مذہب، ذات، جائے پیدائش کی بنیاد پر داخلے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

20:۔ ہر شہری کو ملکیت رکھنے کا حق ہے۔

21:۔ کسی بھی شخص کو اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جا سکتا ماسوائے قانون کے تقاضے کے تحت۔

22:۔ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں۔ قانونی تحفظ کے یکساں حق دار ہیں۔

23:۔ ماسوائے مذہبی اداروں کے، عوامی تفریح کے تمام مقامات تک رسائی سے کسی شخص کو نسل، مذہب، ذات اور جائے پیدائش و رہائش کی بنیاد پر داخل ہونے سے روکا

نہیں جاسکتا۔

24۔ کسی بھی اہل شخص سے مذہب، ذات، جنس اور جائے پیدائش و رہائش کی بناء پر ملازمت کے معاملے میں امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

25۔ مخصوص زبان، رسم الخط اور ثقافت رکھنے والے شہریوں کے ہر گروہ کو ان کی ترویج اور ان کے لئے ادارہ قائم کرنے کا حق ہوگا۔

پاکستان میں اقلیتیں

تعارف:۔

پاکستان میں اقلیتوں کا تصور مذہب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے' مثلاً مسیحی' ہندو' پارسی اور دیگر چھوٹے گروہوں کو محض مذہبی بنیادوں پر اقلیت تصور کیا جاتا ہے لیکن صرف مذہب ہی وہ واحد معیار نہیں جس کی بنیاد پر کسی گروہ کو اقلیت قرار دیا جا سکتا ہو۔ لسانی' گروہی اور نسلی اختلاف کی بنیادوں پر بھی اقلیتی گروہ وجود میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر 19ویں صدی میں امریکہ میں بدترین گروہی اور نسلی جھگڑے سامنے آئے۔ کراچی میں مہاجر ایسی اقلیت کی صورت میں سامنے آئے ہیں جس کی بنیاد زبان پر ہے اور پچھلے دس برسوں سے خونریزی کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح کراچی میں پختون' سرحد میں پنجابی' بلوچستان میں سندھی' قومیتی فارمولے کے تحت اقلیت قرار پاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سوائے کراچی میں لسانی بنیادوں پر سندھی مہاجر جھگڑے کے' دیگر گروہی' نسلی اور قومیتی اختلافات نے کسی سنجیدہ بے چینی کو جنم نہیں دیا۔

اقلیتی گروہوں کو بھی محض مذہب کے حوالے سے نہیں بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں میں مسائل کا سامنا ہوتا ہے مثلاً معاشی' سماجی اور تعلیمی شعبوں میں۔ ایک وقت آتا

ہے کہ یہ مسائل اتنے پیچیدہ ہو جاتے ہیں کہ اقلیتی برادری کے لئے ان کے اثرات و مضمرات انتہائی شدید صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پھر ایک لمبے عرصے میں غالب اکثریت کے لئے بھی ان مسائل کی یہی کیفیت سامنے آتی ہے۔

ہماری کوشش ہے کہ اس مضمون میں اقلیتوں کے تصور کا ایک بہتر فہم فراہم کریں تاکہ ان کے دکھوں کا مداوا ممکن ہو سکے تاہم یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو گا جب تک ان کو درپیش مسائل کا ایک مجموعی جائزہ نہ لیا جائے۔

مثال کے طور پر معیشت کے میدان میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے' تمام کلیدی اسامیاں حتیٰ کہ درمیانی درجے کی ملازمتیں بھی غالب اکثریت ہی کے حصے میں آتی ہیں۔ سیاست میں بھی یہ فرق بالکل واضح ہے' پارلیمنٹ میں اقلیتوں کی نمائندگی انتہائی کم ہے۔ ان کے طریق انتخاب کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے۔ سماجی دائرے میں ان کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان اسباب کے باعث ان میں محرومی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

ملک میں تعلیم عمومی طور پر ہی غیر یقینی حالات کا شکار ہے۔ لیکن اقلیتوں کو اس شعبے میں بھی امتیازی سلوک سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ خاص طور پر تعلیمی اداروں میں داخلے کے معیارات اور نصاب کے مشمولات کے باعث اقلیتوں میں کمتری کے احساسات و جذبات جنم لیتے ہیں۔

اگرچہ پاکستان میں مذہب اقلیتی گروہوں کی تشکیل میں بنیادی کردار کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس نے مہذب معاشرے کو بھی تباہی سے دوچار کیا ہے۔ شیعہ اور سنی فرقہ وارانہ اختلافات کے باعث دونوں گروہوں کے درمیان شدید خونریزی ہوئی۔ اسی طرح قدامت پرست سنیوں کے درمیان مختلف مسائل پر گروہی اختلافات نے اس مسئلے پر مزید شدت پیدا کی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مذہبی برادریوں کے خلاف زیادتیوں کا ارتکاب بھی بہت عام ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر شانتی نگر میں مسیحی اقلیت کے گھروں اور دیگر جائیدادوں کو

تباہ و برباد کیا گیا۔ مسیحی افراد کے خلاف توہین رسالت کے مقدمات ان کے ساتھ امتیازی سلوک کی نمایاں مثالیں ہیں جو ماضی قریب میں سامنے آئیں۔

اس بحث کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اقلیت اور اکثریت کے درمیان کشمکش کا باعث محض ان کی تعداد نہیں ہوتی بلکہ اصل میں قوت و اقتدار اور اعلیٰ سماجی مقام و مرتبہ اس طرح کی کشمکش کا سبب بنتا ہے۔ تعداد کے اعتبار سے امریکہ کے سیاہ فام باشندے اکثریت رکھتے ہیں لیکن وہ سفید فام باشندوں کے ہاتھوں امتیازی سلوک کا شکار ہوتے ہیں، جنہیں غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح پاکستان میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے لیکن ان کی حیثیت معاشرے کے محروم اور امتیازی سلوک کے شکار طبقے کی ہے۔

اس صورت حال کے پس منظر میں یہ امر اہمیت کا حامل ہے کہ بعض ایسے بنیادی تصورات سے آگہی ضروری ہے جو اقلیتوں کے لئے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جب تک ان بنیادی تصورات کا صحیح فہم حاصل نہ ہو یہ مشکل ہوگا کہ اقلیتوں اور غالب گروہ کے درمیان رونما ہونے والی بے چینی کو کم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جاسکیں۔ لہٰذا بنیادی بات یہ ہے کہ نظریاتی سطح پر صاف اور واضح یکسوئی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اقلیتوں کے مسائل انتہائی نازک مراحل میں سامنے آتے رہے ہیں اور حکومت کے لئے پریشانی کا باعث بنتے رہے ہیں۔

اقلیتوں کی تعریف

اقلیتوں کی ایک جامع تعریف تلاش کرنا اگرچہ ابہام کے بغیر ممکن نہیں، تاہم مختلف مفکرین نے ایسی کوششیں کی ہیں۔ لوئس ورتھ (Louis Wirth) کے الفاظ میں: "اقلیت لوگوں کے ایسے گروہ کو کہتے ہیں جسے ان کی طبعی (Physical) اور تمدنی خصوصیات کے باعث، ان کے معاشرے کے باقی لوگوں سے علیحدہ کر کے 'مختلف اور غیر مساویانہ سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہو اور جو اس سلوک کے باعث اپنے آپ کو اجتماعی سطح پر امتیازی سلوک کا ہدف تصور کرتے ہوں اور ان کے مقابلے میں ایک بالادست اور غالب گروہ بہتر سماجی مرتبے اور

زیادہ مراعات کا حامل ہو۔ اقلیتی درجے (Status) کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہیں معاشرتی زندگی میں پوری طرح شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔"

اسی طرح اقوام متحدہ کے سب کمیشن برائے تحفظ اقلیات کے مطابق: "اقلیتوں سے کسی آبادی کے وہ زیردست گروپ مراد ہیں جو مستحکم گروہی' مذہبی یا لسانی روایات کے حامل ہوں اور انہیں قائم رکھنا چاہتے ہوں یا ایسی خصوصیات کے مالک ہوں جو باقی آبادی سے نمایاں طور پر مختلف ہوں۔" ان تعریفوں کی روشنی میں اقلیتوں کی درج ذیل خصوصیات سامنے آئی ہیں:۔

1:۔ایسے زیردست گروپ جو مخصوص طبعی اور تمدنی خصوصیات رکھتے ہوں۔

2:۔وہ اپنے آپ کو محرومی اور امتیازی سلوک کا شکار سمجھتے ہوں۔

3:۔معاشرتی زندگی میں بھرپور شرکت سے محروم رکھے گئے ہوں۔

4:۔اپنی مخصوص گروہی' مذہبی یا لسانی خصوصیات اور صفات رکھتے ہوں۔

5:۔آبادی میں بالادست سماجی مرتبے اور مراعات کے حامل گروہ سے مختلف ہوں۔

6:۔اپنی گروہی صفات اور روایات کے تحفظ کی شدید خواہش رکھتے ہوں۔

اقلیتوں کی اصل یا بنیاد

ہر اقلیت کی تاریخ میں منفرد عوامل موجود ہوتے ہیں لیکن کچھ عمومی اصول ایسے ہیں جو سب کے لئے مشترک ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اقلیت لوگوں کا ایسا گروہ ہوتا ہے جو اپنی طبعی اور تمدنی خصوصیات کے باعث دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے لہٰذا جو چیز ان کو دوسروں سے زیادہ مختلف بنائے گی اس کے باعث اقلیتی مسئلہ یا صورت حال پیدا ہوگی۔ مزید یہ کہ اس اختلاف کا انحصار قومی' تمدنی' مذہبی اور نسلی نظریات پر ہوگا۔ لہٰذا کسی اقلیت کے وجود میں آنے کے اسباب تلاش کرتے ہوئے علاقے' حکومت' عوام اور تمدن کے اختلافات کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

جو عوامل آبادیوں کو مختلف النوع بناتے ہیں ان میں نقل مکانی' تمدنی روابط اور ایسی

فاتح افواج کو شمار کیا جاسکتا ہے جن میں مختلف علاقوں اور نسلوں کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور ٹرانسپورٹ نے بلاشبہ ان عوامل کی رفتار میں تیزی پیدا کی ہے۔

بلاشبہ قومی ریاستوں کے نظام کے فروغ پذیر ہونے کی وجہ سے بھی اقلیتیں وجود میں آتی ہیں بلکہ اس امر کو اقلیتوں کے تشکیل پانے میں مرکزی عامل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان گروہوں پر غلبے کی کوشش جو ماضی میں الگ الگ تھے اور دوم ایک جیسی آبادی پر مشتمل قومی ریاستیں وجود میں لانے کی ہمہ گیر خواہش نے اکثریت اور اقلیت کے مسائل کو جنم دیا۔

اس کے برعکس ان معاشروں میں تعصبات بہت کم ہیں جو جن کی آبادی ایک ہی نسل کے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کے جھگڑوں اور دشمنیوں کی نوعیت انفرادی ہوتی ہے۔ ان کا تعلق عوام کے مخصوص گروہوں سے نہیں ہوتا۔ البتہ مختلف نسلوں پر مشتمل جدید اور متحرک معاشروں کو عموماً اقلیتوں کے مسائل کا سامنا ہے۔

تعصب کیا ہے؟

تعصب کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: "عوام کے ایک مخصوص گروپ کے خلاف ایک جامد اور جذباتی رویہ۔ ممکن ہے کہ اس گروہ کا وجود صرف متعصب شخص کے ذہن میں ہو جو ان لوگوں کو ایک گروہ میں شمار کرتا ہو' اور جن میں ممکن ہے تھوڑی بہت مماثلت اور ربط و تعلق بھی پایا جاتا ہو۔ متعصبانہ رویے میں ایک موثر یا جذباتی خصوصیت ایسی ہوتی ہے جو تمام دوسرے رویوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس میں پیشگی فیصلہ کر لینے کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔" (جارج ایٹن سمپسن / جے ملٹن ینگر: 1953)

تعصب کے باعث ایک شخص اپنے منتخب کردہ حقائق پر زور دیتا ہے اور دیگر حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ متعصب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ایک گروہ کے تمام افراد بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ نئے تجربات کو بھی پرانی اور پہلے سے منتخب کردہ اقسام کی نذر کر دیا جاتا ہے اور صرف انہی نکات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو پہلے سے طے شدہ نظریات یا فیصلوں

سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ تعصب میں نہ صرف پہلے سے طے شدہ فیصلوں کو دخل ہوتا ہے بلکہ غلط فیصلوں کو بھی دخل ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی یک رخی سوچ ہے جو ایک مخصوص اور منظم طریقے سے حقائق کی غلط تعبیر کرتی اور انہیں غلط معنی پہناتی ہے۔ لہٰذا جب پہلے سے موجود کوئی رویہ اتنا قوی اور جامد ہو یا اس حد تک لچک سے خالی ہو کہ سنجیدگی سے تصورات و حقائق اور فیصلوں کو مسخ کرتا ہو تو اس کو تعصب کہتے ہیں۔

امتیازی سلوک کیا ہے؟

امتیازی سلوک (Discrimination) کا غیر جانبدارانہ اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ "فرق، تمیز یا پہچان کے لئے الگ کرنا یا رکھنا" (آکسفورڈ ڈکشنری) جو اچھی یا غیر معمولی صلاحیت پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ تاہم عمومی طور پر قابل قبول مفہوم میں اس سے مراد وہ غیر منصفانہ، ناجائز اور نقصان دہ امتیاز ہے جو کسی اقلیت سے روا رکھا جاتا ہے۔ درحقیقت اس سے مراد ایسا غیر معمولی امتیاز روا رکھنا ہے جس کے نتیجے میں ان اقدار، روایات اور طریق کار کی خلاف ورزی ہوتی ہو، جنہیں معاشرے میں قبول عام حاصل ہے۔ اس تعریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی عمل کو اس وقت امتیازی قرار دیا جائے گا جب اس کے ساتھ مخصوص روایات اور لوگوں کے کسی مخصوص گروہ کی نشاندہی کی جائے۔ مزید برآں امتیازی سلوک کی تعریف اس طرح بھی کی جاسکتی ہے۔ "افراد کے ساتھ ایسا موثر اور نقصان دہ سلوک جو عقلی اعتبار سے صورت حال سے غیر متعلق ہو۔ امتیازی سلوک سماجی تعلقات کے نظام کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت ایک تنہا اور منفرد عمل کی نہیں ہوتی جو سماجی پابندیاں، نظریاتی امداد اور اس کا نشانہ بننے والوں کا ردعمل شامل ہے۔ چونکہ امتیازی سلوک کے ذریعے نشانہ بننے والوں کی قوت اور علم کو بگاڑا اور نقصان پہنچایا جاتا ہے لہٰذا ان کے رویے سے جس ردعمل (Feed Back) کا ظاہر ہوتا ہے وہ اس نظام کو مزید تقویت پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔"

اس امر کی مزید وضاحت ضروری ہے کہ تعصب اور امتیازی سلوک کو یکساں نہیں سمجھنا چاہئے اگرچہ دونوں میں نہایت قریبی ربط ہوتا ہے۔ تعصب ایک رویہ ہے، ایک

رد عمل کا رجحان ہے یا ایک مثالی رد عمل (Symbolic Response) ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں اقلیتی گروپ کے لوگوں کے خلاف کبھی کسی ظاہری اقدام کو شامل نہ کیا جا سکے' جبکہ امتیازی سلوک میں کھلی دشمنی کا اظہار شامل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جنوبی افریقہ کے لوگوں کے خلاف شدید تعصب رکھتا ہو' لیکن اس نے کبھی ان کو دیکھا تک نہ ہو اور اسے ان کے خلاف اپنے رویے کے اظہار کا کوئی موقع بھی نہ ملا ہو۔ اسی طرح ایک کالے آدمی (نیگرو) میں گوروں کے خلاف شدید تعصب پایا جاتا ہے لیکن وہ اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے انہیں ایک مختلف تاثر دے سکتا ہے' یہ تعصب تو ہے لیکن امتیازی سلوک نہیں۔

آخری گزارش

تصورات و خیالات تو ایک طویل تدریجی طریق کار کے تحت ہی عملی صورت میں اپنی پوری عظمت کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں' تاہم پاکستان کو اس وقت جن شدید اور گوناگوں مسائل کا سامنا ہے ان میں اقلیتوں کا مسئلہ بھی شامل ہے جنہیں بالادست گروہوں یا حکومت کی طرف سے مسائل و مشکلات درپیش ہیں۔ اقلیتوں کے مسئلے کو سمجھنے اور اسے حل کرنے کے لئے لازم ہے ان تصورات کا حقیقی فہم اور شعور حاصل کیا جائے جو اقلیتی مسائل کو وجود بخشتے اور انہیں پروان چڑھاتے ہیں۔ تعصب اور امتیازی سلوک وہ انتہائی بنیادی اور اہم تصورات ہیں جو اقلیتوں کے تصور کو سمجھنے میں مدو معاون ثابت ہوتے ہیں۔

اسی طرح کسی مسئلے کے بارے میں فکر و خیال کی صفائی اور بالیدگی ہی آخر کار اس کے حل کی طرف رہنمائی فراہم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اگر سماجی و معاشی اصلاحات یا قواعد و ضوابط اور اخلاقی اور مذہب کی پابندیاں معاشرے کے عدم توازن اور عدم استحکام پر قابو پانے میں معاون ہو سکتی ہیں تو معیاری تحقیق اور افکار و نظریات کی صفائی (Clarity) بھی اس ضمن میں ایک قابل اعتماد ذریعے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا جب تک اقلیتوں کے مسئلے کے تصورات اور حدود کے بارے میں صحیح علم حاصل نہ ہو' اس مسئلے سے متعلق حقائق کی منصفانہ

تعبیر و تشریح ممکن نہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ملک کے دانشور اور اہل علم اس ضمن میں پوری دیانتداری کے ساتھ اپنی بھرپور محنت اور کاوش بروئے کار لائیں تاکہ اقلیتوں کے مسائل کے حل کا ایک قابل عمل نقشہ اسے نافذ کرنے کا اختیار رکھنے والوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

انسانی حقوق کی جدوجہد اور 21ویں صدی کا چیلنج

نئی صدی بلکہ اگلے ہزار سال کے قابل ذکر عرصے کے دوران پاکستان کے عوام کو جس مشکل ترین مہم سے سابقہ پیش آئے گا وہ عملی زندگی میں اپنی انسانی برادری کے ہر فرد کے لئے یکساں انسانی حقوق کے احترام کو یقینی بنانے کی جدوجہد ہوگی۔ اس تشویش ناک صورت حال کی پیش گوئی اس بنیاد پر کی جارہی ہے کہ ہماری ریاست اور ہمارے معاشرے دونوں کے قدم جس رخ پر اٹھ رہے ہیں وہ اس رخ سے بالکل مختلف ہے جس کا تقاضا انسانی حقوق کے اصولوں پر مبنی نظام کرنا ہے۔

انسانی حقوق سے مراد ایسے معیارات کا مجموعہ ہے جسے قانون کے ذریعے نافذ کیا جا سکے مگر اس حوالے سے قانون اسی وقت موثر ہو سکتا ہے جب سماجی سطح پر انسانی مساوات کا تصور ایمان کی شکل اختیار کر چکا ہو اور جس پر جمہوری اصولوں کے مطابق عمل کرنے کا رجحان اور رویہ پختہ ہو چکا ہو۔ جب کوئی معاشرہ کسی بھی وجہ سے عملی زندگی میں انسانی مساوات کے تصور کو قبول نہیں کرتا تو وہ اپنے اندر جمہوری نظام بھی قائم نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس میں انسانی حقوق کو نافذ کرنے کے لئے قانون سازی ممکن ہو سکتی ہے حتیٰ کہ ایک ایسے معاشرے میں کتابوں میں لکھے ہوئے قوانین بھی عملاً بے مصرف ہو جاتے ہیں۔ پاکستان

میں یہ کیفیت اتنی نمایاں ہے کہ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

پاکستان کو ایک نو آبادیاتی ریاستی ڈھانچہ اور جاگیر دار اشرافیہ اور عام آدمی کے درمیان تفریق کرنے والا سماجی نظام ورثے میں ملا ہے۔ مراعات یافتہ طبقے نے اس پختہ یقین کے باعث جمہوریت کے لیبل کو قبول کیا تھا کہ عوام پر ان کے حق حکمرانی کو کوئی چیلنج لاحق نہیں ہوگا لہٰذا جب بھی اس بات کا کوئی امکان پیدا ہوا کہ اقتدار حقیقی طور پر عوام کو منتقل ہو تو ایسی حکمت عملیاں اختیار کی گئیں کہ جمہوریت بے کار اور غیر ضروری قرار پا جائے۔ بالکل اسی طرح ریاست کی تشکیل کے موقع پر اقتدار و اختیار کے محافظوں نے انسانی حقوق کے نعرے کو بھی اس امید پر اختیار کر لیا تھا کہ ان کے ذریعے اس معروف بنیادی عقیدے کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی کہ تمام انسان یکساں پیدا نہیں کئے جاتے اور ان کو اپنی پیدائشی حیثیت کو ہمیشہ کے لئے تسلیم کر لینا چاہئے۔ معاشرے کے محروم اور پسماندہ طبقوں کی طرف سے جب بھی اس عقیدے کو چیلنج کرنے کی کوشش کی گئی تو بنیادی طور پر دو وجوہات کی بنیاد پر اس کے خلاف مزاحمت سامنے آئی۔

انسانی حقوق پر حملہ آور ہونے کے لئے جدید دور میں جو پہلی حکمت عملی سامنے آئی وہ یہ تھی کہ ان کے پیچھے کار فرما اصولوں کا براہ راست انکار نہیں کیا گیا بلکہ یہ دلیل پیش کی گئی کہ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے اس لئے اس میں وہ انسانی حقوق نافذ کئے جائیں جو اسلام عطا کرتا ہے اور جو ان حقوق کے مقابلے میں اعلیٰ و ارفع ہیں جن کا دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان میں اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کو ٹھوس اور متعین شکل دینے کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔

چند سال پیشتر مسلم سکالروں کے ایک گروپ نے یورپ میں جمع ہو کر انسانی حقوق کے اسلامی چارٹر کا ایک مسودہ پیش کیا جس کا مقصد اپنے عقیدے اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا تھا مگر یہ کوشش پوری طرح کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔ جناب یحییٰ بختیار اگرچہ اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ اس چارٹر نے

پاکستان میں انسانی حقوق کے اسلامی چارٹر کی تیاری کے مطالبے کی ضرورت پوری کردی ہے لہذا انہوں نے سینٹ میں اس اسلامی چارٹر کو پرائیویٹ بل کی شکل میں متعارف کروایا اور قاعدے کے مطابق اس بل کو مجلس قائمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ لیکن مجلس قائمہ نے اس بل کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے میں اتنا طویل وقت لیا کہ جناب یحیٰی بختیار کی رکنیت ہی ختم ہو گئی اور اس بل کو سرسری انداز میں محض اس بنیاد پر ختم کر دیا گیا کہ اسے پیش کرنے والا اب سینٹ کا رکن نہیں رہا۔ پارلیمنٹ میں کوئی دوسرا ایسا رکن نہیں تھا جو اس تجویز کو اپنا لیتا یا اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کے لئے قانون سازی کی ضرورت پر زور دیتا۔ اس طرح بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات کو ایک متبادل ضابطے کے ذریعے تبدیل کرنے کی یہ پہلی کوشش اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

یہ داستان اس لئے دہرائی گئی ہے کہ سیاسی اشرافیہ کے اس رجحان اور رویے کی نشاندہی کی جائے کہ انسانی حقوق کے ضمن میں اپنے فرائض سے پہلو تہی کرنے کے لئے وہ کس طرح ملک کی اکثریت کے عقائد کے ساتھ اپنی وابستگی کی اوٹ میں پناہ لیتے ہیں۔ اس مسئلے کی جڑ بنیاد میں بہت سی مسلم ریاستوں (اور سب سے زیادہ پاکستان میں) کی خود اختیار کردہ دو عملی کار فرما ہے کہ وہ عوامی اور سیاسی مباحثے سے آزاد خیالی کی روایت کا خاتمہ کرنے کے لئے ریاست کے وسائل سے قدامت پرستی کی امداد اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ ضیاء الحق نے جو نظام دیا تھا اس میں شریعت کی تشریح و تعبیر اس فقہ کی روشنی میں کی جاتی ہے جو صدیوں سے جمود کا شکار چلا آ رہا ہے اور اقبال نے پورے جوش و جذبے کے ساتھ جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی وکالت کی ہے۔

کلاسیکل (Classical) اسلام کی تشریح و تعبیر عام طور پر جس انداز سے کی جاتی ہے اس میں جدید دور کے تصورات کے مطابق جمہوریت اور انسانی حقوق، مذہبی قیادت سے سند قبولیت نہیں حاصل کر سکتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، عبداللہ النعیم اور دیگر جدید اسلامی سکالروں نے دلائل سے واضح کیا ہے کہ قدیم اسلام کی رو سے اسلامی ریاست میں غیر

مسلموں کو دوسرے درجے کا شہری قرار دیا جائے گا اور عورتوں کو مردوں کے مساوی مرتبہ اور حقوق دینے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ اس بارے میں بھی شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں کہ آیا ایک اسلامی مذہبی ریاست دوسری غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات بھی قائم کر سکے گی یا نہیں۔ سیاسی حکام کا یہ خوف بھی قابل فہم ہے کہ اگر انہیں قدامت پرست مذہبی قیادت کے فتوؤں اور احکامات کے تابع کر دیا گیا تو کیا ان کے لئے ایک جدید ریاست کو انسانی حقوق پر مبنی سیاسی نظام کے تحت چلانے کا امکان بھی باقی رہے گا یا نہیں۔

وہ لوگ جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قانون' انسانی حقوق اور سیاست کو عقیدے سے الگ نہیں کیا جا سکتا' خواہ اس ملک کے بانی نے اس بارے میں کچھ بھی اعلان کیا ہو اور ملک کی عظیم اکثریت اس بارے میں کیسے خیالات رکھتی ہو' ان کے لئے ایک ہی راستہ باقی بچتا ہے کہ وہ اسلام کی ایک ایسی تعبیر پیش کریں جو زمانے کے تقاضوں پر پوری اترتی ہو جیسا کہ اقبال نے قرار دیا تھا کہ ''اسلامی تصورات کی تشکیل نو'' کی جائے تاکہ اسے عصر نو کے مطالبات سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔ اور یہ وہ عمل ہے جس کے ہمیشہ جاری رہنے کا اسلام میں وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ کام اگرچہ ناممکن نہیں ہے لیکن زمینی حقائق اس ضمن میں پرامید ہونے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ جو کچھ ممکن نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ انسانی حقوق کے معیارات اور اصولوں کا دائرہ محدود کرنے کے لئے مذہبی استدلال کا استعمال جاری رہے گا۔

انسانی حقوق کے خلاف مزاحمت کے لئے دوسرا استدلال جسے آج کل زیادہ زوردار آواز کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے' یہ ہے کہ انسانی حقوق کا مغربی تصور پاکستان کے مخصوص سماجی مفادات اور خاص طور پر عوام کے مقدس علاقائی تمدنوں کے لئے خطرے کا باعث ہے۔ اس استدلال کی منافقانہ بنیاد بالکل واضح اور صاف دکھائی دیتی ہے۔ کمپیوٹر سے لے کر بندوق اور توپ تک دوسری بہت سی مغربی اشیاء جن سے عوام کے مقابلے میں بالائی طبقہ زیادہ مستفید ہوتا اور جو تمدنی رویوں اور تعامل کو بھرپور انداز سے متاثر کرتی ہیں ان کو تو مغربی

قرار دے کر حقارت آمیز انداز سے مسترد نہیں کیا جاتا لیکن انسانی حقوق کو کیا جاتا ہے۔

درحقیقت جن اقدار وروایات کے تقدس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ہمارے جاگیر دارانہ تمدن کی وہ باقیات ہیں جن کا سہارا لے کر عورتوں اور معاشرے کے محروم طبقات کا استحصال کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں انسانی حقوق پر مبنی نظام کو اس لئے مسترد کیا جاتا ہے کہ اس کے وجود میں آنے سے عدم مساوات اور معاشرتی اونچ نیچ کی حامل روایات کے خاتمے اور عام آدمی کے بااختیار ہو جانے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

اس دوسرے نقطہ نظر کو ایک غیر معین قومی جذبے سے بھی تقویت پہنچائی جاتی ہے کیونکہ انسانی حقوق کے بعض ایسے مسائل جنہیں مغرب اولیت دیتا ہے جیسے بچوں کی مشقت کا خاتمہ 'ان کی توجیہہ کی جاتی ہے کہ یہ براہ راست ملک کے معاشی مفادات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پھر مغربی ممالک کے خلاف شکایات کا دفتر کھولا جاتا ہے مثلاً کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کی حمایت نہ کرنا اور ان کے اپنے انسانی حقوق کے ریکارڈ میں پائی جانے والی خامیوں کی یاددہانی کے ذریعے اس تصور کو وسیع پیمانے پر قبولیت حاصل ہوتی ہے کہ ان ممالک نے ہمارے خلاف ایک جدید قسم کی صلیبی جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

انسانی حقوق کی مخالفت دونوں قوتوں یعنی مذہبی عناصر اور قوم پرست جاگیر دار طبقے کے باہمی تعلقات اور روابط بالکل واضح ہیں۔ ریاست نے انسانی حقوق کی بنیادی دستاویزات کو منظور نہ کرنے اور منظور کردہ دستاویزات پر عقیدے کی بنیادی تحفظات کا اظہار کرنے کی پالیسی اختیار کر کے درحقیقت سماجی عدم مساوات کو مستقل قرار دینے والوں کی حمایت کا راستہ اپنا رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہبی عدم رواداری اور فرقہ وارانہ اختلافات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عورتوں کے وہ حقوق جنہیں چند دہائیاں قبل تسلیم کیا جاتا تھا اب ان پر دست درازی ہو رہی ہے۔ اگر یہ رجحانات برقرار رہے تو پاکستان میں انسانی حقوق کے احترام کی گنجائش دن بدن گھٹتی جائے گی اور ایک وقت آئے گا کہ حقوق سے محروم کئے جانے والے مظلوم لوگ ریاست اور مذہبی پیشواؤں کے خلاف براہ راست تصادم کے لئے اٹھ کھڑے

ہوں گے... خونریزی سے بھرپور مستقبل۔ کے ان امکانات پر پوری سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ حقیقت ناقابل فہم نہیں ہونی چاہئے کہ انسانی حقوق کے خلاف موجودہ لہر کی روک تھام نئی صدی کے بالکل آغاز میں ممکن ہے۔ پاکستان میں ایسے روشن خیال لوگوں کی معقول تعداد موجود ہے جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ پاکستان کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ ریاست کے ابتدائی ایام میں واضح کئے گئے تصورات کے مطابق اسے ایک غیر مذہبی ریاست بنانے کی راہ اختیار کی جائے۔ تاہم اگر بالادست سماجی اشرافیہ اپنے خود ساختہ واہموں اور خوف کا شکار ہی رہنا چاہتی ہے تو اسے کم از کم اس بات کا شعور اور ادراک ہونا چاہئے کہ اس کا اپنا سیاسی مفاد اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ریاست کی نظریاتی اساس کی بحث پر عائد پابندیوں کو ختم کر کے کھلی بحث کی آزادی دینے کا مطالبہ کرے۔ ریاست کے لئے لازم نہیں کہ وہ آزاد خیالی کے ساتھ اسلام کی تشریح کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے لیکن ریاست انہیں اس بات کا موقع تو یقیناً فراہم کر سکتی ہے کہ وہ عوامی مباحثے کے دوران اپنا نقطہ نظر آزادی کے ساتھ پیش کر سکیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مذہب کو اپنے محدود سیاسی اور سماجی مقاصد کے لئے استعمال کرنے والوں کی خفیہ اور اعلانیہ حمایت اور سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لے۔

اسی طرح بااثر طبقوں' جاگیرداروں' مذہبی رہنماؤں اور نودولتیوں کو ریاستی مشینری میں جو اثر و رسوخ اور حمایت میسر ہے اس کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ خاص بنیادی حقوق جو حقوق کے پورے ڈھانچے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں' مثلاً سیاسی سطح پر مساوات کا حق' سب کے لئے یکساں مواقع کے ساتھ معاشی ترقی کرنے کا حق' منصفانہ قانون کی بالادستی کا حق اور آزادی اظہار کا حق' ان کو ان کی موجودہ سطح سے اٹھا کر بالاتر اور مضبوط تر مقام عطا کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مغرب کی طرف سے کسی حقیقی یا خیالی خطرے کے مقابلے میں قومی مفادات کے تحفظ کا سوال ہے تو اس کے لئے دوسری ترقی پذیر ریاستوں کے ساتھ اتحاد کر کے ایک غیر فرقہ وارانہ حکمت عملی اختیار کی جاسکتی ہے۔

بھارت اور پاکستان نے انسانی حقوق کے اصولوں کو مسترد کرنے میں غیر معمولی یکسانیت' اتحاد اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ خاص طور پر بچوں' عورتوں اور اقلیتوں کے حقوق کے ضمن میں، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ کسی بھی طرف سے بالادستی کی کوششوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے نہ ہو سکیں۔ لیکن پاکستان اور بھارت اس وقت تک مغرب کو اپنا انسانی حقوق کا ریکارڈ بہتر کرنے پر آمادہ یا مجبور نہیں کر سکتے' جب تک وہ خود اپنے گھر میں انسانی حقوق کے لئے ممکن حد تک احترام کو یقینی نہیں بناتے یا کم از کم اس مقصد کے حصول کے لئے جس عزم و ارادے کی ضرورت ہے اسے پوری طرح بروئے کار لانے کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

انسانی حقوق کی صورت حال-1999ء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی رپورٹ برائے سال 1999ء کے اہم نکات

قوانین

آرڈیننس:

12 اکتوبر تک 17 صدارتی آرڈیننس جاری کئے گئے اور پارلیمنٹ نے 7 قوانین کی منظوری دی۔ 12 اکتوبر کے بعد بھی 7 آرڈیننس جاری کئے گئے۔

آرڈرز:

12 اکتوبر کو فوج کے اقتدار سنبھالنے اور ایمرجنسی نافذ کرنے کے بعد 10 ہفتوں کے دوران وقتاً فوقتاً 10 مختلف احکامات (Orders) جاری کئے گئے۔

ایمرجنسی کے خلاف درخواست:

سپریم کورٹ نے ایمرجنسی کے نفاذ کے خلاف درخواست سماعت کے لئے قبول کرلی اور اس کی سماعت کے لئے ایک بڑا بنچ تشکیل دیا گیا۔

اسلامائزیشن

سود:

سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ نے سود کو غیر اسلامی قرار دے دیا۔ عدالت نے حکومت کو سود پر پابندی نافذ کرنے کے لئے جون 2001ء تک مہلت دی۔

عائلی قوانین

وفاقی شرعی عدالت نے عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء میں درج ذیل تبدیلیاں کیں:۔

تعداد ازواج:۔

ثالثی کونسل سے کسی شخص کو مزید شادی کی پیشگی منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ اس کو ایسی شادی کے معاملے میں اسی وقت دخل دینا چاہئے جب پہلے سے موجود بیوی یا بیویوں اور شوہر کے درمیان اس مسئلے پر تنازع سامنے آئے۔

طلاق:۔

مطلقہ خاتون کی عدت کا 90روز کا عرصہ اسی دن سے شروع ہونا چاہئے جس روز طلاق دی گئی، اس دن سے نہیں جس دن چیئرمین یونین کونسل کو نوٹس بھیجا گیا۔

شادی کی رجسٹریشن:۔

اگر رجسٹریشن نہ کرائی جائے تو نکاح (شادی) باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اس کی سزا میں اضافہ کیا جائے۔

وراثت:۔

دادا دادی / نانا نانی کی وراثت ان کے یتیم پوتے پوتیوں / نواسے نواسیوں کو خود بخود

منتقل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے درمیان واسطہ بننے والے والدین انتقال کر چکے۔ ایسی صورت میں وراثت صرف وصیت کے ذریعے منتقل ہو گی اور اسی حد تک ہو گی جس حد تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔

غیر مسلم جج:۔

ایک غیر مسلم جج رانا بھگوان داس کے خلاف درخواست دائر کی گئی کہ کیا وہ اسلامی ریاست کی اعلیٰ عدلیہ کے رکن ہو سکتے ہیں؟ سندھ ہائی کورٹ کے فل بنچ کا فیصلہ ابھی التوا میں ہی تھا کہ مذکورہ جج کو سپریم کورٹ ٹرانسفر کر دیا گیا۔ سندھ ہائی کورٹ میں چیف جسٹس کی سنیارٹی لسٹ میں ان کا دوسرا نمبر تھا۔

اجتہاد:۔

دوسرے لوگوں کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس شائق عثمانی کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک فیصلے میں وراثت میں بیٹے اور بیٹی کے حصے میں فرق دور کرنے کے لئے اجتہاد کرنے کی تجویز دی تھی۔ اس ضمن میں انہوں نے عورتوں کی حالت کے بارے میں اسلام کی تشویش اور ترکی کے قانون کی مثال دی۔ اس معاملے میں احتجاج کی صدا اتنی بلند تھی کہ جج نے کہا کہ اسے مستقل نہ کیا جائے اور نتیجتاً اس نے اپنے منصب کو خیر باد کہہ دیا۔

انعامی سکیمیں:۔

بینکوں کی انعامی سکیمیں بھی غیر اسلامی قرار دے دی گئیں۔

عورت کی گواہی:۔

وفاقی شرعی عدالت نے قتل کے مجرم کو اپیل میں بری کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں کہا کہ قتل اور حدود کے مقدمات میں عورت کی گواہی قابل قبول نہیں۔

توہین مذہب کا قانون

توہین رسالت کے قانون کو نافذ کرتے ہوئے غیر مسلموں کو تھوڑی سی رعایت دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ لیکن مجوزہ ترمیم کہ ہر شکایت کا پہلے چار افراد کی ایک کمیٹی جائزہ لے گی آخر تک وزیراعظم کے پاس پڑی رہی۔

دیگر تجاویز:۔

دوسری دو تجاویز بھی نافذ نہ کی جا سکیں جن کے مطابق دیگر مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز ریمارکس کی سزا 3 سال سے بڑھا کر 10 یا 12 سال کی جانی تھی۔ (Sec:298-A) اور دوسروں کو کافر قرار دینے والوں کے لئے بھی سزا طے کی جانی تھی۔

عدلیہ

عدلیہ بمقابلہ انتظامیہ:۔

حکومت نے مسلسل اس امر کا اظہار کیا کہ وہ عدلیہ سے شاکی تھی۔

☆......وزیر قانون نے سندھ اسمبلی کی معطلی کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے پر سرعام تنقید کی۔

☆......جب سپریم کورٹ میں فوجی عدالتوں کے خلاف درخواست کی سماعت جاری تھی عین اس وقت پورے ملک میں فوجی عدالتیں قائم کرنے کا آرڈیننس جاری کیا گیا اور اٹارنی جنرل نے عدالت میں وزیراعظم کا خط پڑھ کر سنایا جسے عدالت پر اثرانداز ہونے کی کوشش کے طور پر دیکھا گیا۔

☆...... فیصلے کے بعد وزیراعظم نے قوم سے خطاب میں شدید لہجے میں بین السطور میں فیصلے پر اپنی ناخوشی کا اظہار کیا۔

سپریم کورٹ پر حملہ:۔

سپریم کورٹ نے 1997ء میں عدالت پر عوامی حملے کے تمام (سات) ملزموں کو بری کر دیا کیونکہ ان کے خلاف کوئی متعین شہادت موجود نہیں تھی۔ عدالت نے وڈیو کو کافی شہادت قرار نہیں دیا۔ بعدازاں نظرثانی کی ایک درخواست سماعت کے لئے منظور کی گئی جس کی سماعت ایک بڑا بنچ کرے گا۔

ججوں کی مستقلی:۔

لاہور ہائی کورٹ کے تین ایڈیشنل ججوں کو مستقل کرنے کے لئے صدر نے دستخط نہیں کئے۔ اگرچہ تینوں جج صاحبان تمام شرائط پوری کرتے تھے لیکن انہیں مستقل نہ کرنے کے اسباب بیان نہیں کئے گئے۔ مقدمہ عدالت میں زیرالتوا تھا۔

انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے جج:۔

انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کی کارکردگی ایک ایسے فیصلے کے ذریعے واضح ہو کر سامنے آئی جس میں دو ملزموں کو سزائے موت دی گئی تھی۔ سندھ ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے اپیل کے دوران مہلک غلطیوں کی نشاندہی کی اور متعلقہ جج میں "بنیادی قانونی اہلیت" کے فقدان کے تبصرے کے ساتھ مقدمے کی دوبارہ سماعت کرنے کا حکم دیا۔

عدلیہ بمقابلہ وکلا:۔

لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے ایک قرارداد میں مطالبہ کیا کہ ایک جج کو اس کے منصب سے ہٹا کر اس کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہوں نے "وکیلوں کے بارے میں توہین آمیز اور غلیظ زبان استعمال کی تھی" ایک دوسرے واقعے میں بار نے حبس بے جا کی درخواست نمٹانے کے حوالے سے ایک جج کی مذمت کی اور چیف جسٹس سے استدعا کی کہ آئندہ انہیں انسانی حقوق

کے بارے میں کوئی مقدمہ نہ دیا جائے۔

اہم فیصلے

سندھ اسمبلی کی معطلی:۔

سپریم کورٹ نے سندھ اسمبلی کی معطلی کے اقدام کو جزوی طور پر برقرار رکھا اور جزوی طور پر منسوخ کر دیا لیکن اسمبلی کے قانون سازی کے اختیارات کو بحال کرنے کا عملی طور پر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ گورنر نے اس امر کو یقینی بنایا کہ اسمبلی کا منظور کردہ کوئی بل نافذ نہ ہو سکے لہٰذا اس نے کسی بل کی منظوری نہیں دی۔

فوجی عدالتوں کا مقدمہ:۔

فوجی عدالتوں کے قیام کو غیر دستوری قرار دیتے ہوئے سپریم کورٹ نے ان سزاؤں کے جواز پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جو ان عدالتوں نے سنائی تھیں اور جن پر عمل کیا جا چکا تھا۔ عدالت نے ان کو ماضی کے ایک بند باب کے طور پر قبول کر لیا۔

انسداد دہشت گردی ایکٹ:۔

سپریم کورٹ نے اس ایکٹ کی ایک دفعہ کو ختم کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس کے ذریعے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بلاامتیاز ہر اس شخص کو مارنے (Kill) کا اختیار مل گیا تھا جو ان کے نزدیک دہشت گردی میں ملوث رہا ہو۔ عدالت نے غیر قانونی ہڑتال' سست کاری اور لاک آؤٹ کو بھی اس ایکٹ میں شامل کرنے کو غیر دستوری قرار دیا کیونکہ ان امور کا براہ راست دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ISI کی سیاسی فنڈنگ:۔

انٹر سروسز انٹیلی جنس پر 1990ء کے انتخابات میں سیاسی جماعتوں کو فنڈز فراہم

کرنے کے مقدمے میں اپنا فیصلہ محفوظ کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے تبصرہ کیا کہ یہ معاملہ عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر تھا اور یہ کہ آج کے حالات میں ایک سیاسی ایجنسی میں ایک سیاسی سیل کا قیام جائز تھا۔

جیل میں بچے:۔

13 سال کی دو بچیوں کو جنہیں چوری کے الزام میں جیل میں رکھا گیا تھا' کے معاملے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ قانون کے تحت نو عمروں کو ایک مصدقہ سکول میں رکھا جانا چاہئے۔ جیل میں نہیں۔

غیرت کے لئے قتل:۔

کم از کم دو مقدموں میں لاہور ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ 'غیرت کے لئے قتل' کوئی جرم نہیں۔

جرائم

کراچی میں ہلاکتیں:۔

سال کے دوران قتل کے 546 مقدمات درج ہوئے' 1998ء میں یہ تعداد 1178 تھی۔ سیاسی مقتولین کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوئی۔ اچانک فائرنگ سے 155 ہلاکتیں ہوئیں۔ 130 مقتولین کو اذیتیں دے کر قتل کیا گیا تھا۔ 89 پولیس مقابلوں میں مارے گئے اور 44 بم دھماکوں جیسے حادثات میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جنوری میں کار اور سکوٹر چھیننے کی 777 وارداتیں ہوئیں' سال کے باقی مہینوں میں یہ تعداد کم ہو کر 100 واقعات ماہانہ رہ گئی۔

پنجاب کی صورت حال:۔

1998ء کے مقابلے میں ہر قسم کے جرائم میں اضافہ ہوا۔ سرکاری اعداد و شمار کے

مطابق قتل کے 4715' اغوا کے 6102 اور زنا اور اجتماعی زنا کے 1931 واقعات ہوئے۔ 6000 سے زیادہ کاریں چوری ہوئیں۔ رہزنی اور ڈکیتی کی وارداتیں 5000 کے لگ بھگ ہوئیں۔

عورتوں پر تشدد:۔

صرف پنجاب میں جنسی تشدد (زنابالجبر) کے تقریباً 2000 واقعات رپورٹ ہوئے۔ چونکہ جنسی تشدد کے واقعات کو عموماً چھپایا جاتا ہے اس لئے ملک بھر میں جنسی تشدد کے واقعات کی حقیقی تعداد بیان کردہ تعداد کے دوگنا سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پولیس نے پنجاب میں "غیرت کے قتل" کے 303 واقعات رپورٹ کئے اور سندھ میں 271۔ ان میں غالباً کسی بھی وقوعے کا تعلق صوبہ سرحد یا بلوچستان سے نہیں تھا جہاں یہ روایت بہت قدیم ہے۔ آگ کا شکار ہونے والی خواتین کی تعداد بھی 300 سے زیادہ رپورٹ کی گئی۔

فرقہ وارانہ قتل:۔

169 اموات کو فرقہ وارانہ تشدد سے منسوب کیا گیا جبکہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔

قبائلی تصادم:۔

کم از کم 98 افراد قبائلی جھگڑوں میں مارے گئے۔

ماورائے قانون ہلاکتیں:۔

561 افراد قانون نافذ کرنے والوں کے ہاتھوں مارے گئے' 527 اموات مقابلوں میں ہوئیں اور باقی حوالات میں ہی زندگی سے محروم کردیئے گئے۔

اذیت رسانی:۔

پولیس کی تحویل میں اذیت رسانی وبا کی طرح جاری رہی۔ انتہائی پرتشدد واقعات میں

بھی کسی کو سزا دینے کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

قید خانے

قیدیوں کی تعداد:۔

ملک بھر کے قید خانوں میں 80,000 قیدی تھے۔ سال کے آغاز میں پنجاب میں قیدیوں کی تعداد 53,000 تھی اور اختتام کے نزدیک 44,443۔

سزائے موت کے قیدی 3,728 قیدی سزائے موت کے منتظر تھے جن میں 107 نوعمر قیدی بھی شامل تھے۔

قیدی بچے:۔

پنجاب میں ایک گنتی کے موقع پر 18 سال سے کم عمر کے 1600 قیدی تھے۔ سزا یافتہ قیدی بچوں میں 38 کو سزائے موت کا سامنا تھا' باقی تعداد 14 سے 50 سال تک قید کی سزا بھگت رہی تھی۔ قیدی بچوں کی بھاری اکثریت جس میں 33 بچیاں بھی شامل تھیں' کے مقدمات ابھی زیر سماعت تھے۔

قید خانوں میں اموات:۔

سال کے دوران قید خانوں میں 53 افراد مرے۔ زیادہ تر اموات کا باعث یقیناً وہ حالات اور وہ طرز عمل تھا جس کا قیدیوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مقدمے کے بغیر قیدی:۔

قید خانوں کی آبادی کی بھاری اکثریت ایسے قیدیوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے مقدمے زیر سماعت ہوتے ہیں یا جنہیں مقدمے کا انتظار ہوتا ہے۔ مگر بعض ایسے قیدی بھی ہوتے ہیں جن کا انتظار لامحدود ہوتا ہے۔ کراچی جیل میں سعید الحق 28 برس سے بند تھا'

ایک NGO نے اس کی نشاندہی کی اور سندھ ہائی کورٹ نے اس کی فوری رہائی کا حکم دیا۔ سیالکوٹ میں غلام رسول 17 برس سے کراچی میں سراج اور منیر 15 اور 12 برس سے بند تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے قیدی ایسے ہیں جو 7 برس سے لے کر 10 برس تک کی سزا کسی مقدمے اور فیصلے کے بغیر بھگت چکے ہیں۔

نقل و حرکت کی آزادی:۔

☆...... جن لوگوں کے بیرون ملک سفر پر پابندی لگائی گئی' سال کے شروع میں ان کی تعداد 1700 تھی۔ بعد میں ایک موقع پر یہ تعداد 6000 سے بھی بڑھ گئی۔ سال کے آخر میں بھی یہ تعداد 2000 سے کافی زیادہ تھی۔ بہت سے ارکان پارلیمنٹ اور سیاسی شخصیات' جن کا تعلق زیادہ تر ایم کیو ایم یا پیپلز پارٹی سے تھا' نواز شریف کے دور میں اس پابندی کی زد میں آئے۔ فوج کے اقتدار میں آنے کے بعد اس فہرست میں مبینہ بینک نادہندگان' ٹیکس ادا نہ کرنے والوں اور بدعنوان لوگوں کا اضافہ ہوا۔

☆...... لاہور ہائی کورٹ نے ایک بار پھر فیصلہ دیا کہ ضیاء الحق دور کے "ایگزٹ فرام پاکستان (کنٹرول) آرڈیننس۔ 1981" کے کئی نکات دستور کے خلاف ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ آرڈیننس انتظامیہ کو کسی راہنمائی اور حدود کے بغیر ایسے وسیع اختیارات دیتا ہے جن کا غلط استعمال کیا جا سکتا ہے۔

☆...... نمایاں بلوچ رہنماؤں اور سرحد اور پنجاب کے کچھ راہنماؤں کے سندھ میں داخلے پر ستمبر میں اس وقت پابندی عائد کی گئی جب وفاقی حکومت غوث علی شاہ کے ذریعے صوبے پر براہ راست کنٹرول قائم کرنے کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔

☆...... مئی میں صوبہ سرحد کی حکومت نے قاضی حسین احمد' لطیف آفریدی اور محمد خان ہوتی کے چارسدہ اور بعض قبائلی علاقوں میں داخلے پر پابندی عائد کی تاکہ کچھ قبائلی علاقوں کو باقاعدہ اضلاع میں ضم کرنے کے خلاف ایجی ٹیشن پر قابو پایا جا سکے۔

☆...... تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے سربراہ صوفی محمد کے مالاکنڈ میں داخلے پر 2 ماہ

کے لئے پابندی عائد کی گئی کیونکہ انہوں نے نفاذ شریعت کی رفتار پر ایک تقریر میں تنقید کی تھی اور انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے مولانا اعظم طارق کو بلوچستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

☆...... جماعت اسلامی نے شکایت کی کہ جولائی میں حکومت نے عوام کے بڑے بڑے گروہوں کو لاہور میں داخل ہونے سے روک کر ان کے ملین مارچ کو نقصان پہنچایا۔ اسی طرح اپوزیشن کے اتحاد نے بھی حکومت پر الزام لگایا کہ ستمبر میں ملتان میں ان کی ریلی کو سبوتاژ کرنے کے لئے حکومت نے مختلف شہروں سے آنے والے کاروانوں کا رخ موڑ کر انہیں ملتان میں داخلے سے روک دیا۔

فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی:۔

☆...... عدالت نے قدامت پرستی کا دباؤ محسوس کیا۔ سندھ ہائی کورٹ کے جج شائق عثمانی نے مخالفانہ شور کے بعد بنچ سے الگ ہونے کی پیش کش کی۔ انہوں نے ایک فیصلے میں بیٹے اور بیٹی کے حق وراثت میں مذہبی طور پر پائے جانے والے فرق پر روشنی ڈالتے ہوئے تجویز کیا تھا کہ ترکی کی طرح ہمیں بھی اس شق کا از سر نو جائزہ لے کر دیکھنا چاہئے کہ آیا اسلام میں عورت کو برابری کا مرتبہ عطا کرنے کے بارے میں جو عمومی رجحان پایا جاتا ہے۔ یہ شق اس سے مطابقت رکھتی ہے۔

☆...... سندھ ہائی کورٹ کے جج رانا بھگوان داس کے حوالے سے ایک درخواست میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست کی اعلیٰ عدلیہ میں جج کا منصب پا سکتا ہے؟ چیف جسٹس نے اس درخواست کی سماعت کے لئے فل بنچ تشکیل دیا۔

☆...... بعض اوقات ججوں نے خود بھی قدامت پرستی کو ہوا دی۔ ایک جج نے تبصرہ کیا کہ "توہین رسالت" کے معاملے میں ضروری نہیں کہ عدالت کے فیصلے کا انتظار کیا جائے۔ لوگ خود بھی ملزم کو مطلوبہ انجام تک پہنچا سکتے ہیں۔ جج نے بعد میں اس تبصرے کی تردید کر دی۔

☆ سمیعہ عمران کے معاملے میں بھی قدامت پرستی کو ملکی قانون پر بالادستی حاصل رہی۔ اس کے والدین بظاہر اس کے قتل میں شریک تھے کیونکہ اس نے اپنی شادی کو ختم کرنے کے لئے خلع کا مطالبہ کرنے کی جرأت کی تھی۔ اس کے والدین نے قبائلیوں اور انتہا پسندوں کے گٹھ جوڑ کو "غیرت کے قتل" کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف اس طرح متحرک کیا کہ قانون کو بھی پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ حتیٰ کہ سینٹ میں اس معاملے پر بحث کے وقت بھاری اکثریت ان کی تھی جو "غیرت کے قتل" کے حامی تھے۔

☆...... سینیٹروں کو سرعام وارننگ دی گئی کہ اگر انہوں نے 15 ویں آئینی ترمیم کے حق میں ووٹ نہ دیا تو ان کی زندگیوں کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ حکومت نے اس طرز عمل میں کوئی خرابی محسوس نہیں کی۔ قائد ایوان نے ایوان بالا میں کھڑے ہو کر کہا کہ ملک میں اظہار رائے کی آزادی ہے۔

☆...... 49 احمدیوں کو توہین مذہب کے قانون کی مختلف شقوں کے تحت ملزم قرار دیا گیا مثلاً پیغمبر اسلام کے بارے میں توہین آمیز زبان استعمال کرنے سے لے کر احمدیت کی تبلیغ اور اذان دینے جیسے الزامات تک۔ انسداد دہشت گردی کی عدالت نے ایک احمدی کو 13 سال قید بامشقت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا اور احمدیت کی تبلیغ کرتا تھا۔ خان پور میں لوگوں نے 3 افراد کو جن میں برادری کا سربراہ اور ایک عورت بھی شامل تھی ان کے عقیدے کے باعث قتل کر دیا۔

☆...... ربوہ کا نام یک طرفہ طور پر تبدیل کروانے کے بعد احمدیت کے مخالفین اب دباؤ بڑھا رہے ہیں کہ ربوہ کی 420 ہیکٹر زمین کی لیز کو بھی ختم کیا جائے جو احمدیوں کے نام ہے۔

☆...... توہین رسالت کے جرم میں ایوب مسیح کی سزائے موت کے خلاف اپیل کی سماعت ابھی تک التوا میں پڑی تھی۔ ایک اور مسیحی شفیق مسیح کو دفعہ 298-A کے تحت 7 سال قید اور 25,000 روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ چار دیگر مسیحیوں کے خلاف توہین

مذہب کے مقدمات التوا میں تھے۔

☆...... مبینہ طور پر ایک نئے مذہب کی تبلیغ کے الزام میں ایک مسلمان کو قتل کر دیا گیا اور ایک کو حراست میں لے لیا گیا۔

☆...... قومی اسمبلی کے ہندو ممبر کشن بھیل نے ایوان میں شکایت کی کہ ہندوؤں کو ایک طرف ڈاکو لوٹ رہے ہیں اور دوسری طرف پولیس۔ صوبائی اسمبلی کے ممبر مہرومل نے بتایا کہ بہت سے ہندوؤں کو تاوان کے لئے اغوا کیا گیا جس سے پوری ہندو برادری خوف کا شکار ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی بعض عبادت گاہوں مثلاً میر پور میں دربار گرونانک صاحب اور لاہور میں کرشنا مندر پر قبضہ کیا گیا۔ کارگل کی لڑائی کے دوران سندھ میں ہندوؤں پر شک و شبہ اور ان کو ہراساں کرنے کے واقعات میں اضافہ ہوا۔

☆......55 سے زیادہ افراد کے اسلام قبول کرنے کی خبریں شائع ہوئیں۔ جیکب آباد میں کپڑے کے تاجر کی بیٹی کویتا کو اغوا کے بعد مسلمان کیا گیا اور ایک مسلمان کے ساتھ اس کی شادی کر دی گئی۔ اس موقع پر "محبت کی فتح" کا جشن منایا گیا۔ اس سے پہلے جب ایک مسلمان لڑکی شبانہ مہر نے چانڈکا میڈیکل کالج کے ہندو پون کمار سے محبت کی تو دونوں کو "کاروکاری" قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔

☆......سال کے دوران فرقہ وارانہ تصادم میں 100 سے زیادہ افراد مارے گئے جن میں زیادہ تر شیعہ تھے۔

☆......سرکاری طور پر اعتراف کیا گیا کہ افغانستان میں فرقہ واریت کے علمبردار دہشت گردوں کو تربیت دی جارہی تھی۔ اسی طرح یہ ملک ریاض بسرا جیسے سزا یافتہ مجرموں کے لئے پناہ گاہ بھی بنا ہوا تھا۔

☆......خود سنی برادری میں سپاہ صحابہ اور سنی تحریک کے درمیان کئی بار تصادم ہوا۔

☆......چترال میں اسماعیلیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ انہیں اپنا آغا خان رورل سپورٹ پروگرام مختصر وقت کے لئے بند کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑا کیونکہ جمعیت علمائے اسلام (ف)

اور افغانستان کے طالبان کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔

اظہار رائے کی آزادی:۔

☆ جنگ گروپ کا بازو مروڑنے کی سرکاری کوششوں کا انکشاف اس وقت ہوا جب رازداری سے ریکارڈ کی گئی کیسٹ منظر عام پر آئی جس میں گروپ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اپنے 16 ملازمین کو برطرف کردے' شریف فیملی کے کاروباری معاملات کے بارے میں کچھ شائع مت کرے' حکومت کی بڑی بڑی پالیسیوں کی مکمل حمایت کرے' اور آئندہ تمام ہدایات کی پابندی کرے۔

☆...... گروپ کے ایڈیٹروں میں سے ایک ایڈیٹر ملیحہ لودھی پر آخر وقت تک یہ پابندی عائد رہی کہ وہ اپنے نام سے کوئی چیز شائع نہیں کرسکتی تھیں۔

☆...... رحمت شاہ آفریدی کو منشیات کی سمگلنگ کے الزام میں گرفتار کیا گیا' نجم سیٹھی بھارت میں ایک تقریر کرنے کے جرم میں پکڑے گئے' حسین حقانی کو بے نظیر عہد میں سرکاری رقوم کے غلط استعمال اور غبن کے الزام میں قید کیا گیا، موخر الذکر دونوں کو عدالتوں نے مختلف عرصوں کے بعد رہا کیا۔ دو دیگر صحافیوں کو شریف فیملی کے کاروبار کے بارے میں بی بی سی کی دستاویزی فلم کی تیاری میں تعاون کرنے کے شبہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

☆...... 35 نامور صحافیوں کی مبینہ ہٹ لسٹ پریس کے ہاتھ لگی۔ ان کو مختلف ذریعوں سے خاموش کرنے میں ناکامی کے بعد' سرکاری اہلکاروں نے مبینہ طور پر انہیں خوف زدہ کرنے کے لئے زیادہ شدید طریقے اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ حکومت نے اس طرح کی فہرست کی تیاری کی تردید کی۔ رپورٹوں کے مطابق ایف آئی اے' آئی بی اور سپیشل پولیس میں صحافیوں سے نمٹنے کے لئے الگ الگ سیل بنائے گئے تھے۔

☆...... چھوٹے شہروں اور قصبوں سے تعلق رکھنے والے اور چھوٹے اخبارات کے ایڈیٹروں' رپورٹروں' نامہ نگاروں اور فوٹو گرافروں کو ناپسندیدہ خبروں اور تبصروں کی

اشاعت پر' انتظامیہ کے مقامی حکام اور اہلکاروں کی طرف سے دھمکانے اور خوف زدہ کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

☆...... کم از کم ایک اخبار پر عوامی سطح پر نام لے کر الزام لگایا گیا کہ وہ بلیک میلنگ کی بنیاد پر ترقی کر رہا ہے۔

☆...... فلم اور ٹیلی ویژن کے تین فنکاروں کے خلاف پریس میں گھناؤنی مہم چلائی گئی۔ عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا' قومی اسمبلی کی کمیٹی نے ان کے نام سمن جاری کئے کیونکہ انہوں نے امریکہ میں بھارتی ٹیلی ویژن کے ایک کمرشل پروگرام میں حصہ لیا تھا اور بھارت کے بارے میں نیک جذبات کا اظہار کیا تھا۔

☆...... پریس کی تنقید اور ایک عدالتی اقدام کے باعث قائداعظم پر فلم جاری نہ کی جا سکی' اسی طرح ایک کمرشل فلم "انتہا" سنسر بورڈ اور عدلیہ سے منظوری حاصل کرنے کے باوجود اسی انجام سے دوچار ہوئی۔

☆...... بہت سی مطبوعات پر فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دینے والے مواد کے باعث پابندی عائد کر دی گئی۔

☆...... اکانومسٹ لندن کے مئی کے شمارے کی 4000 کاپیاں ضبط کر لی گئیں۔ اس میں وزیراعظم نواز شریف پر ایک طویل فیچر شائع کیا گیا تھا۔

☆...... رجسٹریشن آف پرنٹنگ پریسز اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس (RPPO) کی میعاد پوری ہو جانے کے بعد حکومت نے دعویٰ کیا کہ ایوب دور کا منسوخ شدہ' پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء خود بخود بحال ہو گیا ہے۔ پنجاب حکومت نے اس قانون کے تحت پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے سہ ماہی نیوز لیٹر کا اجازت نامہ منسوخ کرنے کے لئے کارروائی کی۔

اجتماع کی آزادی:۔

☆...... دفعہ-144 کا امتناعی استعمال اور MPO-16 کا تادیبی استعمال ہر اس عوامی

اجتماع کے خلاف وسیع پیمانے پر جاری رہا جس سے حکومت کو بے چینی کا احساس ہوتا تھا۔

☆......انسداد دہشت گردی ایکٹ میں نئی ترامیم نے ان دفعات کی شدت میں اضافہ کر دیا۔ ان ترامیم کے ذریعے ہر ''غیر قانونی'' ہڑتال (کارخانوں میں) سست رفتاری وغیرہ اور عوام میں ''اضطراب اور بے چینی پیدا کرنے'' کو بھی دہشت گردی کا اقدام قرار دے دیا گیا۔ کراچی اور حیدر آباد میں اگست اور ستمبر کے دوران عوامی احتجاج کی تمام کوششوں کو اس قانون کے تحت انتہائی ظالمانہ طریقے سے ناکام کر دیا گیا۔

☆......اس سے پہلے فروری کے مہینے میں اسلام آباد میں پریس کی آزادی کے حق میں اپوزیشن کی ریلی کو قوت کے بے رحمانہ استعمال کے ذریعے منتشر کر دیا گیا۔

تنظیم سازی کی آزادی:۔

☆......نواز شریف حکومت نے 10,000 میں سے 2,000 غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کو اس بنیاد پر ختم کر دیا کہ وہ جعلی تھیں یا غیر فعال تھیں۔

☆......زیادہ فعال، زیادہ آزاد اور متحرک تنظیمیں بھی ان کے نشانے پر تھیں۔ ان میں کچھ تنظیموں کو (بشمول پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور عصر (ASR) کے وومن سٹڈیز انسٹی ٹیوٹ) بدنیتی سے عوامی سطح پر بدنام اور رسوا کرنے کے بعد ایک قانون کا مسودہ تیار کیا گیا تھا کہ جس کے تحت سیاسی تعلیم کو NGOs کے مقاصد میں شامل کرنا ممنوع قرار دیا جاتا اور ان کی رجسٹریشن اور تسلسل کو سرکاری رجسٹرار کی صوابدید کے تابع کر دیا جاتا۔

☆......قدامت پسند حلقوں نے بعض خاص NGOs کو اپنا نشانہ بنایا۔ انہیں سرکار کی حمایت حاصل تھی یا حکومت نے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں چشم پوشی کا رویہ اختیار کیا۔ سنگی کو اسلامی اقدار کا مخالف قرار دے کر اس کی مذمت کی گئی اور بٹ گرام میں ''کسان کانفرنس'' منعقد کرنے سے روک دیا گیا۔ دیر میں خواتین کی تنظیم ''خیواندہ کور'' پر مغربی اقدار کو فروغ دینے کا الزام لگایا گیا اور ان کے مرکز کو بند کرنے کی دھمکی دی گئی۔ چترال میں ''آغا خان ترقیاتی نیٹ ورک'' کو سماجی فلاح و بہبود کے کام معطل کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

لاہور میں ایک بار پھر حکومت اور انتہا پسندوں نے "دستک" کو اپنی الزام تراشی کا ہدف بنایا۔ "ایدھی ٹرسٹ" نے حکومت اور مذہبی قیادت کی طرف سے معاندانہ رویے اور ستار ایدھی کی جان لینے کی سازش کے الزام عائد کیا۔ جناب ایدھی نے سرکاری اعزاز نشان امتیاز واپس کر دیا۔

☆......ہڑتالوں اور سست کاری (Go slow) کو دہشت گردی قرار دے کر حکومت نے ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں کو مزید محدود کر دیا۔ واپڈا میں ٹریڈ یونین پر پابندی (Ban) اور بینکوں اور مالیاتی اداروں میں ان کی سرگرمیوں پر عائد پابندیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بے روزگاری اور معاشی انحطاط میں اضافے نے ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں کا عملاً خاتمہ کر دیا۔

☆......طلبہ تنظیموں (Students Unions) پر پابندی جاری رہی۔ حتیٰ کہ پشاور یونیورسٹی میں اساتذہ کی ایسوسی ایشن پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

سیاسی عمل میں شمولیت:۔

☆......12 اکتوبر کو فوجی انقلاب کے نتیجے میں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے باعث جمہوری اداروں کے تعطل کا عمل شروع ہوا۔ پارلیمنٹ میں قانون سازی کے بارے میں شاذونادر ہی کبھی بحث ہوئی۔ اہم قوانین عموماً صدارتی آرڈیننس کے ذریعے ہی نافذ کئے گئے۔ حتیٰ کہ کابینہ کے اجلاس بھی طویل وقفوں سے ہوئے اور ان میں معاملات پر غور وفکر کی تفصیلات بھی کم ہی رپورٹ کی جاتی رہیں۔

☆......چونکہ حکومت کے پاس سینٹ میں واضح اکثریت نہیں تھی اس لئے ایک موقع پر متعدد آرڈیننسوں کی منظوری حاصل کرنے کے لئے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کرنے کی غیر دستوری تجویز پر بھی غور کیا گیا۔

☆......اس امر کی اطلاعات بھی شائع ہوئیں کہ ایک مرحلے پر حکومت نے ایوان بالا کو ختم کرنے کی تجویز پر بھی غور کیا...... جہاں وفاق کی تمام اکائیوں کی مساویانہ نمائندگی کے

اصول کے باعث...... پنجاب کو باقی صوبوں کے مقابلے میں کبھی اکثریت حاصل نہیں ہو سکتی۔

☆...... حکومت کے ہمدرد ایک مذہبی فرقے کے رہنما نے سرعام اپوزیشن کے سینیٹروں کو دھمکی دی۔ انہوں نے کہا کہ جو سینیٹر 15 ویں آئینی ترمیم کے حق میں ووٹ نہیں دے گا وہ اپنی زندگی کے تحفظ کا ذمہ دار خود ہو گا۔

☆...... اپوزیشن کی اکثریت والے صوبہ سندھ پر براہ راست وفاقی اقتدار کو مزید مضبوط بنانے کے لئے وفاقی حکومت نے اپنی جماعت کے ایک ممبر کو سندھ بھیجا تاکہ وہ صوبے میں موثر وزیراعلیٰ ثابت ہو سکے۔ اس نے صوبائی بجٹ صوبائی اسمبلی میں پیش کرنے کی بجائے نیوز کانفرنس میں پیش کیا...... کیونکہ وہ صوبائی اسمبلی کا ممبر نہیں تھا۔

☆...... اپوزیشن لیڈر کے خلاف حکومت کی دو سالہ محنت پھل لائی۔ لاہور ہائی کورٹ کے احتساب بنچ نے بینظیر بھٹو اور ان کے شوہر کو پانچ پانچ سال قید' جائیداد کی ضبطی اور عوامی عہدے کے لئے نااہل قرار دینے کی سزائیں سنائیں۔

☆...... نواز حکومت کے پورے عرصہ اقتدار میں پی پی پی اور ایم کیو ایم کے سندھ سے تعلق رکھنے والے ارکان پر افتاد پڑتی رہی۔ ایم کیو ایم کے تمام ارکان اور پیپلز پارٹی کے کئی لیڈروں کے بیرون ملک سفر پر پابندی عائد رہی۔

☆...... انسداد دہشت گردی ایکٹ میں ترمیم کے ذریعے عوامی ریلیوں' ہڑتالوں اور سست کاری وغیرہ کو دہشت گردی پر مبنی اقدام قرار دے دیا گیا۔ یہ اقدام اپوزیشن پارٹیوں کی بالخصوص سندھ میں جاری عوامی سرگرمیوں کو دبانے کے بعد کیا گیا۔

☆...... زیادہ آزاد NGOs کے خلاف توہین و تذلیل پر مبنی مہم چلائی گئی اور ان کی رجسٹریشن کے قانون پر نظرثانی کا آغاز کیا گیا تاکہ انہیں مضبوطی سے سرکاری شکنجے میں لا کر کنٹرول کیا جا سکے۔

☆...... وزیراعظم کی طرف سے چیف آف آرمی سٹاف کی برطرفی اور ان کی جگہ

اپنے من پسند شخص کے تقرر کے باعث فوج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی۔ چیف آف آرمی سٹاف نے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے اقتدار سنبھال لیا اور آئین کو معطل کر کے ایک عبوری آئینی حکم جاری کیا۔ برطرف کردہ وزیراعظم اور ان کے متعدد ساتھیوں کو حراست میں لے لیا گیا اور ان کے خلاف انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں مقدمے کی سماعت کا آغاز کیا گیا۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے کولمبو سے آنے والے طیارے کو جس میں چیف آف آرمی سٹاف اور 200 مسافر سوار تھے' لینڈ کرنے سے روکنے کی سازش کی۔

عورتیں:۔

☆......عائلی قوانین کے آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا۔ نئے سال کے آغاز میں فیصلہ سنایا گیا۔ اب وہ بچے جن کے والدین پہلے وفات پا گئے ہیں اپنے دادا دادی' نانا نانی کی وراثت سے جائیداد کا ایک تہائی حصہ پا سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے گی۔ طلاق یافتہ عورت کی عدت کا شمار اس روز سے کیا جائے گا جس روز طلاق دی گئی نہ کہ اس روز سے جب مصالحتی عدالت کی طرف سے طلاق موثر قرار دی گئی۔

☆......شریعت کورٹ نے قرار دیا کہ قصاص' دیت حدود اور قتل کے مقدمات میں عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہو گی۔

☆......ایک سروے میں کام کرنے والی بیشتر خواتین نے عورتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کی شکایت کی۔ اکثر عورتوں کا خیال ہے کہ موجودہ قوانین انہیں مناسب تحفظ فراہم نہیں کرتے۔

☆...... عورتوں کی نصب تعداد (مردوں کی ایک تہائی کے مقابلے میں) خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

☆......باقاعدہ روزگار کے سیکٹر میں عورتوں کی شرکت محض 2 فیصد تھی۔

☆...... عورتوں میں ناخواندگی کی مجموعی شرح دیہی علاقوں میں 93 فیصد اور شہری علاقوں میں 72 فیصد رہی۔

افغانستان کے بعد پاکستان میں سکول جانے والے بچوں اور بچیوں کی تعداد میں سب سے زیادہ فرق تھا۔

☆......5 سال کی عمر تک مرنے والی بچیوں کی تعداد لڑکوں کے مقابلے میں دگنی تھی۔ نامناسب دیکھ بھال یا غیر محفوظ زچگی کے باعث ہر دس منٹ کے بعد ایک حاملہ عورت کی موت واقع ہوتی رہی۔

☆......تمام خاندانی رواج...... مثلاً کاروکاری' عزت کے لئے قتل' وٹہ سٹہ' ولور' پیتھی' سوارا' حق بخشوائی...... عورت پر منفی اثرات ڈالتے رہے۔

☆......عزت کے لئے عورتوں کے قتل کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ سال بھر کے دوران اندازاً ایک ہزار سے زیادہ قتل ہوئے۔ زیادہ قتل بھائیوں نے کئے' ان کے بعد شوہروں نے' پنجاب میں 15 فیصد مقتول لڑکیاں کم عمر تھیں۔

☆......سال کے دوران ہر روز پانچ عورتیں قتل ہوتی رہیں۔ اس کے علاوہ ہر تین روز کے دوران گھریلو تشدد میں 2 سے زیادہ عورتوں کی موت آتش زدگی سے ہوئی۔

☆......ہر دو گھنٹے بعد جنسی تشدد (Rape) کا ایک واقعہ ہوا۔ ہر 12,500 عورتوں میں سے ایک عورت جنسی تشدد کا نشانہ بنی۔

☆......صرف پنجاب میں ہر روز 2 سے زیادہ عورتیں اغوا کی گئیں۔

☆......بنگلہ دیش' سری لنکا اور افغانستان سے فروخت کے لئے لائی جانے والی عورتوں کے علاوہ ملک کے شمالی علاقوں سے ملک کے جنوبی علاقوں میں فروخت کے لئے عورتوں کے لائے جانے کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔

☆......سال کے دوران تقریباً 500 عورتوں نے خودکشی کی...... یہ اب تک کی زیادہ سے زیادہ تعداد ہے ان میں 65 فیصد کی خودکشی کے اسباب میں معاشی حالات کے باعث پیدا ہونے والی ڈیپریشن اور مایوسی شامل تھی۔

☆......پنجاب کی جیلوں میں قید 885 عورتوں میں سے 40 زنا آرڈیننس کے تحت

بند تھیں۔ جیل کے اندر ان کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کی رہائش کے حالات "جانوروں کی رہائش" کے قابل بھی نہیں تھے۔

بچے:۔

☆......ملک کی تقریباً نصف آبادی 15 سال تک کی عمر کے بچوں پر مشتمل ہے۔ ہر تیسرا بچہ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔

☆......ہر 100 بچوں میں سے 9 بچوں کے مرنے کی شرح' دنیا میں بچوں کی اموات کی بھاری ترین شرحوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہر 10 میں سے ایک بچے کو اپنی پہلی سالگرہ دیکھنی نصیب نہیں ہوتی۔ سال کے دوران 5 سال سے کم عمر کے 74,0,000 بچے محض مناسب غذا نہ ملنے کے باعث موت کا شکار ہو گئے۔

☆......بچوں کے ساتھ بدسلوکی کا شمار ان چند بڑے جرائم میں کیا جا سکتا ہے جن کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ صدمے کو راز میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس جرم کا وجود تجارتی بنیادوں پر بھی ہے اور سماجی سطح پر بھی۔ بدسلوکی کا شکار ہونے والے بچوں کی اکثریت 10 سال یا اس سے کم عمر کی ہوتی ہے...... بچے لڑکیوں کی نسبت کم عمری میں بدسلوکی کا نشانہ بنتے ہیں۔

☆......عام طور پر غریب خاندانوں کے بچے جبری مزدوری یا گداگری کے لئے اغوا کئے جاتے ہیں۔

☆......بچوں کی مزدوری کا مسئلہ جس کے ساتھ 15 ملین بچے وابستہ ہیں مجموعی طور پر جوں کا توں رہا۔ ایسے علاقے بھی موجود ہیں مثال کے طور پر تھرپارکر' جہاں 14 سے 15 سال کی عمر کے 60 سے 70 فیصد بچے کام کرتے ہیں۔ شہروں میں 20 سے 25 فیصد کی شرح عام ہے۔ اس بارے میں بین الاقوامی تشویش ایک چھوٹے سے سیکٹر میں اور ایک ضلع تک محدود رہی۔

☆......جیلوں میں بھی 4000 قیدی بچے موجود تھے۔ زیادہ کا تعلق غریب

خاندانوں سے تھا۔ اکثریت کو قانونی امداد حاصل نہیں تھی اور کوئی ان سے ملاقات کے لئے بھی نہیں آتا تھا۔ ان میں سے بعض کی عمریں 10 برس سے بھی کم تھیں۔

☆...... 50 بچے سزائے موت کے انتظار میں تھے۔

☆...... 29 ملین بچے جن کا تعلق سکول جانے والی عمر کے گروپوں سے تھا سکول نہیں جا رہے تھے۔

☆...... سکول سے بچوں کی بڑی تعداد کے بھاگ جانے کی وجہ ضرورت سے زیادہ جسمانی سزائیں تھیں۔

☆...... ورلڈ سمٹ 1990ء میں 2000ء تک کے لئے جو اہداف مقرر کئے گئے تھے ملک ان میں سے کسی ہدف کی تکمیل کے قابل نہیں تھا۔

☆...... بچوں کے حقوق کے کنونشن کی کمیٹی کو پاکستان نے جو دوسری رپورٹ پیش کرنا تھی، دسمبر 1999ء تک اس میں 2 سال کی تاخیر ہو چکی تھی۔

مزدور:۔

☆...... 39 ملین مزدوروں (ورک فورس) کی اکثریت ناخواندہ تھی۔ گریجویٹ اور اس سے زیادہ تعلیم یافتہ صرف 4 فیصد، انڈر گریجویٹ 13 فیصد اور نان میٹرک 25 فیصد تھے۔

☆...... 3.35 ملین لوگ بے روزگار تھے۔ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق 8.6 ملین، جس کے باعث صرف تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی تعداد 2.3 ملین ہو گئی تھی۔ سال کے دوران تقریباً ایک لاکھ لوگ ڈاؤن سائزنگ کا شکار ہوئے۔

☆...... لیبر فورس کے صرف ایک چوتھائی پر لیبر قوانین کا اطلاق کیا گیا۔ باقی کا تعلق زراعت اور دیگر غیر رسمی شعبوں سے تھا، جہاں کوئی لیبر قانون وجود نہیں رکھتا۔

☆...... ٹریڈ یونین سے تعلق رکھنے والے مزدور 5 فیصد سے بھی کم تھے۔

☆...... 44 فیصد مزدوروں کا روزگار زراعت سے وابستہ تھا۔ صنعتوں اور کان کنی کے شعبوں میں 11 فیصد مزدور کام کر رہے تھے۔

☆...... ملک میں آمدنی کی اوسط شرح 1600 روپے ماہانہ فی فرد تھی یا ڈیڑھ ڈالر روزانہ۔ ملک کی غریب ترین آبادی اور 20 فیصد امیر ترین آبادی کے درمیان فی کس آمدنی کا فرق 1:5 سے بھی زیادہ تھا۔ غریب ترین اور 10 فیصد امیر ترین آبادی کے درمیان فرق 1:8 سے قریب تر تھا۔

☆......سال کے دوران 1000 سے زائد افراد نے معاشی عوامل کے باعث خودکشی کی۔ ماضی میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

☆...... سندھ میں گروی مزدوری میں اضافہ جاری رہا۔ سال کے دوران 1,639 زرعی مزدوروں کو زمینداروں کی نجی جیلوں سے آزاد کرایا گیا۔

☆......اینٹوں کے بھٹوں میں بھی گروی مزدوری عروج پر رہی' خاص طور پر پنجاب میں۔ ملک کے 2455 بھٹوں میں 1,21,025 مزدور کام کر رہے تھے' جن میں 48,400 عورتیں بھی شامل تھیں۔

تعلیم :۔

☆......پاکستان کا شمار دنیا کی 15 کم تعلیم یافتہ قوموں میں ہوتا ہے۔ جنوبی ایشیا میں پاکستان تعلیم پر سب سے کم خرچ کرنے والا اور دنیا بھر میں کم خرچ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

☆......ملک کی آبادی کا نصف سے زیادہ اور بالغ آبادی کا دو تہائی ان پڑھ ہے۔

☆......5 سے 9 سال کی عمر کے 20 ملین بچوں میں سے 14 ملین سے کم بچے پرائمری سکولوں میں داخل ہوئے۔ 10 سے 14 سال کی عمر کے 16.5 ملین بچوں میں سے 4 ملین بچے مڈل تک پہنچے' اور 15 سے 19 سال کی عمر کے 13 ملین لڑکوں میں سے 2.66 ملین ہائر سیکنڈری اور گریجویشن لیول تک پہنچے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پرائمری میں تعلیم چھوڑنے والوں کی شرح 45 فیصد اور سیکنڈری سکول کی سطح پر 20 فیصد تھی۔

☆...... گیارہ میں سے ایک بچے نے میٹرک پاس کیا اور 5000 میں سے ایک نے

گریجویشن کی۔

☆..... سکول کی سطح پر لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد میں فرق پاکستان میں بہت زیادہ تھا۔

☆..... امتحانات کے نظام میں ناجائز ذرائع کا استعمال ایک بلا روک ٹوک جاری رہنے والی بیماری کی طرح جاری رہا۔

☆..... سائنس اور پیشہ ورانہ کورسوں کے لئے داخلہ کم گنجائش کے باعث پابندیوں اور بااثر سفارشوں کی زد میں رہا۔

☆..... ملک کی 26 سرکاری یونیورسٹیوں کے مالی معاملات خرابی کی طرف ہی بڑھتے رہے۔ سرکاری کنٹرول کے باعث ان کی خود مختاری مجروح ہوئی۔ اساتذہ پر پریس میں لکھنے پر پابندیاں عائد کی گئیں۔

☆..... پاکستان میں سائنسی تعلیم کے اعلیٰ ترین اداروں مثلاً GIKI. SZABIST اور NUST وغیرہ کا شمار تعلیمی شہرت' تحقیق اور ریسرچ اور نتائج کے اعتبار سے ایشیا کے اعلیٰ ترین اداروں کی فہرست میں نچلے دس اداروں میں ہی ہوتا رہا۔ پاکستان کے 40 فیصد اعلیٰ سائنس دانوں کی کارکردگی بین الاقوامی سائنس جرنلز میں اپنی تحقیقات پیش کرنے کے اعتبار سے صفر رہی۔

☆..... یونیورسٹیوں کا ماحول طلبہ گروپوں کی باہمی لڑائیوں کے باعث پریشان کن رہا۔ طلبہ یونینوں پر پابندی جاری رہنے سے طلبہ کے گروپوں میں سیاسی جماعتوں کے طلبہ ونگ کی حیثیت سے کام کرنے کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

صحت:۔

☆..... بیماریوں کی روک تھام اور عوامی صحت کی تعلیم پر بہت کم توجہ دی گئی۔

☆..... ملک کی نصف آبادی جس میں زیادہ حصہ دیہی آبادی کا تھا' صحت کے حفاظتی اقدامات سے مکمل طور پر محروم رہی۔

☆..... جہاں سرکاری ہسپتال اور ڈسپنسریاں موجود تھیں' وہاں صرف 20 فیصد

مریض جاتے رہے۔ غریب لوگ عطائیوں سے علاج کروانے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ نسبتاً سستا علاج کرتے ہیں اور آسانی سے ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔ بہتر معاشی حیثیت کے حامل لوگ پرائیویٹ کلینکوں میں جاتے ہیں' جو زیادہ قابل اعتماد سمجھے جاتے ہیں۔

☆......1600 کی آبادی کے لئے ایک ڈاکٹر میسر تھا۔ عالمی تنظیم صحت WHO نے 800 افراد کے لئے ایک ڈاکٹر کی سفارش کی ہے اور 550 افراد کے لئے ہسپتال میں ایک بستر تھا۔ WHO کی سفارش 50 افراد کے لئے ایک بستر ہے۔

سرکاری ہسپتالوں کو خود مختار بنانے کا عمل جاری رہا۔ پنجاب میں 15 تدریسی ہسپتالوں اور 10 ڈسٹرکٹ ہسپتالوں کو خود مختار بنا دیا گیا۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ مریضوں کے اخراجات میں اضافہ ہو گیا طبی حلقوں نے اس عمل پر تنقید کی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کام کے لئے مناسب تیاری نہیں کی گئی۔

سرکاری ہسپتال اور ڈسپنسریاں روایتی مسائل کا شکار رہے۔ مثلاً سٹاف کی غیر حاضری' ضروری طبی سامان کی عدم فراہمی' بدعنوانی' مریضوں کا ہجوم اور گندگی وغیرہ۔

سال کے دوران ایک ہزار نئے ڈاکٹر تیار ہوئے۔ اکثریت پہلے سے بے روزگار چودہ پندرہ ہزار ڈاکٹروں میں اضافے کا باعث بنی۔

میڈیکل کی تعلیم کے نصاب میں دیگر خامیوں کے ساتھ WHO نے نشاندہی کی کہ اس میں کمیونٹی میڈیسن پر اس کی اہمیت کے مطابق توجہ نہیں دی گئی۔

تسلسل کے ساتھ آبادی کو متاثر کرنے والی بیماریاں درج ذیل تھیں۔

ٹی بی کے 20 لاکھ (2 ملین) کے مریضوں میں تین لاکھ 60 ہزار کا اضافہ ہوا۔ دل اور خون کی وریدوں کی بیماریاں 40 سال سے زائد عمر کے افراد میں سب سے زیادہ اموات کا باعث بنتی ہیں۔ 12 فیصد آبادی ان سے متاثر ہوئی۔ ذیابیطس (شوگر) کے مریضوں کی تعداد 14 ملین (ایک کروڑ 40 لاکھ) تک پہنچ گئی۔

تقریباً 10 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس بی کا شکار تھے۔ اور خوفناک تر ہیپاٹائٹس سی کے

مریضوں میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

سال کے دوران کینسر کے 2 لاکھ مریض رجسٹر کیے گئے۔ ملک بھر میں کینسر کے علاج کے 10 مراکز میں 30 سے 35 ہزار مریض زیر علاج تھے کینسر سے متاثرہ بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا لاہور کے شوکت خانم میموریل ہسپتال میں آنے والا ہر پانچواں مریض بچہ تھا۔

ایڈز کے امکانی مریضوں (HIV-POSITIVE) کی تعداد 1400 سے زیادہ تھی۔ پوری طرح ایڈز کی گرفت میں آئے ہوئے مریضوں کی تعداد 182 تھی۔

نشہ کرنے والوں کی تعداد 4 ملین (40 لاکھ) تک پہنچ گئی۔ نصف ہیروئن کے عادی تھے نشہ کرنے والوں کی 25 فیصد سے زائد تعداد عورتوں پر مشتمل تھی۔

اکثر دواؤں کی قیمتوں میں غیر رسمی طریقے سے 7 فیصد سے 15 فیصد تک اضافہ ہوا۔

مکانیات (HOUSING)

ملک میں پہلے سے 6.45 ملین مکانوں کی کمی تھی

سال کے دوران اس میں 1.50.000 (ڈیڑھ لاکھ) کا اضافہ ہوا۔ کل 20 رہائشی یونٹوں میں رہنے والی آبادی اس تعداد سے سات گنا تھی۔ ہر گھر میں اوسطاً 6.6 افراد رہائش پذیر تھے۔

43 ملین شہری آبادی میں اضافے کی رفتار 5 فیصد تھی جبکہ مجموعی طور پر آبادی میں اضافے کی شرح 2.7 فیصد تھی۔

شہروں کی طرف منتقل ہونے والی آبادی کی نصف تعداد ملک بھر میں پھیلی ہوئی 2000 کچی آبادیوں میں رہتی تھی کراچی میں 700 اور لاہور میں 236 کچی آبادیاں تھیں۔

لاہور کا شمار دنیا کے ان پندرہ شہروں میں ہوتا تھا جن میں فٹ پاتھوں پر رات گزارنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔

نصف سے قدرے زائد آبادی کو صاف پانی میسر تھا اور سیوریج اور حفظان صحت کی سہولتیں ایک تہائی سے کم کو میسر تھیں دیہی علاقوں میں یہ تعداد علی الترتیب 48 فیصد اور

23 فیصد تھی۔

حکومت نے 'میرا گھر' سکیم کا آغاز کیا جس کے تحت 3 سال کی مدت میں 5 لاکھ کم قیمت والے گھر تعمیر کیے جانے تھے۔ مستقبل میں ان کے مالک بننے والوں کو نصف قیمت اپنے ذرائع سے اور نصف بنک کے قرضوں سے ادا کرنا تھی۔ حکومت کی تبدیلی کے بعد یہ سکیم غیر یقینی صورت حال کا شکار ہوگئی۔

اگرچہ سال کے دوران میں جائیداد کی قیمتوں میں 10 سے 20 فیصد تک کمی ہوئی لیکن تعمیراتی سامان کی قیمتوں میں افراط زر کی شرح سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا تھا۔ سیمنٹ کی 50 کلوگرام کی بوری کی قیمت میں 80 سے 100 روپے تک اضافہ ہوتا۔

ماحولیات

تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء کے تحت قائم شدہ قومی پالیسی ساز ادارے تحفظ ماحولیات کونسل کا دو سال کے دوران کوئی اجلاس منعقد نہیں کیا گیا قانون کے مطابق اس ادارے کے سال میں کم از کم دو اجلاس ہونے لازمی ہیں

چونکہ تحفظ ماحولیات کونسل (EPC) کا کوئی اجلاس نہیں ہوا اس لئے قومی ماحولیاتی معیار (NEQS) کی منظوری حاصل نہیں کی جا سکی اور صنعتی حالات اور طریق کار کے ٹیسٹ اور سرٹیفکیٹ جاری کرنے کے لئے لیبارٹریوں کا تعین بھی نہیں کیا جا سکا۔

اس ادارے میں 46 افراد نامزد کئے گئے جن میں زیادہ تر صنعت کار اور سرکاری افسر تھے صرف چند ماہرین ماحولیات اور زراعت اور دیہی علاقوں کے مسائل سے متعلق صرف ایک شخص کو کونسل میں شامل کیا گیا تھا۔

ملک میں ہر روز 50,000 ٹن ٹھوس فضلہ (Solid Waste) پیدا ہوتا رہا۔ بلدیاتی ادارے اس میں سے ایک چوتھائی کو ٹھکانے لگانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ باقی ماندہ گندگی دریاؤں نہروں اور آبی ذخیروں کو آلودہ کرنے اور سوریج کی لائنوں کو بند کرنے اور ہوا کو آلودہ کرنے کے کام آتی رہی۔

صنعتوں کی بہت تھوڑی تعداد ایسی تھی جس کے پاس فضلے کو پھینکنے سے پہلے ٹریٹ منٹ کی صلاحیت تھی۔ کراچی میں 2000 صنعتوں کا مائع فضلہ سمندر میں جاتا تھا پنجاب میں 17.000 یونٹوں میں سے 5000 یونٹ ایسے تھے جو دریاؤں آبی گزر گاہوں اور ہوا کو بری طرح آلودہ کر رہے تھے۔ صوبہ سرحد میں ایسے کم از کم 348 خطرناک یونٹوں کی نشاندہی کی گئی ان میں سے اکثر دریائے کابل کے لئے ایک چلتے پھرتے طاعون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شہری علاقوں میں ہوا کی 90 فیصد آلودگی دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے باعث وجود میں آتی رہی اور 40 فیصد آبادی اس سے براہ راست متاثر ہوئی۔ لاہور میں ہوا کے ٹیسٹ اور تجزیے سے معلوم ہوا تھا آلودگی بنکاک جیسے شہر سے جو اپنی سڑکوں پر ہجوم کے باعث بدنام ہے چار گنا زیادہ تھی۔

پانی کی آلودگی کا مسئلہ بڑے پیمانے پر کسی روک تھام کے بغیر جاری رہا بحیرہ عرب میں روزانہ 175 ملین گیلن خام سیوریج کسی ٹریٹ منٹ کے بغیر پھینکا جاتا رہا۔ تیل بردار جہازوں کے تیل رسنے اور لیک ہونے کے واقعات آئے دن ہوتے رہے۔ سندھ اور اس کے پانچ معاون دریا شہری فضلے اور پانی میں شامل ہونے والی زرعی آلودگی کو سمندر تک پہنچاتے رہے سندھ کی مشہور جھیلیں منچھر ہالیجی، حمال، کنجھار مسلسل انحطاط کا شکار تھیں۔ نالہ لئی جیسا آبی راستہ جو کسی زمانے میں مارگلہ کی پہاڑیوں سے نکلنے والی شفاف ندی کی صورت میں دریائے سواں میں جا کر ختم ہوتا تھا اب ایک گندے نالے (سیوریج ڈرین) میں تبدیل ہو چکا ہے۔

سندھ کی ڈیلٹا میں مانگیو جنگلات کا 2.60,000 ہیکٹر پر مشتمل علاقہ شدید خطرات کی زد میں تھا تازہ پانی کی فراہمی کم ہو رہی تھی، جنگل کا رقبہ گھٹ رہا تھا شہری آبادی میں اضافے کے ساتھ آلودگی بھی بڑھ رہی تھی۔

ان تمام اور دیگر اسباب کے نتیجے میں سمندری اور جنگلی حیات بھی خطرے کی زد میں

تھی ۔ زیادہ شکار اور چراگاہوں میں اضافے نے بھی خطرناک صورت اختیار کر لی تھی ۔ پرندوں اور دودھ پلانے والے جانوروں کی کمیاب اور ذیلی نسلیں جن میں پہاڑی بکرے چلتن مارخور اور اڑیال شامل ہیں خطرے کی زد میں تھیں۔

محفوظ علاقوں میں کان کنی اور معدنیات کی تلاش کی ممانعت کے قانون کے باوجود چھ ملٹی نیشنل کمپنیوں کو سات مقامات پر کھدائی کے لائسنس دیے گئے تھے جن میں نیشنل پارک دادو کے قریب وہ علاقہ بھی شامل تھا جو قیمتی اور کمیاب پرندوں اور جانوروں کی نسلوں کا گھر ہے نیشنل پارک کا درجہ رکھنے والے 14 علاقے عموماً اداروں کی غفلت کا شکار تھے۔

ماحولیاتی انحطاط کے باعث ملک کو سالانہ اندازاً 4.3 بلین ڈالر نقصان پہنچ رہا تھا۔ دیگر نقصانات کے علاوہ درج ذیل تشویشناک امور قابل ذکر ہیں۔

1999ء کے دوران سرکاری ہسپتالوں میں جن بیماریوں کا ریکارڈ رکھا گیا ان میں 80 فیصد آلودہ پانی کے باعث پیدا ہو رہی تھیں۔ ناقص پانی اور سینی ٹیشن کے باعث ہونے والے اخراجات کا اندازہ 880 ملین ڈالر لگایا گیا۔ شہری علاقوں میں بچوں کی 40 فیصد اموات اور بچوں کی کل اموات کا 60 فیصد گندے پانی کے باعث پیدا ہونے والی بیماریوں کے نتیجے میں ہوئیں۔

دودھ اور گوشت کے نمونوں کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے جسم میں چارے کے ذریعے سیسہ اور کیڈی مم (Cadimum) کی بھاری مقدار سرایت کر جاتی ہے لاہور کے گردونواح میں اگائی جانے والی سبزیوں اور حتیٰ کہ گجرات میں بنائی جانے والی کراکری میں بھی سیسے کے اثرات پائے گئے۔ سیسہ پھیپھڑے کی بیماریوں کینسر اور بچوں کی ذہانت کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔

کراچی اور ملحقہ علاقوں میں سال کے دوران پھیپھڑوں کی بیماریوں سے 0 ہزار اموات ہوئیں۔ کراچی کا ہر چوتھا شہری دل کے امراض کا شکار تھا ہر ساتواں پھیپھڑے کی بیماری اور ہر آٹھواں آنکھوں کی انفیکشن مائیگرین یا اسہال میں مبتلا تھا۔

جنوری میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہر تیسرا لاہوری گرد اور دھوئیں کی آلودگی کے باعث بیمار تھا۔

مہاجرین:۔

اپنی تاریخ میں مہاجرت کی بعض بڑی بڑی تحریکوں کی میزبانی کرنے کے باوجود پاکستان نے اب تک مہاجرین کے بارے میں بین الاقوامی کونشنوں پر دستخط نہیں کئے۔

مہاجرین کی رجسٹریشن اور ان کے قیام کو باقاعدہ بنانے کے لئے ملک میں موثر بلدیاتی قوانین موجود نہیں تھے اور مہاجروں کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے بھی کوئی نظام نہیں تھا۔

ملک میں ابھی تک 2 ملین کے قریب (20 لاکھ) افغان مہاجرین موجود ہیں۔ 12 لاکھ سرحد میں 3,32,000 بلوچستان میں 1.32,000 پنجاب میں اور 56,000 سے زیادہ اسلام آباد میں۔

پشاور شہر کی نصف آبادی افغان مہاجرین پر مشتمل ہے۔

صوبہ سرحد کے تاجروں کی تنظیموں نے بار بار پوری شدت کے ساتھ افغانوں کی اپنے ملک میں واپسی کا مطالبہ کیا ہے۔

صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ نے اعلان کیا کہ مارچ تک تمام افغانوں کو مہاجر کیمپوں میں جمع کیا جائے گا تاکہ ان کے صوبے بھر میں پھیلاؤ کو ختم کیا جاسکے اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین اور افغان کمشنریٹ نے اس کو ناقابل عمل قرار دیا۔ لہٰذا اس پر عمل نہ کیا جاسکا۔

اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین نے 85,000 افغانوں کی واپسی کا انتظام کیا۔

بھارتی مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے مہاجروں کی تعداد نصف ملین (5 لاکھ) کے لگ بھگ تھی۔ ان میں سے اکثر آزاد کشمیر کے علاقوں میں قائم 15 کیمپوں میں رہائش پذیر ہیں۔

کارگل کی جنگ کے دوران مئی اور جون میں لائن آف کنٹرول پر فائرنگ اور گولہ باری کے نتیجے میں نیلم ویلی بھمبر نکیال اور دیگر مقامات سے 1,04,500 افراد بے گھر

ہوئے اور اٹھ مقام جیسے کئی سرحدی قصبے اور علاقے ویران ہو گئے۔

15 کیمپوں میں رہنے والے مہاجرین کی اکثریت بمشکل زندگی کو برقرار رکھنے والے وسائل پر گزارہ کر رہی ہے۔ ان کو فراہم کی جانے والی تعلیم اور صحت کی سہولتیں بہت ناکافی ہیں۔

ملک میں 4 ملین (40 لاکھ) کے لگ بھگ غیر قانونی تارکین وطن میں آدھے بنگلہ دیشی ہیں۔ تارکین وطن کی سب سے زیادہ تعداد (15 لاکھ) کراچی میں ہے۔

بنگلہ دیشی چونکہ آسانی سے پہچانے جاتے ہیں اس لئے پولیس انہیں ہراساں کرتی ہے۔ ماضی میں بہت سے افراد کو جیل جانا پڑا اور بعض اوقات عورتوں کو جسم فروشی پر مجبور ہونا پڑا حتیٰ کہ ان پاکستانی شہریوں نے بنگلہ دیش کے وجود میں آنے سے پہلے سے یہاں مقیم تھے یا یہیں پیدا ہوئے اور جائز پاکستانی شہری کی حیثیت رکھتے تھے انھوں نے بھی پولیس کی طرف سے ہراساں کیے جانے کی شکایت کی۔

بنگلہ دیش بننے کے بعد ڈھاکہ کے کیمپوں میں زندگی گزارنے والے 2,38,000 افراد جنہوں نے پاکستانی شہریت کو ترک کرنے سے انکار کیا، ان کا مسئلہ اس سال بھی حل نہ کیا جا سکا۔ مارچ میں وزیر اعظم نواز شریف کے ڈھاکہ کے دورے کے موقع پر ان میں سے بعض افراد کو احتجاجاً خودسوزی کرنے سے باز رکھا گیا۔

تمام تارکین وطن کی لازمی رجسٹریشن اور اس کے لئے درخواست دینے والوں کو ورک پرمٹ جاری کرنے کی تجاویز پر عمل درآمد کے لئے قانون سازی نہ کی جا سکی۔

ایمنسٹی انٹر نیشنل کی جانب سے جنرل پرویز مشرف کے نام کھلا خط

ڈیئر جنرل پرویز مشرف

میں آپ کو یہ خط ایمنسٹی انٹر نیشنل کی جانب سے تحریر کر رہا ہوں جو دنیا میں حقوق انسانی کی سب سے بڑی تنظیم ہے اور جس کے دس لاکھ سے زائد اراکین پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تنظیم کسی بھی طرح کے حکومتی، نظریاتی یا مذہبی عقیدے سے مکمل طور پر آزاد ہے۔ یہ تنظیم حقوق انسانی کے پورے دائرے کا احاطہ کرتی ہے جو حقوق انسانی کے بین الاقوامی ضابطوں میں درج ہیں اور ان کے فروغ و تحفظ کے لئے کام کرتی ہے۔ ہم ان حقوق کو عالمگیر، ناقابل تقسیم اور ایک دوسرے کے تابع سمجھتے ہیں۔ ایمنسٹی انٹر نیشنل مختلف سیاسی نظاموں پر کوئی موقف اختیار نہیں کرتی لہٰذا پاکستان میں رونما ہونے والی حالیہ تبدیلیوں کی آئینی حیثیت کے ہونے یا نہ ہونے پر وہ کوئی رائے نہیں رکھتی۔

17 اکتوبر کو جاری ہونے والے پالیسی بیان میں آپ نے ان ذمہ داریوں کا اعلان کیا ہے جو اپنے ذمہ لی ہیں اور اس منصوبے کا اعلان کیا ہے جس کو نافذ کرنے کا آپ مقصد رکھتے ہیں۔ آپ کے بیان میں حقوق انسانی کے بارے میں کچھ تشویش کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اپنے اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان میں حقوق انسانی کے موثر تحفظ کے حصول کے لئے اصلاحات کے ایک جامع پروگرام کی فوری ضرورت ہے۔ ہم اس حقیقت کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ موجودہ عبوری دور میں بنیادی حقوق کو معطل نہیں کیا گیا ہے اور عدالتیں بدستور پوری طرح اپنے فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ ہم آپ کے پالیسی بیان میں اعلان کردہ یقین دہانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اداروں کی تعمیر نو کی جائے گی۔ انہیں سیاسی اثرات سے آزاد اور مضبوط کیا جائے گا اور یہ کہ احتساب کا ایک غیر جانبدار عمل شروع کیا جائے گا تا کہ بدعنوانیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ ملک کی اقلیتوں کے تحفظ اور مذہب کے نام پر تشدد کے خلاف اقدامات کے حوالے سے آپ کی یقین دہانیاں بروقت ہیں۔

پاکستان میں قانون کی حکمرانی کی بحالی کے ضمن میں سب سے پہلا اور دو ٹوک امتحان یہ

ہوگا کہ معزول حکومت کے ارکان کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل انہیں سیاسی قیدی تصور کرتی ہے اور اسے اس امر پر تشویش ہے کہ انہیں ایک ہفتے سے بغیر کسی الزام یا مقدمے کے زیر حراست رکھا گیا ہے۔ تنظیم یہ اصرار کرتی ہے کہ قابل قبول فوجداری جرائم کے مقدمے قائم کئے جائیں یا انہیں فوراً غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے۔ جن لوگوں پر الزام عائد کئے جائیں ان پر فوراً ایسے مقدمے چلائے جائیں جو انصاف کے عالمی معیار پر پورے اترتے ہوں اور انہیں کسی بھی جرم کے نتیجے میں موت کی سزا نہ دی جائے۔

اس خط میں قانونی اور آئینی اصلاحات کے لئے سفارشات شامل ہیں تاکہ حقوق انسانی کا تحفظ ہو اور ان اقدامات کے نفاذ کو یقینی بنایا جا سکے جن سے ایسے اداروں کو دوبارہ توانائی دی جا سکے اور ان کا تحفظ ہو سکے جن کے فرائض میں حقوق انسانی کا تحفظ بھی شامل ہے۔ یہ سفارشات ایمنسٹی انٹرنیشنل کے کئی سالوں کے کام کا نتیجہ ہیں جس نے یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں کی جانب سے حقوق انسانی کی سنگین خلاف ورزیوں کو دستاویزی شکل دی ہے۔ جن سفارشات کو تجویز اور منسلک کیا جا رہا ہے وہ وسیع اور جامع ہیں۔ نئی انتظامیہ کو یہ منفرد موقع حاصل ہے کہ وہ پاکستان میں قانون کی حکمرانی اور احترام کی تعمیر نو کرے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اس ذمہ داری کو نیک نیتی اور عزم سے پورا کریں گے۔

بدعنوانی اور سزا سے بریت

آپ نے اپنے 17 اکتوبر والے بیان میں بجا طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ "عدم احتساب کے نتیجے میں بدعنوانی خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے اور اس نے ہمارے سماج کی بنیادوں کو کمزور کر دیا ہے۔" اختیارات کا غلط استعمال اور قانون کی حکمرانی سے صرف نظر کرنا مختلف حکومتوں کا وطیرہ رہا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف معاشی زندگی میں بدعنوانیوں کو فروغ ملا بلکہ بڑے پیمانے پر سزا سے بریت کے باعث حقوق انسانی کی خلاف ورزیاں بھی ہوئیں۔ اگر حکومت کے ارکان اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کریں اور سماج کے راہنما قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اپنے ذاتی یا سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے کام میں لیں تو ان اقدامات کے ذریعے وہ سماج کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ قانون کی حکمرانی کو نظرانداز کرنا ایک قابل قبول فعل ہے

اور یہ کہ قانون کا سب پر یکساں اطلاق نہیں ہوتا۔

حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے مرتکبین کو عام طور پر سیاسی کردار تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ان میں کچھ ایسے جرائم کے ارتکاب کے لئے لوگوں کو اکساتے بھی ہیں۔ معاشرے میں اس احساس کے عام ہونے سے کہ حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں ہوگی اور ان کے مرتکبین سزا سے بچ نکلیں گے' عام لوگوں میں خوف اور لاچارگی کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ پولیس میں اپنے ساتھیوں کے جرائم کی پردہ پوشی کرنے کی خواہش موجود ہے۔ ایک عام آدمی پولیس کے خلاف شکایات درج کرانے یا گواہی دینے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اسے پولیس کی طرف سے جوابی اقدام کا خوف لاحق ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پولیس کی حراست میں قتل ہونے والوں کے بہت کم مقدمات عدالتوں میں آئے ہیں اور اس سے بھی کم مقدمات میں کسی کو سزا سنائی گئی ہے۔(1) قصاص اور دیت کے قانون نے بھی سزا سے بریت کا ماحول پیدا کیا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے ایسے پولیس افسر جو حراستی ہلاکتوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں وہ ہلاک کرنے والے فرد کے اہل خانہ پر تاوان قبول کرنے کے اور فوجداری مقدمات کو ختم کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے ہیں۔اس طرح ان فوجداری مقدمات کی کارروائی رک جاتی ہے۔

عدلیہ نے پاکستان میں حقوق انسانی کی سنگین خلاف ورزیوں کے جواب میں عوامی مفاد کے حوالے سے قانونی کارروائی کرنے کے لئے اپنے اختیارات کو استعمال نہیں کیا ہے۔ حقوق انسانی کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزیوں کو اعلیٰ ترین سطح پر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ان جرائم کے مرتکبین کو قانون کی گرفت میں لانے کے لئے بہت کم کام ہوا ہے۔ نومبر 1996ء میں وزیراعظم بینظیر بھٹو کو صدر نے ان کے عہدے سے برطرف کر دیا تھا۔ان کی حکومت کی برطرفی کے لئے جو وجوہ بتائی گئی تھیں ان میں یہ وجہ بھی شامل تھی کہ ان کے دور حکومت میں کراچی میں ماورائے عدالت ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ بعدازاں سپریم کورٹ نے ان کی حکومت کی برطرفی کو آئینی قرار دیا تھا لیکن اس کے باوجود ابھی تک ان ہلاکتوں کی نہ ہی تحقیقات کی گئی اور نہ ہی کسی ایک فرد کو قانون کے مطابق سزا دی گئی۔

اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ قانون کا احترام ہو اور قانون سب کے لئے مساوی ہو اور

سب کو مساویانہ قانونی تحفظ حاصل ہو تاکہ حقوق انسانی کا تحفظ ہو سکے۔ اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ حقوق انسانی کی تمام خلاف ورزیوں کی تحقیقات کی جائے اور ان کے مرتکبین کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔

آئین:۔

1973ء کے آئین میں اب تک بہت سی ترامیم ہو چکی ہیں۔ کچھ ترامیم کے باعث حقوق انسانی کے تحفظ کی بیخ کنی ہوئی ہے۔ ان میں 1985ء کی آٹھویں ترمیم جس نے مارشل لاء دور کے تمام عمل اور اقدامات کو استثناء فراہم کیا اور بارہویں ترمیم شامل ہے جو بعد ازاں ختم ہوئی اور جس کے ذریعے مقدمات کو تیزی سے نمٹانے کی عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔ 15ویں آئینی ترمیم جسے قومی اسمبلی میں اکتوبر 1998ء میں منظور کر لیا گیا تھا۔ اس وقت بھی سینٹ میں زیر التوا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے شریعت کو پاکستان کا سب سے اعلیٰ قانون قرار دیا گیا تھا اور وفاقی حکومت کو "اچھائی کی تعلیم کرنے اور برائی سے روکنے" کے اختیارات' آئین میں موجود کسی بھی حق، کسی بھی قانون یا کسی بھی عدالت کے فیصلے سے قطع نظر کر دیئے گئے تھے۔ یہ ترمیم اگر منظور ہو جاتی ہے تو اس سے آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق غیر موثر ہو جائیں گے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ آئینی ماہرین اور قومی غیر سرکاری تنظیموں کی مشاورت اور پاکستان نے عورتوں کے خلاف تمام امتیازات کے خاتمے اور بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے کنونشن کی توثیق کر کے جن ذمہ داریوں کو قبول کیا ہے ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے آئین کا از سر نو جائزہ لیا جائے تاکہ تمام بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

بنیادی حقوق کے مکمل تحفظ کے لئے آئین پر نظر ثانی کی جائے اور اصلاحات عمل میں لائی جائیں۔

عدالتی نظام:۔

عدلیہ کو یکے بعد دیگرے آنے والی تمام حکومتوں نے کمزور کیا جس کا نتیجہ بالآخر اس محاذ

آرائی کی صورت میں برآمد ہوا جو نواز شریف حکومت اور چیف جسٹس آف پاکستان کے درمیان شروع ہوئی۔ یہ محاذ آرائی چیف جسٹس آف پاکستان کی 1997ء میں برطرفی پر منتج ہوئی۔ اس محاذ آرائی میں عدلیہ کی آزادی کے اہم اصول داؤ پر لگے تھے جن میں ججوں کی تقرری کا مسئلہ بھی شامل تھا۔ اعلیٰ ترین عدلیہ کی دوٹوک سفارشات کے باوجود خصوصی عدالتیں بنائی گئیں۔ 1998ء میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتیں قائم کی گئیں اور 1998ء میں مخصوص جرائم پر مقدمات کے لئے خصوصی فوجی ٹربیونل قائم کئے گئے۔ یہ ٹربیونل بعدازاں غیر آئینی قرار دے کر ختم کر دیئے گئے۔ ایسی تمام عدالتوں کے ذریعے وسیع پیانے پر موت کی سزائیں سنائی گئیں۔ ان عدالتوں میں جو مقدمات چلائے گئے وہ آزاد انصاف کے بین الاقوامی معیار کے مطابق نہیں تھے۔

(2) عدالتی امور، بعض اوقات غیر عدالتی اداروں کو تفویض کئے گئے جو اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار سے باہر تھے۔ ان میں ایسے ضابطے اور اصول اختیار کئے گئے جو ان سے بہت مختلف تھے جن کی ضمانت آئین اور قانون میں فراہم کی گئی ہے۔ بالائی سندھ میں اطلاعات کے مطابق مقامی ایڈمنسٹریٹروں نے فوجداری مقدمات کو طے کرنے میں اعانت کی جن میں بعض اوقات خاندانی تنازعات پر قتل کے مقدمے بھی شامل تھے جو قبائلی جرگے میں طے کئے گئے اور جن میں سے کچھ جرگے جیلوں کے اندر منعقد ہوئے۔

عدلیہ کی آزادی صرف بیرونی مداخلت کی وجہ سے کمزور نہیں ہوئی بلکہ اس کی بیخ کنی میں بعض انفرادی متعصب جج حضرات نے بھی کردار ادا کیا۔ ایسے مقدمات جن میں عورتوں کے حقوق کا مسئلہ شامل تھا۔ بسااوقات من مانے طور پر نمٹا دیئے گئے۔ اس سے ججوں میں موجود منفی تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔ اقلیتی مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی پاکستان کی عدالتوں سے ہمیشہ انصاف حاصل نہیں ہوا ہے۔

(3) سماجی اور معاشی طور پر محروم یا بچھڑے ہوئے لوگوں کی عدالتی نظام تک رسائی مشکل سے ہوتی ہے۔ یہ نظام مہنگا ہے اور ان افراد کی مخصوص ضروریات کے تقاضوں پر ہمیشہ پورا نہیں اترتا۔ اس طرح ان لوگوں کی دادرسی نہیں ہو پاتی اور ان کے بنیادی حقوق کو مکمل تحفظ

بھی نہیں ملتا۔ حالیہ برسوں میں عدالتوں کا وقار ایسی رولنگ سے مجروح ہوا جن کے بارے میں پاکستان میں وسیع پیمانے پر یہ خیال ہے کہ ان سے سیاسی تعصب جھلکتا تھا۔

اس بات کو یقینی بنائیں کہ عدلیہ 'جو حقوق انسانی کا تحفظ کرنے والا سب سے بڑا ادارہ ہے کی اصلاح کی جائے اور اسے وسائل 'افرادی قوت' ساز و سامان اور تربیت کے حوالے سے مضبوط کیا جائے اور اس کی آزادی میں دخل اندازی نہ ہو۔

قانونی نظام:۔

پاکستان میں فوجداری قوانین میں بارہا ایسی بنیادی ترامیم کی گئی ہیں جس سے حقوق انسانی کا تحفظ قابل ذکر حد تک کمزور ہوا۔ مثال کے طور پر تشدد کو صرف اس وقت ایک فوجداری جرم تسلیم کیا گیا ہے جب اسے معلومات کے حصول کی خاطر استعمال کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بچوں کے ساتھ انصاف اور بچوں کے حقوق کے تحفظ کا معاملہ بھی ہے جو یوں تو تمام ملک میں ناکافی ہے لیکن اس حوالے سے صوبوں کے درمیان بھی بہت فرق پایا جاتا ہے۔ مخصوص قوانین بالخصوص جو ضیاء الحق کے دور میں متعارف کرائے گئے وہ ان آئینی ضمانتوں کے خلاف ہیں جس کے تحت مساوات اور قانون کے تحفظ کا مساویانہ حق تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ قوانین سزا سے بریت کے لئے سہولت فراہم کرتے ہیں۔ ظالمانہ' غیر انسانی اور تذلیل آمیز سزاؤں کی اجازت دیتے ہیں اور ناکافی دادرسی مہیا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر زنا آرڈیننس' عورت اور مرد کے درمیان امتیاز کرتا ہے جو عورت زنا کا شکار ہوئی ہے اسے یا زنا کی گواہ عورتوں کو شہادت دینے سے روکتا ہے اور موت تک سنگساری اور کوڑوں کی سزاؤں کو تجویز کرتا ہے۔

(4) پاکستان میں کیس لاء بھی غیر یکساں اور اکثر حالتوں میں متضاد ہے۔ وہ زیادہ تر حقوق انسانی کے قومی اور بین الاقوامی معیار کی عکاسی کرنے کی بجائے انفرادی ججوں کے تعصب کا عکاس ثابت ہوتا ہے۔

قانونی نظام کی اصلاح کی جائے تاکہ وہ حقوق انسانی کے بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہو سکے اور اس کے ذریعے سب لوگوں کے حقوق انسانی کا تحفظ ہو سکے۔

پولیس:۔

پاکستان کی پولیس کو کم تنخواہ ملتی ہے، اس کی تعداد کم ہے اور اس کی تربیت کا بھی فقدان ہے۔ کئی پولیس افسر مشتبہ افراد کو مستقل طور پر تشدد کا نشانہ بناتے ہیں تاکہ ان سے اعتراف جرم کرایا جائے یا ان سے پیسے بٹورے جائیں یا ان کی تذلیل کی جائے۔ اگر کوئی مشتبہ فرد پولیس کی حراست میں ہلاک ہو جائے تو پولیس ایسی اطلاعات کو جھٹلاتی ہے اور ہلاک ہونے والے کے اہل خانہ پر مقدمہ کی پیروی نہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالتی ہے اور گواہوں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ پولیس نے بارہا یہ دعویٰ کیا ہے کہ عدالتیں چونکہ ناکافی شہادتوں کی بنیاد پر مشتبہ مجرموں کو آزاد کر دیتی ہیں لہٰذا سماج کے وسیع تر مفاد میں عمل کرتے ہوئے انہیں مقدمے میں پیش کرنے کی بجائے وہ انہیں ماورائے عدالت قتل کر دیتی ہے۔ پولیس اس نوعیت کی ماورائے عدالت ہلاکتوں پر یہ کہہ کر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے کہ مشتبہ افراد پولیس مقابلے میں مارے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بدنام زمانہ "پولیس مقابلوں" کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ پولیس افسران کے خلاف جب زیادتیوں اور فوجداری قوانین کے دائرے میں آنے والے جرائم کے ارتکاب کے الزامات لگائے جاتے ہیں تو عموماً اعلیٰ پولیس افسران انہی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

پولیس نے من مانے طور پر لوگوں کو گرفتار کیا ہے اور حراست میں رکھا ہے ایسا انہوں نے یا تو از خود کیا یا سیاسی افراد کے اشارے پر ایسا کیا گیا۔ اس عمل کے دوران انہوں نے ان گرفتاریوں یا حراستوں سے متعلق ضابطے کی کارروائی کو یا تو مکمل طور پر نظرانداز کیا یا بلا سنڈ ایف آئی آر کو ایسے لوگوں کی طویل عرصے جبری حراست کے لئے استعمال کیا۔ بلا سنڈ ایف آئی آر' کسی جرم کی وہ پہلی اطلاع ہے جس میں شکایت کنندگان پولیس اسٹیشن آکر پرچہ تو کٹواتے ہیں لیکن کسی شخص پر شبے کا اظہار نہیں کرتے۔

پولیس افسران خانگی تشدد کو جس میں عزت کے نام پر لڑکیوں اور عورتوں کا قتل بھی شامل ہے ایک ایسے "گھریلو" معاملے کے طور پر لیتے ہیں جسے خاندان یا برادری میں ہی طے ہونا چاہئے۔

(5) اسی طرح جبری مزدوروں اور مزدور بچوں یا انسانی تجارت کے معاملات سے بھی پولیس قانون کے مطابق نہیں نمٹتی۔ ایسا یا تو پولیس افسران کی قوانین سے عدم واقفیت یا مجرموں کے خوف اور ان کے اندیشے کے سبب ہوتا ہے۔

پولیس کے ادارے کو مضبوط کرنا چاہئے اور اس میں اصلاحات ہونی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے مناسب مقدار میں سرکاری رقوم اور بین الاقوامی ترقیاتی امداد کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ (پولیس افسران کو) قانونی' حقوق انسانی کی تربیت دی جائے اور ان میں صنفی حساسیت پیدا کی جائے۔

سزائے موت:۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ ساری دنیا میں سزائے موت کے خاتمے کے لئے مثبت اقدامات کئے جارہے ہیں' پاکستان میں 1998ء کے دوران گزشتہ سال کی نسبت سزائے موت کے سنائے جانے میں دگنا اضافہ ہوا۔ اس سال اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کمیشن نے دنیا بھر کی حکومتوں سے کہا ہے کہ وہ سزائے موت کو معطل کر دیں اور اسی برس پاکستان میں یہ دیکھا گیا کہ زیادہ تعداد میں موت کی سزا سنائی گئی اور متعدد لوگوں کو پھانسی دی گئی۔ ان میں سے بیشتر سزائیں' خصوصی عدالتوں یعنی انسداد دہشت گردی کی عدالتوں نے دیں جن کا طریقہ کار منصفانہ بین الاقوامی معیارات کے عین مطابق نہیں ہے۔

(6) قتل وہ جرم ہے جس کے ارتکاب پر عموماً سزائے موت دی جاتی ہے۔ یہ جرم اور اس کی سزا پر قصاص اور دیت کے قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ قانون مجرم کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ مقتول کے خاندان سے معاہدہ کر سکتا ہے اور انہیں خون کا معاوضہ دے سکتا ہے۔

(7) ایمنسٹی سزائے موت کو روکنے کے لئے ہر اقدام کا خیر مقدم کرتی ہے' تاہم تنظیم یہ سمجھتی ہے کہ یہ قانون دولت مندوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور زندگی اور موت کے لین دین کے معاملات میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایسی اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ مجرم سولی کے سائے میں (کسی فیصلے کے) منتظر رہے ہیں اور ان کے خاندان ان کی زندگی کے سودے میں مصروف رہے ہیں۔

بچوں کے حقوق کے کنونشن میں بچوں کی سزائے موت پر مکمل پابندی عائد کی گئی ہے اس کے باوجود بچوں کو موت کی سزا سنانا' ایمنسٹی انٹر نیشنل کے لئے بہت تشویش کی بات ہے۔ کم عمر مجرموں کا بل (8) جس میں یہ کہا گیا ہے کہ 16 برس سے کم عمر کسی بچے کو موت کی سزا نہیں سنائی جا سکتی' 1995ء سے پاکستانی سینٹ میں زیر التوا ہے۔ اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کے مطابق 18 برس سے کم بچوں کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

مذہبی اقلیتیں:۔

ایمنسٹی انٹر نیشنل 17 اکتوبر کو آپ کی اس یقین دہانی کو نوٹ کرتی ہے کہ اقلیتوں کو "اسلام کی روح کے عین مطابق مساوی شہریوں کے طور پر مکمل حقوق اور تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔" نواز شریف حکومت کی برطرفی سے دو ہفتہ پہلے فرقہ وارانہ تشدد نے 50 انسانی جانوں کی بھینٹ لے لی۔ اس تشدد کا شکار ہونے والوں میں بنیادی طور پر شیعہ فرقے کے لوگ تھے لیکن کچھ سنی مسلمانوں کو بھی چن کر ہلاک کیا گیا۔

ایک عرصے سے مذہبی بنیادوں پر ہونے والے تشدد سے تحفظ ناکافی ثابت ہوا ہے اور عمومی طور سے مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کا بھی یہی حال ہے۔ ناموس رسالتؐ کے قوانین کی بناء پر احمدی اور عیسائی برادری کے درجنوں افراد نہ صرف برسوں سے ضمیر کے قیدی کے طور پر جیلوں میں ہیں بلکہ ان کی وجہ سے ان اقلیتوں میں خوف اور عدم تحفظ کا احساس بھی پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قتل کی دھمکیاں' منحرفین یا ملحدین کے خلاف قتل کے فتوے اور مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کے قتل کے مقدمے فوجداری قوانین کے تحت نہیں چلائے جاتے۔ اسی بناء پر اقلیتوں کے کچھ افراد یہ سمجھتے ہیں کہ ریاست کی طرف سے اس قسم کے اقدامات کی منظوری حاصل ہے۔

تمام مذہبی اقلیتوں کے افراد کو تحفظ فراہم کیا جائے اور قانونی اور عملی اعتبار سے ان کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے۔

عورتوں اور بچوں کا تحفظ:۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل آپ کی اس یقین دہانی کو نوٹ کرتی ہے کہ پاکستان ''اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں اور وعدوں کی ماضی کی طرح پاسداری کرتا رہے گا۔''

اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن 1990ء اور عورتوں کے خلاف تمام امتیازی قوانین کے خاتمے کے کنونشن 1996ء کی توثیق کے باوجود نہ بچوں اور عورتوں کے حقوق سے متعلق رویوں میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ مقامی گھریلو قوانین میں کوئی ترمیم کی گئی ہے۔ بچوں کے ساتھ غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک اور انہیں دی جانے والی سزائیں اور بچوں کے لئے موت کی سزا قانوناً ممنوع نہیں قرار دی گئی۔

(9) زنا آرڈیننس جو کہ عورتوں سے امتیاز برتتا ہے اس میں نہ ترمیم کی گئی نہ اسے منسوخ کیا گیا۔

(10) ہر سال سینکڑوں لڑکیوں اور عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے لیکن ان ہلاکتوں کو روکنے' ان کی تحقیقات کرنے اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے کے ضمن میں کسی قسم کے اقدامات نہیں کئے گئے۔ حالانکہ اس قسم کے تمام واقعات درج بالا دونوں کنونشنوں کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں۔ پاکستان کی سینٹ کی ایماء پر قائم ہونے والے انکوائری کمیشن برائے خواتین نے 1997ء میں ایک جامع رپورٹ شائع کی تھی لیکن اس کمیشن کی دوررس سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اس پر سرکاری طور پر بحث مباحثہ نہیں کیا گیا۔

عورتوں کے خلاف ہر وضع کے امتیازات کے خاتمے کے لئے اقوام متحدہ کے کنونشن اور بچوں کے حقوق کے کنونشن کی تمام شقوں کو قومی قانون سازی کا حصہ بنایا جائے اور اس کے مکمل اطلاق کو یقینی بنایا جائے۔ حقوق انسانی کے دیگر اہم معاہدوں کی بہ طور خاص شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدہ اور سماجی' معاشی اور ثقافتی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق کی جائے۔

(بشکریہ جہد حق 2000ء)